سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۱)

اس سے پیشتر کہ میں اپنی کہانی شروع کروں پڑھنے والوں پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مہم جوئی کا شوق مجھے ورثے میں ملا۔

میرے والد برٹش گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدہ دار تھے لیکن ان کی زندگی کا بھی بیشتر حصہ مہم جوئی میں گزرا اور ان کی غیر معمولی موت بھی ایک دشوار گزار مہم میں واقع ہوئی تھی۔

میں چونکہ اپنے بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹا تھا اس لئے والد مجھے سے بہت پیار کرتے تھے۔ میری عمر صرف آٹھ سال کی تھی کہ میری ماں نے داعئ اجل کو لبیک کہا۔ دوسرے بھائی بہن چونکہ اپنے اپنے گھر والے ہو چکے تھے اس لئے میں نے اپنی زندگی کے تقریباً چودہ سال باپ کی رفاقت میں گزارے۔ میرے والد کی خواہش تھی کہ میں پڑھ لکھ کر بڑا آدمی بنوں لیکن مجھے پڑھائی لکھائی کا مطلق شوق نہ تھا۔ چنانچہ ایف۔ اے کرنے کے بعد میں نے والد صاحب سے

صاف کہہ دیا تھا کہ اب اس سے آگے پڑھنا میرے بس کی بات نہیں۔ والد صاحب کچھ دنوں تک سمجھانے بجھانے کے بعد خاموش ہو گئے۔

ایف۔ اے کر لینے کے بعد ایک سال تک میں اپنے والد صاحب کے ساتھ گھومتا پھرتا رہا۔ سوائے کھانے پینے اور صحت کو بہتر بنانے کے علاوہ مجھے کوئی دوسرا کام نہ تھا۔ والد صاحب نے جب دیکھا کہ میری عمر یوں ہی تمام ہو جا رہی ہے تو انہوں نے مجھ سے ملازمت کرنے کو کہا اور میرے بہت اصرار پر اپنا اثر رسوخ استعمال کر کے مجھے محکمہ جنگلات میں ملازم کروا دیا۔ میرے والد کو آدم خور شیر اور چیتے مارنے کا شوق جنون کی حد تک تھا اور میں بھی اکثر و بیشتر ان کے ساتھ جاتا رہتا تھا۔ اس لئے کم عمر ہونے کے باوجود جنگلات کے بے شمار اسرار و رموز سے واقف ہو گیا تھا۔ ان تجربات سے مجھے اپنی

آئندہ زندگی میں کیا فائدے ہوئے یہ میں آگے چل کر بتاؤں گا۔
جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ اپنی مہم جو طبیعت کی وجہ سے میری زندگی کا ایک عرصہ باپ کے ساتھ گزرا اس لئے میں نے نہ تو کبھی گھریلو معاملات میں دلچسپی لی اور نہ ہی کبھی جائداد وغیرہ کے بارے میں سوچا۔ پہلی بار مجھے اپنی غلطی کا احساس اس وقت ہوا جب میرے والد ایک دشوار گزار مہم میں کام آگئے اور میرے بڑے بھائیوں کا جائداد کے بٹوارے کا خیال آیا۔ میں چونکہ شروع ہی سے اپنے بھائیوں سے الگ تھلگ رہا تھا۔ اس لئے مجھے ان کی طبیعتوں کے بارے میں بھی کچھ زیادہ واقفیت نہیں تھی۔ چنانچہ جب جائداد کے بٹوارے کا مسئلہ اٹھا تو میرے بڑے بھائیوں نے اور میری بھاوجوں نے دل بھر کر میری حق تلفی کی۔ نقد رقم جو کچھ بھی تھی وہ پہلے ہی ہڑپ کر چکے تھے۔ غیر منقولہ جائداد کا بٹوارہ بھی کچھ اس طرح ہوا

کہ جتنی اچھی اچھی زمینیں اور عمارتیں تھیں، وہ بڑے بھائیوں نے اپنے حصے میں لے لیں اور مجھے ایک ایسا مکان دیا جو ایک عرصہ سے مرمت نہ ہونے کی وجہ سے خالی اور ویران تھا۔ جب میں نے اپنی اس کھلی حق تلفی کے خلاف احتجاج کیا تو میرے بھائی جو میرے والدین کی زندگی میں مجھ سے بے پناہ محبت کا دم بھرا کرتے تھے، چراغ پا ہو گئے اور کھلے لفظوں میں کہہ دیا۔

''جائداد کی تقسیم جو ہم نے مناسب سمجھی کر دی۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہاری حق تلفی کی ہے تو بڑے شوق سے جا کر عدالت میں درخواست کر دو اور مقدمہ چلاؤ۔ ہم وقت آنے پر اپنا دفاع بھی کر لیں گے۔''

بھائیوں کا روکھا جواب سن کر مارے غصے کے میرا خون کھول اٹھا۔ دل تو چاہتا تھا کہ انہیں اس حق تلفی اور سرد مہری کا مزا چکھا دوں اور ایسا

سبق دوں کہ وہ تمام زندگی یاد رکھیں لیکن یہ سوچ کر کہ انہیں ابھی باپ کا کفن بھی میلا نہیں ہوا اور ان کی روح کو تکلیف ہو گی میں خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو گیا۔ میری خاموشی کی ایک دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ میرے سب سے بڑے بھائی پولیس کے محکمے میں انسپکٹر کے عہدے پر فائز تھے اور انہوں نے مجھے اس بات کی دھونس دی تھی کہ اگر میں نے جائداد کے معاملے میں زیادہ چوں چراں کی تو وہ مجھے کسی کیس میں ملوث کرا کے جیل میں سڑوا دیں گے۔ میں چونکہ خود کو بے یارو مددگار سمجھ رہا تھا اس لئے صبر کر کے واپس اپنی ملازمت پر چلا آیا لیکن اپنے دل میں، میں نے اس بات کا تہیہ کر لیا تھا کہ کم از کم اپنے سب سے بڑے بھائی سے انتقام ضرور لوں گا۔

ڈیوٹی سے واپس آ کر میں نے سب سے پہلے یہ کیا کہ اس ٹوٹے پھوٹے مکان کو جو میرے حصے میں آیا تھا اونے پونے بیچ کر حاصل

ہونے والی رقم بینک میں ڈالی اور وقتی طور پر سب کچھ بھول کر ملازمت میں دلچسپی لینے لگا۔ میرے افسران چونکہ میری کارکردگی اور سادہ طبعیت سے بہت زیادہ خوش تھے اس لئے ایک سال بعد ہی مجھے ترقی دے کر فارسٹ آفیسر کے عہدے پر فائز کر دیا اور اس کے چند روز بعد مجھے شمالی ہندوستان میں نینی تال کے قریبی علاقے کی ایک چیک پوسٹ کا انچارج بنا کر بھیج دیا گیا۔

نینی تال کو اگر ہندستان کی جنت کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ گرمیاں شروع ہوتے ہی یہاں بڑے آدمیوں کے قافلے جوق در جوق آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ وسط مارچ سے لے کر جولائی تک یہ حصہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا رہتا ہے۔ مجھے نینی تال کے علاقائی جنگلات کی تقرری کا پروانہ حاصل کر کے جو خوشی ہوئی تھی وہ زیادہ دنوں تک بر قرار نہ رہ سکی جسکی ایک وجہ یہ تھی کہ میں ہنگامہ پسند نہیں تھا اور دوسری

وجہ جو میرے لئے باعثِ زحمت ثابت ہوئی وہ یہ تھی کہ نینی تال میں بغرض تفریح آنے والے اکثر افسران اور معززین جدھران کے سینگ سماتے بندوقیں اٹھائے جنگلات میں سیر وشکار کے لئے آجاتے تھے اور مجھے ان سے آئے دن الجھنا پڑتا تھا کیونکہ ان جنگلات میں بغیر اجازت نامے کے جانوروں کا شکار قانوناً منع تھا اور اوپر سے اس سلسلے میں بڑے سخت احکامات آئے دن موصول ہوتے رہتے تھے۔

اپنے نئے عہدے کا چارج سنبھالے ابھی مجھے دو ماہ بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ ایک روز میں اپنے فرض کی بجا آوری میں ایک شکاری سے الجھ گیا جس نے میرے منع کرنے کے باوجود مجھ پر گولی داغ دی تھی۔ شکاری کا نشانہ اگر خطا ہو جاتا تو ممکن تھا بات آگے نہ بڑھتی لیکن ہرن چونکہ مر چکا تھا اس لئے میں نے غصے میں آکر جو منہ میں آیا

شکاری کو سنا ڈالا۔

اس بات کا علم مجھے تیسرے روز ہوا کہ جس شکاری کو میں نے ڈانٹا پھٹکارا تھا' وہ نینی تال کے ڈپٹی کمشنر کا سالا تھا جس نے اپنے بہنوئی سے جا کر میری الٹی سیدھی شکائت کی تھی اور اب مجھے اس کی لمبی چوڑی شکایت پر نینی تال سے ہٹا کر سونا گھاٹ کے جنگلی علاقے میں تعیناتی کے احکامات موصول ہوئے تھے۔

جب بلاوجہ مجھ پر یہ عتاب نازل ہوا تو میرا خون کھول اٹھا۔ چنانچہ چارج دینے سے پیشتر میں دو روز کی رخصت منظور کرا کے سیدھا اپنے ہیڈ کوارٹر گیا اور وہاں جا کر اپنے ایک اعلیٰ افسر سے ملا جو میرے والد کا دوست رہ چکا تھا۔ گو کہ میرا یہ آفیسر ہندو تھا لیکن والد صاحب کی دوستی کی وجہ سے ہمیشہ میرا بہت خیال رکھتا تھا۔ اس کی سفارش پر میری ترقی بھی ہوئی تھی چنانچہ جب میں اس سے ملا تو پہلے ٹھنڈے دل سے

میری شکایت سنتا رہا پھر بڑی محبت سے مجھے سمجھاتے ہوئے بولا ''مسٹر افضل بیگ' میں جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی لیکن معاملہ چونکہ کرنل ہارڈنگ (ڈپٹی کمشنر کا نام تھا) کا ہے اس لئے ہم اس کی شکایت پر ایکشن لینے کے لئے مجبور ہو گیے۔''

''لیکن جناب میں نے جو کچھ بھی کیا' وہ قانون کی پیروی میں کیا ہے؟''

''مجھے علم ہے کہ تم نے کوئی غلط کارروائی نہیں کی لیکن پھر بھی برٹش افسراں کو ناراض کرنا ہمارے بس سے باہر کی بات ہے۔''

اپنے افسر کی بات سن کر مجھے غصہ بھی آیا اور تعجب بھی ہوا لیکن لالہ امرناتھ چونکہ والد صاحب کے گہرے دوستوں میں سے تھے اس لئے میں بحث مناسب نہ سمجھی اور ہونٹ چبا کر خاموش ہو گیا۔ لالہ امرناتھ نے میرے چہرے سے غالباً میری کیفیت کا اندازہ لگا لیا تھا

اس لئے بڑی محبت سے مجھے سمجھاتے ہوئے بولے۔

"افضل بیگ، ہر چند کہ تمہارے تبادلے کے احکامات جاری کرتے ہوئے مجھے دکھ ہوا تھا لیکن مجھے یقین ہے کہ تم سونا گھاٹ جا کر خوشی محسوس کرو گے۔ اس علاقے میں تمہیں اپنی مہم جو طبیعت کی دل بستگی کے لئے لاتعداد مواقع ملیں گے۔"

لالہ امر ناتھ کے سمجھانے بجھانے سے میری جلاہٹ کسی قدر کم ہوگئی۔ دوسرے روز میں نے نینی تال جا کر نئے فارسٹ آفیسر ترپاٹھی کو چارج دیا اور اپنا بوریا بستر باندھ کر آبائی شہر آ گیا جہاں پانچ روز گزرنے کے بعد اپنی نئی تقرری کی جگہ جا کر چارج لینا تھا۔

سونا گھاٹ اپنے محل وقوع کے اعتبار سے جنوبی ہند کے ترائی کے علاقے میں واقع تھا۔ ہر چند کہ یہ جگہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی لیکن محکمے کے دوسرے لوگوں سے اس جگہ کے بارے میں بہت کچھ

سن رکھا تھا۔ فارسٹ آفیسروں کی ایک بڑی تعداد اس علاقے کی تقرری کے خیال ہی سے یوں خائف رہتی تھی جیسے بکری شیر سے۔ دو افسران جو سونا گھاٹ کے علاقے میں تعینات رہ چکے تھے' ان کا ؟خیال تھا کہ اس علاقے پر کسی بدروح کا سایہ ہے جو اپنے کاموں میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتی اور اگر کوئی دلیر اسکی راہ میں حارج ہوتا ہے تو چند ہی دنوں میں پراسرار طور پر مر جاتا ہے یا پھر اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتا ہے۔

سونا گھاٹ کے سلسلے میں یوں تو بے شمار پراسرار اور حیرت انگیز روائتیں مشہور تھیں لیکن ایک بات جو خاص طور پر زیادہ مشہور تھی' وہ سونا گھاٹ کے ایک ہندو پجاری پنڈت موہن لال کی شخصیت سے متعلق تھی جسے اس کی موت کے بعد چلانے کی بجائے اس کی وصیت کے مطابق ایک صندل تابوت میں بند کر کے اس علاقے کے سب سے

پرانے مندر کے تہہ خانے میں رکھ دیا تھا۔ ایک فارسٹ آفیسر جو پنڈت موہن لال کی موت کے وقت سونا گھاٹ میں تعینات تھا اس نے وہاں سے تبادلے کے بعد ایک ایسا انکشاف کیا تھا جس سے پجاری کی شخصیت نہ صرف یہ کہ زیادہ پراسرار بن گئی تھی بلکہ دور دراز کے علاقوں تک اس کا شہرہ ہو گیا تھا اور پجاری کے ہزاروں عقیدت مند پیدا ہو گئے تھے جو دور دراز سے آتے اور پجاری کے مندر میں بھجن گا کر واپس چلے جاتے۔

فارسٹ آفیسر کا بیان تھا کہ اس نے پجاری کی موت کے تین ماہ بعد جب اس کی لاش دیکھی تو اس وقت بھی وہ گلنے اور سڑنے کی بجائے اپنی اصلی حالت میں موجود تھی۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ پجاری کی لاش پر کوئی ایسا مسالا بھی نہیں لگایا گیا تھا جو عام طور پر لاشوں کو لمبی مدت تک محفوظ رکھنے کے لئے لگایا جاتا ہے۔ پرانے مندر کے نئے پجاری

نے فارسٹ آفیسر کو بتایا کہ پنڈت موہن لال مرنے سے پیشتر بھی پراسرار حیرت انگیز قوتوں کا مالک تھا اور سونا گاٹ پر آنے والی ہر تباہی کی پیشین گوئی قبل از وقت کردیا کرتا تھا۔ نئے پجاری کے علاقے کے دوسرے مقامی ہندوؤں نے بھی اس بات کی تصدیق کی تھی کہ پنڈت موہن لال کی کوئی پیش گوئی کبھی غلط ثابت نہیں ہوئی۔ خود اپنی موت کے بارے میں بھی اس پراسرار پجاری نے دس روز پیشتر اعلان کردیا تھا اور اس بات کی تاکید کردی تھی کہ اس کی لاش کو جلانے کی بجائے پرانے مندر کے تہہ خانے میں رکھ دیا جائے تا کہ وہ سونا گاٹ پر آنے والی مصیبتوں کا مقابلہ اپنی پراسرار طاقتوں سے جاری رکھ سکے۔ اس نے اس بات سے بھی لوگوں کو گرفتار کرلیا تھا کہ اس کی لاش کو جلا دیا گیا تو سونا گھاٹ کا علاقہ تباہ برباد ہو کر خاک کے ڈھیر میں تبدیل ہو جائے گا چنانچہ مقامی ہندوؤں نے اس کی وصیت

کے مطابق شمشان بھومی لے جانے کے بجائے صندلی تابوت میں بند کر کے پرانے مندر کے تہہ خانے میں رکھ دیا۔ غرضیکہ سونا گھاٹ کے بارے میں ہزاروں روائتیں مشہور تھیں۔ کچھ عقیدت کے لوگوں کی مشترکہ رائے یہی تھی کہ پجاری کی لاش سونا گھاٹ میں نہ موجود ہوتی تو وہ بدروح جو آئے دن علاقے پر تباہیاں لانے کا باعث بنتی تھی یقیناً پورے سونا گھاٹ کو نیست و نابود کر دیتی۔ ایک عام خیال یہ بھی مشہور تھا کہ جب تک پنڈت موہن لال اپنی اصلی حالت میں موجود ہے سونا گھاٹ کا علاقہ محفوظ رہے گا۔

اپنے آبائی شہر میں آنے کے بعد میں نے سب سے پہلے دو تین روز کے اندر سونا گھاٹ جانے کے لئے اپنا سامانِ سفر ٹھیک کیا پھر محکمے کے فارسٹ آفیسر اوم پرکاش سے ملاقات کی جو کسی زمانے میں کچھ دنوں کیلیے سونا گھاٹ کی چیک پوسٹ پر تعینات رہ چکے تھا۔ ہیڈ کوا‌ٹر

پر اس وقت بھی یہی ایک افسر موجود تھا جو مجھ سے سونا گھاٹ کے چشم دید واقعات بیان کر سکتا تھا۔

اوم پرکاش سے میری کچھ زیادہ ملاقات نہ تھی لیکن جس وقت میں اس سے ملنے کے لئے اس کے گھر پہنچا اور اپنے آنے کا مقصد بتایا تو ایک لمحے کے لئے اوم پرکاش کا چہرہ فق ہو گیا۔ اس کے سرخ و سفید چہرے پر اس وقت جو تاثرات ابھرے تھے' ان سے یہی ظاہر ہوتا تھا جیسے وہ میری بات کو مذاق سمجھ رہا ہے۔ بعد میں جب میں نے اسے اپنے تبادلے کے کاغذات دکھائے تو اسے یقین آ گیا لیکن کچھ دیر تک وہ یوں چپ رہا جیسے اپنی بکھری ہوئی یاد داشتوں کو جمع کرنے کی کوشش کر رہا ہو پھر اس نے جو جملہ سب سے پہلے مجھ سے کہا وہ کچھ عجیب ہی سا تھا۔

''افضل بیگ' کیا تم کسی طرح اپنے تبادلے کے احکامات منسوخ

نہیں کرا سکتے۔"

"کیا حقیقتاً سونا گھاٹ کا علاقہ اتنا ہی پراسرار ہے جتنا اس کے بارے میں مشہور ہے۔" میں نے بڑی لاپروائی سے مسکراتے ہوئے پوچھا تو اوم پرکاش نے کچھ ایسی نگاہوں سے مجھے گھورا جیسے اسے میرے صحیح الدماغ ہونے پر شبہ ہو رہا ہو۔ اس کی حیرت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ شاید وہ میری مہم جو طبیعت کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ شاید ان باتوں کو مذاق سمجھ رہے ہیں جو سونا گھاٹ کے بارے میں مشہور ہیں۔" اوم پرکاش کی آنکھوں میں الجھن نمایاں تھی۔

"میں اس وقت انہی باتوں کے سلسلے میں آپ سے معلومات حاصل کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔" اوم پرکاش کی الجھن نے میرے

تجسس کو اور ہوا دی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ سونا گھاٹ کا نام سنتے ہی وہ کچھ خوف زدہ انداز میں سنجیدہ ہو گیا تھا۔

بڑی دیر تک میں اوم پرکاش سے اصرار کرتا رہا اور وہ مجھے ٹالنے کی کوشش کرتا رہا لیکن جب میں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو وہ مجھے سونا گھاٹ کے بارے میں اپنے تجربات بتانے پر آمادہ ہو گیا۔ جتنی دیر تک وہ مجھے اپنی آنکھوں دیکھی باتیں بتاتا رہا' میں خاموش بیٹھا بڑی دلچسپی سے اس کے ایک ایک جملے کو ذہن نشین کرتا رہا۔ اوم پرکاش نے مجھے جتنی باتیں اور جتنے واقعات بتائے ان میں بیشتر میں نے پہلے ہی سن رکھے تھے۔ سوائے ایک اہم واقعے کہ جو میرے لئے نہ صرف یہ کہ نیا تھا بلکہ تعجب خیز بھی تھا۔

اوم پرکاش کے بیان کے مطابق سونا گھاٹ کے پرانے مندر میں جہاں پجاری کی لاش تہہ خانے میں موجود تھی کسی کو بھی جانے کی

اجازت نہیں تھی۔صرف مندر کا پجاری ہفتے میں ایک بار تہہ خانے میں جا کر پنڈت موہن لال کی لاش کو اس غرض سے جھانک آتا تھا کہیں گلنے سڑنے کے آثار تو نہیں پیدا ہو رہے ہیں۔علاقے کے افسران بھی اگر لاش دیکھنا چاہتے تو پہلے انہیں پہلے نئے پجاری کی اجازت لینا پڑتی اور نیا پجاری ایسے موقع پر اس افسر کے ساتھ ہوتا تھا۔اوم پرکاش نے جو واقعہ مجھے سنایا وہ ایک ایسے سادھو کے بارے میں تھا جو سونا گھاٹ کے علاقے میں نیا نیا آیا تھا۔سادھو کے ساتھ اس کے دو چار چیلے بھی تھے جن کے جسموں پر محض لنگوٹی ہوا کرتی تھی اور وہ تمام جسم پر بھبھوت ملے سارے علاقے میں گھومتے پھرتے تھے۔بڑے سادھو کے بیان میں کچھ ایسا جادو تھا کہ سونا گھاٹ کے مقامی ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد اس کی بھگتی کرنے لگی۔

سادھو کے بارے میں جو بات خاص طور پر نوٹ کی گئی تھی' وہ یہ تھی کہ

وہ اناج کو کبھی ہاتھ نہیں لگاتا بلکہ صرف جنگلی پھلوں اور جڑی بوٹیوں پر گزارا کرتا تھا اور بے حد ہٹا کٹا نظر آتا تھا۔ مقامی ہندوؤں نے سادھو کے لئے ایک دھرم شالہ میں بندوبست کرنا چاہا تو سادھو نے انکار کردیا۔ دن بھر وہ علاقے میں اِدھر اُدھر گھومتا پھرتا اور رات ہوتے ہی اس بوڑھے برگدے کے نیچے آ کر بیٹھ جاتا جو ہندوؤں کے مرگھٹ کے قریب تقریباً ستر سال سے موجود تھا۔ اس درخت کے نیچے بیٹھ کر سادھو تمام رات جاپ کرتا تھا چنانچہ اس کے بارے میں بھی رفتہ رفتہ یہ بات مشہور ہونے لگی کہ وہ کسی اوتار کا بھیجا ہوا ہے۔

اوم کاش کے بیان کے مطابق سادھو تقریباً ایک ماہ تک اپنے روزمرہ کے معمول پر عمل کرتا رہا پھر ایک دن اچانک اس نے یہ اعلان کردیا کہ سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں جو کچھ مشہور ہے وہ سب

جھوٹ ہے اور یہ کہ وہ بہت جلد پجاری کے بارے میں ایک ایسا سنسنی خیز اعلان کرنے والا ہے' جس کے بعد سونا گھاٹ کے پجاری کا سارا کچا چٹھا کھل جائے گا۔

سادھو کے اعلان سے سونا گھاٹ میں ہر طرف خوف و ہراس پھیل گیا تھا۔ جو لوگ پنڈت موہن لال کی شکتی کے قائل تھے' وہ سادھو کو برا بھلا کہنے لگے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو سادھو کی خاموش حمایت کر رہے تھے۔ سادھو کے اعلان کی خبر جنگل کی آگ کی طرح سونا گھاٹ میں پھیل گئی اس کے بعد جو واقعہ ظہور پذیر ہوا' وہ انتہائی حیرت انگیز تھا۔ سادھو نے پرانے مندر کے نئے پجاری سے مل کر اس بات کی درخواست کی تھی اور دعویٰ کیا تھا کہ اگر اسے پنڈت موہن لال کی ارتھی ایک نظر دیکھنے کی اجازت مل جائے تو وہ اپنا دعویٰ سچ ثابت کر دکھائے گا کہ سونا گھاٹ کے پجاری کے متعلق جو کچھ مشہور ہے' وہ

سب جھوٹ ہے۔ نئے پجاری نے سادھو کو اس کے ارادے باز رکھنے کی بہت کوشش کی۔ اسے سمجھایا بجھایا لیکن سادھو اپنی ضد پر اڑا رہا تو نئے پجاری نے اس شرط کے ساتھ اسے اجازت دے دی کہ جس وقت وہ تہہ خانے میں اترے اس وقت مقامی پنڈتوں اور بھگتوں کی ایک بڑی تعداد کا وہاں موجود ہونا ضروری ہے تاکہ اس بات کا فیصلہ کیا جا سکے کہ سادھو اور سونا گھاٹ کے پجاری میں سے کس کی شکتی زیادہ ہے۔ سادھو اس شرط پر فوراً ہی آمادہ ہو گیا۔

اگلے دن سورج ڈھلنے سے تقریباً دو گھنٹے پیشتر طے شدہ پروگرام کے تحت مقامی بھگتوں اور پنڈتوں کی ایک اچھی خاصی تعداد پرانے مندر کے سامنے موجود تھی۔ مقامی ہندوؤں کا ہجوم بھی اس تماشے کے دیکھنے کی غرض سے وہاں جمع ہو گیا تھا' اوم پرکاش کے بیان کے مطابق وہ بھی اس ہجوم میں ایک خاموش تماشائی کی حیثیت سے موجود

تھا۔

بھجن اور پرارتھنا کے بعد سب لوگوں کی نظریں سادھو پر جم گئیں جو اپنے خاص چیلوں کے درمیان سینہ تانے بیٹھا تھا۔ اس کے ننگ دھڑنگ جسم پر سیاہ اور لمبے لمبے بال بڑے خوفناک لگ رہے تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی اور چمکدار تھیں۔ سر کسی انڈے کے چھلکے کی طرح صاف تھا لیکن چٹیا خاصی گھنی اور لمبی تھی۔ پرارتھنا کے بعد مندر کے پجاری کے اشارے پر وہ مسکراتا ہوا اٹھا اور مندر کی ان چوبی سیڑھیوں کی جانب آہستہ آہستہ قدم اٹھانے لگا جو ایک اونچے چبوترے سے گولائی کی شکل میں گھومتی ہوئی تہہ خانے کے اس بڑے دروازے تک چلی گئی تھیں جہاں بھگوان کی مورتی اور دوسرے مذہبی دیوی دیوتاؤں کی شکلیں بنی ہوئی تھیں۔

سونا گھاٹ کے پجاری کو جس کے بارے میں پنڈتوں اور بھگتوں کا

خیال تھا کہ وہ مرا نہیں امر ہو گیا ہے۔ تہہ خانے میں محفوظ کیئے ہوئے ایک سال سے کچھ اوپر کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اس مدت میں نو وارد سادھو وہ پہلا شخص تھا جس نے پنڈت موہن لال کی شکتی کو للکارنے اور جھوٹا ثابت کرنے کی جرات کی تھی چنانچہ سادھو کے قدم جیسے جیسے چبوترے کی طرف بڑھ رہے تھے لوگوں کے دل کی دھڑکنیں بھی بڑھتی جا رہی تھیں۔ ہر طرف موت کا سناٹا طاری تھا۔ ہر فرد کی نگاہیں سادھو پر جمی ہوئی تھیں جو بڑی شان سے اکڑا ہوا آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

چوبی سیڑھیوں والے اونچے چبوترے پر پہنچ کر سادھو رک گیا۔ اس نے پلٹ کر ہجوم پر نظر ڈالی۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی پر اسرار مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔ آنکھیں کسی آدم خور جانور کی طرح چمک رہی تھیں۔ چند لمحے وہ سینہ تانے چبوترے پر کھڑا ہجوم کو دیکھتا رہا پھر اس کے

ہونٹ ہلے اور اس کی ٹھوس اور کرخت آواز ابھری۔

''سجنو! میں ایک بار پھر اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں کہ سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں جو قصے اور کہانیاں مشہور کی گئی ہیں' وہ ساری کی ساری جھوٹی ہیں۔ منتش جات کا بھگوان کی شکتی کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ میں دیوی اور دیوتاؤں کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ اپنے کہے کو سچ کر دکھاؤں گا لیکن اس بات سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں پرانے پجاری کی ارتھی کا اپمان کرنا چاہتا ہوں۔

سادھو نے اتنا کہہ کر پورے ہجوم پر ایک نظر ڈالی۔ پرانے مندر کے پجاری اور مجمع میں موجود پنڈتوں اور بھگتوں کی کشادہ پیشانیوں پر بل پڑ گئے۔ سادھو اپنی جگہ سینہ تانے کھڑا مسکرا رہا تھا پھر آہستہ آہستہ گھومتا اور سیڑھیوں کو طے کرنے لگا۔ جیسے جیسے وہ اگلی سیڑھی پر قدم رکھتا تھا اس کا نچلا دھڑ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوتا جاتا تھا پھر اس وقت

جب کہ اس جا سر لوگوں کو صاف نظر آ رہا تھا ایک ایسا منظر دیکھنے میں آیا کہ ہجوم میں لوگوں کے چہرے مارے خوف کے پیلے پڑ گئے اور کچھ لوگ تو چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔

تہہ خانے کی سیڑھیوں سے لوگوں نے ایک نیلے رنگ کا شعلہ سا لپکتا دیکھا تھا اس کے بعد سادھو کی کرینا ک چیخیں گونجنے لگی تھیں۔ سب سے پہلے پرانے مندر کا پجاری اپنی جگہ سے اٹھا پھر اس کے پیچھے دوسرے پجاری اور پنڈت بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر سیڑھی کی طرف دوڑ پڑے۔ بعد میں قریب پہنچ کر انہوں نے سادھو کو جس حالت میں دیکھا اس سے ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

ہٹا کٹا سادھو سیڑھیوں پر بے جان پڑا تھا اور اس کا سارا بدن اور چہرا جھلس کر اس طرح مسخ ہو گیا تھا کہ اندر کی چربی جھانکنے لگی تھی۔

بھگتوں اور پجاری کے چہرے خوشی سے دمک اٹھے۔ پنڈتوں نے

تجویز پیش کی کہ سادھو کی لاش کو سزا دینے کی خاطر دریا میں نہا کر آبی جانوروں کی بھینٹ کر دیا جائے لیکن پجاریوں نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور سادھو کی لاش کو دھرم کے مطابق جلا کر راکھ کر ڈالا اور اس کی راکھ کو پانی میں بہا دیا گیا۔ سادھو کے ساتھ سونا گھاٹ کے پجاری کی شکتی کے اس عبرت ناک مظاہرے نے لوگوں کے دلوں پر ایسا خوف و ہراس طاری کر دیا کہ وہ دن کے اوقات میں بھی تہہ خانے والی سیڑھیوں سے کترانے لگے تھے۔

اوم پرکاش چونکہ اس واقعے کا عینی شاہد تھا اس لئے جب میں نے اس کی زبانی یہ پراسرار واقعہ سنا تو سوچ میں پڑ گیا۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں ان عقیدوں کا قائل نہیں تھا جو جادو ٹونوں اور آسیبی حالات کی پیداوار بن کر لوگوں کے دلوں پر اپنی دہشت جما لیتے ہیں پھر بھی اوم پرکاش نے جو کچھ مجھے بتایا تھا' وہ میرے لئے جہاں ایک

حیرت انگیز واقعہ تھا وہاں اس واقعے نے میرے ذوق تجسس کو اور بھی بھڑ کا دیا اور میں نے دل ہی دل میں اس بات کا عہد کرلیا کہ سونا گھاٹ جا کر میں سب سے پہلے پنڈت موہن لال کی لاش کی قوت کا راز معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔

''کیا سوچ رہے ہو میرے دوست۔'' اوم پرکاش نے مجھے خاموش پا کر کہا'' کیا اس واقعے کو سن لینے کے بعد بھی تم سونا گھاٹ سے اپنے تبادلے کے احکامات منسوخ کرانے کی کوشش نہیں کرو گے۔''

''مطلق نہیں۔'' میں اوم پرکاش کی بات سن کر مسکرایا پھر جانے کے ارادے سے اٹھنے لگا تو اوم پرکاش نے مجھے روکتے ہوئے کہا۔

''افضل بیگ' میں تم کو ایک اور بات بتانا چاہتا ہوں بشرطیکہ تم اس کا کوئی غلط مطلب نہ نکالو۔''

''تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو بے دھڑک کہہ ڈالو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ

کسی غلط خیال کو دل میں جگہ نہیں دوں گا۔"

اوم پرکاش نے فوراً ہی میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ثانئے وہ یوں میرے چہرے پر نظریں جمائے مجھے گھورتا رہا جیسے میری کہی ہوئی بات کی صداقت پر غور کررہا ہو پھر دبی زبان میں بولا۔

"سونا گھاٹ میں، میں نے کسی مسلمان کو مشکل ہی سے پھلتے پھولتے دیکھا ہے؟"

"کیا تم یہ باور کرانا چاہتے ہو اوم پرکاش کہ سونا گھاٹ کا پجاری اپنی حدود میں مسلمانوں کے وجود کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتا۔" میں نے اس بار کچھ ایسے سرد لہجے میں اوم پرکاش کو مخاطب کیا کہ وہ گھبرا گیا اور بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"افضل بیگ، میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے تمہیں ڈرانے یا خوف زدہ کرنے کی خاطر یہ بات نہیں کہی تھی بلکہ جو کچھ

وہاں دیکھا اور محسوس کیا تھا وہ بتایا تھا۔ محض تمہاری بھلائی اور بہتری کی خاطر۔"

مجھے اپنے سخت رویے پر شرمندگی محسوس ہوئی چنانچہ میں نے نرم آواز میں کہا۔

"میں تمہاری بات پر ہرگز ناراض نہیں ہوں۔ نہ ہی میں نے اس کا برا مانا ہے بلکہ صرف اپنا ایک خیال کیا تھا۔"

"اگر تمہارا دل میری طرف سے صاف ہے تو میری ایک بات اور مان لو اس کے بعد جو تمہارے جی میں آئے کرنا میں منع کروں گا۔"

"سونا گھاٹ سے اپنے تبادے کے احکامات کو منسوخ کرانے کے سوا میں تمہاری ہر بات سننے اور ماننے کو تیار ہوں۔" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔

"میرا صرف یہ مشورہ ہے کہ تم سونا گھاٹ جانے سے پیشتر ٹھاکر

مہاراج سے ضرور مل لو۔'' اوم پرکاش نے مجھے سمجھاتے ہوئے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا''ٹھاکر جی سے میرے بڑے اچھے تعلقات ہیں۔ بڑے پہنچے ہوئے مہاتما ہیں۔ ان کا کہا میں نے آج تک غلط ہوتے نہیں دیکھا۔''

ٹھاکر مہاراج کے بارے میں' میں نے اپنے دوسرے ہندو دوستوں سے بھی بہت کچھ سن رکھا تھا۔ سب ہی اس بات کے قائل تھے کہ ٹھاکر مہاراج جو بات زبان سے نکالتے ہیں' وہ پتھر کی لکیر بن جاتی ہے۔ کبھی کوئی آدمی ان کے پاس سے خالی ہاتھ مایوس نہیں لوٹا۔ دور دراز علاقوں سے بھی ان کے عقیدت منداور ضرورت مند ان کی چرن چھونے کی غرض سے آیا کرتے تھے اور خوش خوش واپس پلٹ جاتے تھے۔ ٹھاکر مہاراج کے بارے میں یہ بات بھی مشہور تھی کہ ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہے اور انہوں نے اپنی پوری جوانی بنارس کے

مندروں میں دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ میں گزاری تھی اور اب اپنا بڑھاپا لوگوں کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔

جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے مجھے جوتش، نجوم، عمل، رمل اور تعویز گنڈوں پر کبھی بھی اعتقاد نہیں رہا لیکن اوم پرکاش نے مجھ سے دو تین بار اصرار کیا کہ میں ٹھاکر مہاراج سے مل لوں تو بادل ناخواستہ میں نے اپنی آمادگی کا اظہار یہ سوچ کر دیا کہ اسی بہانے زندگی میں ایک اور تجربہ حاصل ہو جائے۔ کچھ مجھے اوم پرکاش پر بھی شبہ ہو رہا تھا کہ شاید وہ کسی خاص وجہ سے مجھے سونا گھاٹ جانے سے روکنا چاہتا ہے یا پھر اپنے مذہبی دیوی دیوتاؤں اور رشی منیوں کے کرشموں سے متاثر کرانے کا خواہش مند ہے۔ بہر حال میں نے اس کے اصرار پر اپنی رضامندی ظاہر کر دی لیکن دل میں یہ پکا ارادہ کر لیا تھا کہ خواہ مخواہ حالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں، میں ان سے قطعی طور پر نہ متاثر ہوں گا

اور نہ ہی سونا گھاٹ جانے کا ارادہ کسی قیمت پر ترک کروں گا۔

اوم پرکاش دوسرے ہی دن مجھے ٹھاکر مہاراج کے پاس لے گیا جہاں کھلے میدان میں اور بھی بہت سارے لوگ موجود تھے۔ ٹھاکر جی کے جسم پر صرف ایک لنگوٹی نظر آ رہی تھی اور پورے جسم پر صندل اور گیرو ملا ہوا تھا۔ آنکھیں بند کئے وہ ایک پیپل کے پرانے درخت کے تنے کے ساتھ بنے ہوئے گول اور پکے چبوترے پر بیٹھے مالا جپنے میں مگن نظر آ رہے تھے۔ جہاں تک ان کی عمر کا تعلق تھا تو میں نے بھی اندازہ لگایا کہ وہ سو سال سے کچھ زائد ہی کے ہوں گے۔ ان کے جسم پر نظر آنے والے بال روئی کی طرح سفید اور نرم نرم دکھائی دے رہے تھے۔ پورے جسم پر جھریاں سی پڑی ہوئی تھیں۔ چہرے اور پسلیوں کی ہڈیاں صاف طور پر نظر آ رہی تھیں۔

میں اوم پرکاش کے ساتھ مجمع میں ایک طرف بیٹھا تماشا دیکھتا رہا۔

اپنے اپنے نمبر سے ہر آدمی اٹھ کر پہلے مہاراج کے قدم چھوتا پھر اپنی بپتا یا رام کہانی شروع کر دیتا اور اس کے جواب میں کبھی ٹھاکر جی مالا والا ہاتھ اٹھا کر اسے تسلی دے دیتے اور کبھی اشارے سے بھگا دیتے۔ منہ سے کسی سے بھی کچھ نہیں کہہ رہے تھے۔ ہاں چہرے کی کیفیت میں ضرور اتار چڑھاؤ پیدا ہو رہا تھا لیکن میں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی کہ ٹھاکر جی نے ایک بار بھی اپنی بند آنکھیں کھول کر کسی عقیدت مند کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

مجھے اپنے نمبر کے لئے تقریباً چار گھنٹے تک منتظر رہنا پڑا۔ اس عرصے میں میرے اوپر اکتاہٹ سی طاری ہو گئی تھی۔ ایک آدھ بار تو دل نے کہا بھی کہ کس لغویت میں پڑ گئے ہو؟ اٹھو اور بھاگ چلو لیکن اوم پرکاش کی دل شکنی نہ کرنے کے خیال سے میں دل پر جبر کئے بیٹھا رہا۔ ویسے میں نے اوم پرکاش سے یہ بات پہلے ہی کہہ رکھی تھی کہ وہ جو چاہے

میرے سلسلے میں کہہ سکتا ہے لیکن میں اپنی زبان سے کچھ نہ بولوں گا۔

خدا خدا کر کے جب میرے باری آئی تو میرے علاوہ دس پندرہ لوگ اور باقی رہ گئے تھے۔ اوم پرکاش میرا ہاتھ تھامے ٹھاکر مہاراج کے سامنے جا کر کھڑا ہوا تو ایک بار پھر میرے دل نے کہا ''افضل بیگ' اب بھی موقع ہے۔ نکل بھاگو۔'' لیکن اب جب کہ میں اپنا اچھا خاصا قیمتی وقت ضائع کر چکا تھا' دل کا مشورہ بھلا کس طرح قبول کر سکتا تھا چنانچہ میں نے اپنے ذہن کی تمام قوتوں کو یکجا کیا اور ٹھاکر جی کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا جو بدستور لکڑی کی وزنی مالا پر خدا جانے کس منتر کا جاپ کر رہے تھے۔

''جے مہاراج۔'' اوم پرکاش نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر بڑی عقیدت سے ذرا جھکتے ہوئے کہا پھر قبل اس کے کہ وہ میرے بارے

میں آگے کچھ کہتا کہ ٹھاکر جی نے الٹا ہاتھ فضا میں بلند کر کے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی ان کا پورا چہرا سرخ انگارے کی مانند دہک اٹھا۔ جھریوں زدہ کانپتے ہوئے ہاتھ لکڑی کی مالا پر تیز تیز چلنے لگے۔

اوم پرکاش کی حالت مجھے کچھ غیر سی نظر آ رہی تھی لیکن میں اپنی جگہ بدستور لا پروا بنا بیٹھا مہاراج کو دیکھتا رہا۔ کچھ دیر تک وہ جلال کی حالت میں رہے پھر میری طرف چہرہ گھما کر آنکھیں کھول دیں۔ نہ جانے ٹھاکر جی کی آنکھوں میں کیسی چمک تھی کہ میں نے اپنے والد کے ساتھ بڑے بڑے دشوار گزار معرکے سر کیئے تھے لیکن ٹھاکر جی مہاراج کی آنکھوں کی چمک کچھ ایسی پراسرار اور سحر انگیز تھی کہ میں چاہنے کے باوجود اپنی توجہ دوسری طرف نہ کر سکا۔

ٹھاکر مہاراج کچھ دیر تک میری آنکھوں میں جھانکتے رہے پھر ان کے

چہرے کی کرختگی آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی اور انکے چہرے پر ایسے آثار نمودار ہو گئے جیسے کسی مشفق استاد کے اپنے شاگرد کے لئے ہوتے ہیں۔ اوم پرکاش نے دوبارہ کچھ کہنے کی کوشش کی تھی لیکن ٹھاکر جی نے اسے اشارے سے چپ رہنے کو کہا پھر مجھے گھورتے ہوئے بولے۔

''تم مجھ سے پوچھنے آئے ہو کہ تمہارا سونا گھاٹ جانا مناسب ہے یا نہیں۔''

''جی ہاں۔'' میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔

''میں تمہارے شریر کے اندر حیرت انگیز طاقت کو جنم لیتے دیکھ رہا ہوں۔ ایسی طاقت اور ایسی شکتی جس کے آگے بڑے بڑے سورماؤں کی بھی ہیچ ہو گئی۔'' ٹھاکر مہاراج نے مجھے سر سے پیر تک گھورتے ہوئے کہا۔

''کیا سونا گھاٹ کا پجاری مجھے اپنی حدود میں قبول کرلے گا۔'' میں دل کڑا کر کے پوچھ بیٹھا۔

''لڑکے۔تم میری شکتی کا امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہو۔'' ٹھاکر مہاراج کے چہرے پر دوبارہ جلال طاری ہو گیا۔ کرخت لہجے میں بولے ''میں تمہارے من کا بھید بھی بتا سکتا ہوں۔ کیا یہ غلط ہے کہ تم سونا گھاٹ کے پجاری کی شکتی کا راز جاننے کے لئے اپنے دل میں پکا عہد کر چکے ہو۔''

''ہاں۔۔ میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔'' میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔

''تو یہ بھی سن لو جیت تمہاری ہو گی لیکن اگر تم نے سونا گھاٹ کے پجاری کو کشت دینے کی کوشش کی تو تمام جیون در بدر کی خاک چھانتے پھرو گے۔ کالی شکتیاں تمہیں کبھی آرام و سکون نہ لینے دیں گی۔''

''پھر کوئی اپائے بتایئے نا مہاراج۔'' اوم پرکاش بولا۔
میں خاموش کھڑا ٹھاکر مہاراج کے چہرے کو گھورتا رہا چونکہ میں خود کو پہلے سے تیار کر چکا تھا کہ اس کی کسی بات سے متاثر نہیں ہوں گا اس لئے اوپر کوئی خاص کیفیت طاری نہیں ہوئی بلکہ میں یہ سوچنے لگا کہ ممکن ہے ٹھاکر مہاراج مجھے اپنی باتوں کے سحر سے مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔
اچانک وہ مجھے گھور کر بولے ''میں جانتا ہوں کہ تو میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہے۔ بھگوان کی بھگتی دیوی دیوتاؤں کی کرپا سے میری آنکھوں میں اتنی شکتی موجود ہے کہ میں تیرے من کو پڑھ سکوں۔''
میں نے مسکرا کر کہا ''مہاراج آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔''
'' بکواس مت کر بالک۔'' ٹھاکر مہاراج کا چہرہ غصے سے لال بھبھوکا ہوگیا۔ اپنی چمکدار آنکھیں میری آنکھوں میں ڈال کر وہ زور سے

کڑ کے" کیا تیرے من کی یہ اچھا نہیں ہے کہ تو اپنے کنبے والوں سے بدلہ لے۔"

ایک لمحے کو میں چونک اٹھا۔ ٹھاکر مہاراج سے سچ مچ میرے دل کا حال پڑھ لیا تھا۔ میں اس وقت یہی سوچ رہا تھا کہ اگر اس کی یہ بات سچ ہوئی اور میں پر اسرار قوتوں کا مالک بن گیا تو سب سے پہلے اپنے بڑے بھائی سے انتقام لوں گا۔ جس نے مجھے جیل میں سڑا ڈالنے کی دھمکی دے کر جائداد کا بیشتر حصہ ہڑپ کر لیا تھا۔

"بالک۔۔ میری بات بڑے دھیان سے سن۔"

ٹھاکر مہاراج نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "نینی تال سے تیرا تبادلہ بھگوان کی مرضی سے ہوا ہے اور اب دیوتاؤں کی مرضی بھی یہی ہے کہ تو سونا گھاٹ جائے لیکن خبردار جو تو نے سونا گھاٹ کے پجاری کو کشٹ دینے کی کوشش کی۔ تمام جیون دکھ اٹھائے گا۔ اگر

تو چاہتا ہے کہ تیرے شریر میں بلوان جیسی شکتی پیدا ہو تو تجھے پجاری کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنا پڑے گا۔ اسی میں تیری جیت ہے"

"مہاراج۔۔۔" اوم پرکاش جلدی سے بولا "اگر میرا دوست اپنا تبادلہ منسوخ کرالے تو کیا حرج ہے۔"

"یہ ناممکن ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا ساتھی اٹل ارادوں کا مالک ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے سونا گھاٹ جانے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ سونا گھاٹ کے علاقے ہی سے اس کو ایک نیا جیون ملے گا۔ ایسا جیون جس میں قدم قدم پر کٹھنائیں تو ضرور ہوں گی لیکن یہ ان کٹھناؤں کو جھیل جائے گا اور پھر۔۔۔"

ٹھاکر مہاراج خاموش ہو گیا تو میرا تجسس بڑھ گیا۔ میں نے جلدی سے پوچھا۔

"پھر کیا ہو گا مہاراج۔"

''پھر تو ایسی شکتی کا مالک ہوگا جس کے آگے دیوی دیوتاؤں کی شکتی بھی ہیچ ہوگی۔ تو جو چاہے گا وہی ہوگا۔ تیری ہر خواہش پلک جھپکتے پوری ہوگی پر میری اس بات کو گرہ میں باندھ لے کہ تو سونا گھاٹ کے پجاری کو کشٹ دینے کی حماقت نہیں کرے گا۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ کھڑا سنتا رہا کہ جانے کیوں ٹھاکر بار بار مجھے سونا گھاٹ کے پجاری کو کوئی تکلیف نہ پہنچانے کی تاکید کر رہا ہے۔ اس راز کو پانے کے لئے میرا شوق تجسس اور بڑھ گیا۔

اوم پرکاش بدستور دونوں ہاتھ جوڑے مہاراج کے سامنے کھڑا تھا۔ اچانک مہاراج نے دونوں آنکھیں بند کر لیں۔ میں سمجھا کہ شاید اسے اور کچھ نہیں کہنا چنانچہ میں اوم پرکاش کو اشارے سے چلنے کو کہا مگر قبل اس کے کہ میں وہاں سے ہٹتا ٹھاکر مہاراج نے گرجتی ہوئی آواز میں مجھے مخاطب کر کے کہا۔

''بالک' ایک بات اور گرہ سے باندھ لے۔۔ تجھے پراسرار شکتی حاصل کرنے کے لئے اپنا دھرم بھی بدلنا ہوگا۔''

''ناممکن۔'' میں اچانک بھڑک اٹھا۔

''بھگوان جو چاہے وہ ممکن ہو جاتا ہے۔ تجھے ہر حالت میں اپنا دھرم بدلنا ہوگا۔ حالات تجھے مجبور کر دیں گے۔'' ٹھاکر مہاراج نے آنکھیں بند کئے جواب دیا ''میں جانتا ہوں کہ تو ایک کمزور ہنومان مہاراج سے بھی زیادہ شکتی کا مالک ہوگا۔ بس۔۔ اس کے آگے میں کچھ نہیں کہوں گا۔''

میرا چہرا غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ اگر اوم پرکاش اور وہاں بیٹھے ہوئے دوسرے عقیدت مندوں کا خیال نہ ہوتا تو ممکن تھا میں مہاراج کی شان میں گستاخی کر بیٹھتا۔ بہر حال میں نے خون کا گھونٹ پی کر اپنے اوپر قابو پایا اور ٹھاکر مہاراج کو گھورتا ہوا واپس آ گیا۔

واپسی پر میرا ساتھی اوم پرکاش تمام راستے مجھے سمجھاتا رہا کہ جو کچھ ٹھاکر مہاراج نے مجھے ہدایت کی ہے میں اسی پر عمل کروں مگر میں نے کوئی جواب نہ دیا۔

گھر آکر میں نے دوبارہ اپنے سفری سامان کو چیک کیا کہ کہیں ضرورت کی کوئی چیز باقی تو نہیں رہ گئی اور پھر اگلے ہی دن خدا کا نام لے کر سونا گھاٹ کے لئے روانہ ہو گیا۔

سونا گھاٹ پہنچ کر میں نے جس فارسٹ آفیسر سے اپنے عہدے کا چارج لیا اس کا نام روی شنکر تھا۔ یہ شخص پستہ قد اور دہرے جسم کا ایک خوب صورت نوجوان تھا۔ جسمانی اعتبار سے بھی اگر اسے خوب صورت کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ہیڈ کوارٹر سے روانگی کے وقت مجھے اوم پرکاش نے اس کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ ایک ہنس مکھ، ملنسار اور دلیر قسم کا افسر ہے لیکن میں نے روی شنکر کو اس کے برخلاف پایا۔

پہلی بار جب میں نے اس سے ملاقات کی اور اسے بتایا کہ میں اس سے چارج لینے کی غرض سے آیا ہوں تو اس کی کشادہ پیشانی پر ناگواری کی لاتعداد آڑی ترچھی سلوٹیں ابھر آئیں۔ اس کے چہرے پر اچانک ابھرنے والے تاثرات دیکھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ شاید اسے سونا گھاٹ میں میرا آنا تو پسند نہیں آیا یا پھر جان بوجھ کر مجھے اس بات کا احساس دلانا چاہتا تھا کہ میں نے یہاں آکر کسی بڑی غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ مجھے اوم پرکاش کی کہی ہوئی بات یاد آ گئی کہ سونا گھاٹ کے علاقے میں کسی مسلمان کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اس خیال کے آتے ہی میرا تجسس اور بڑھ گیا۔ میں نے اپنے تئیں بڑی گرم جوشی سے روی شنکر سے مصافحہ کیا پھر اس کے کہے بغیر ہی ایک خالی کرسی پر بڑے اطمینان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

روی شنکر کچھ دیر سنجیدہ بیٹھا میرے چہرے کو یوں تکتا رہا جیسے میں اس

کے لئے کوئی عجیب الخلقت چیز تھا اس نے بڑے خشک لہجے میں مجھے مخاطب کر کے کہا۔

''آپ کا شبھ نام شاید افضل بیگ ہے؟''

''جی ہاں۔'' میں نے دیدہ دانستہ بڑی ٹھوس آواز میں جواب دیا

''تبادلے کے کاغذات میں بھی یہی نام درج ہے۔''

''میں کاغذات دیکھ چکا ہوں۔'' روی شنکر نے ہونٹ چباتے ہوئے آہستہ سے کہا پھر یکلخت خاموش ہو گیا۔ مجھے اس کی یہ خاموشی بڑی پراسرار لگی۔ سونا گاٹ کے بارے میں جو کچھ میں نے سن رکھا تھا اس نے مجھے پہلے ہی بہت محتاط کر دیا تھا۔ چنانچہ میں شنکر کو خاموش پا کر ایک لمحے تک اس کے چہرے پر نظر گاڑے دیکھتا رہا پھر بولا۔

''کیا میری آمد آپ کیلئے غیر متوقع تھی۔''

''ہاں۔ میں نے سنا تھا کہ آپ اپنا تبادلہ منسوخ کرانے کے چکر میں

ہیں۔"

"بالکل غلط۔" میں جلدی سے بولا "میرے ذہن میں تبادلے کو منسوخ کرانے کا کبھی کوئی خیال نہیں آیا۔"

"ہوسکتا ہے کہ میری غلط اطلاع ہو۔" روی شنکر نے کرسی پر پہلو بدلا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ کوئی بات مجھ سے کہنے کے لئے بے چین ہے ایک بار تو میرے جی میں آئی کہ کھل کر اس کی بے چینی کی وجہ پوچھ لوں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھا سامنے میز پر رکھی ہوئی فائل کو یونہی دیکھتا رہا پھر اچانک میری طرف دیکھ کر بولا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ آپ نے سونا گھاٹ کی تقرری قبول کر کے غلطی کی ہے تو آپ برا تو نہیں مانیں گے۔"

"میں سمجھا نہیں کہ اس بات سے آپ کا مقصد کیا ہے۔" میں نے

قدرے چبھتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''سونا گھاٹ کے متعلق آپ کی معلومات غالباً زیادہ نہیں ہیں۔'' اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔

''ہوسکتا ہے۔'' میں بے پروائی سے بولا ''لیکن مجھے کسی علاقے سے کوئی سروکار نہیں۔ صرف اپنے کام سے کام رکھنا ہی میری عادت ہے۔''

''جیسے آپ کی مرضی۔'' روی شنکر نے قدرے نفرت سے جواب دیا پھر تیزی سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔

مجھے اسکی یہ حرکت بہت بری لگی لیکن میں چپ بیٹھا رہا۔ میرا دل گوہی دیرہا تھا کہ روی شنکر میری اچانک آمد سے خوش نہیں ہے۔ کیوں؟ اس کی وجہ میں نہ جان سکا لیکن اتنا ضرور ہوا کہ سونا گھاٹ سے میری دلچسپی اور بڑھ گئی۔ دس منٹ بعد روی شنکر سنجیدہ سی صورت بنائے

دوبارہ کمرے میں داخل ہوا اور مجھ سے کچھ کہے بغیر اپنی کرسی پر بیٹھ کر فائلوں اور ضروری کاغذات کی فہرست بنانے لگا جو اب میرے چارج میں آنے والی تھی۔ میں بدستور خاموش بیٹھا اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔

فہرست مرتب کرنے کے بعد اس نے مجھے وہ تمام کاغذات اور فائل دے دیے جو فہرست میں درج تھے۔ میں نے بڑی احتیاط سے تمام کاغذات کا جائزہ لیا پھر اپنا شوق مکمل اطمینان کر لینے کے بعد چارج رپورٹ پر دستخط کیے اور اس کی ایک نقل دستور کے مطابق روی شنکر کے حوالے کر دی جو اس بڑی جھلاہٹ سے تہ کر کے جیب میں ڈال لی۔

دوسرے روز روی شنکر چلا گیا تو میں نے اپنا سامان دو کمروں پر مشتمل اس کوارٹر نما مکان میں قرینے سے لگایا جو میرے لیے مخصوص تھا۔ میرا

آفس کوارٹر سے تقریباً بیس گز کے فاصلے پر تھا۔ مجموعی طور پر وہاں کل چار کوارٹر تھے۔ تین میں دوسرے ملازمین تھے اور چوتھا میرا تھا۔

رہائشی علاقہ جو تقریباً ہزار گز کے رقبے پر پھیلا تھا اسے چاروں طرف سے خاردار تاروں سے محفوظ کر دیا گیا تھا تاکہ جنگلی جانوروں کے شر سے محفوظ رہا جا سکے۔ ایک فارسٹ گارڈ ہر وقت داخلے کے پھاٹک پر تعینات رہتا تھا۔

میرے علاوہ دوسرے ملازمین کی تعداد آٹھ افراد پر مشتمل تھی جس میں چار فارسٹ آفیسر' گارڈ' دو کلرک' ایک ڈرائیور اور ایک چپڑاسی تھے۔ یہ سارے کے سارے مقامی ہندو تھے۔ میں نے اپنا چارج سنبھالتے ہی عملے کے تمام افراد پر یہ بات واضح کر دی تھی کہ میں کام کے سلسلے میں کسی کے ساتھ کوئی رعایت برتنے کا عادی نہیں ہوں۔

جواب میں سب ہی نے مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ مجھے کسی قسم کی

شکایت کا موقع نہیں دے گا لیکن میں نے جلد ہی یہ بات محسوس کر لی تھی کہ عملے کے افراد بظاہر تو مجھے اپنے کام سے مطمئن کر رہے ہیں لیکن ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ میری بالا دستی کو پسند نہیں کرتے تھے۔

میں اس کے لئے پہلے سے تیار ہو کر آیا تھا چنانچہ میں نے اس بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا اور اپنے کاموں میں مصروف رہا۔

سونا گھاٹ میں آئے ہوئے تین ہفتے گزر چکے تھے۔ اس عرصے میں نہ صرف یہ کہ میں نے جنگلات کا تفصیلی معائنہ کیا تھا بلکہ دوسرے علاقے کو بھی گھوم پھر کر اچھی طرح دیکھ لیا تھا لیکن ابھی تک میں نے سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں ایک لفظ بھی اپنے منہ سے نہیں نکالا تھا۔ مجھے اس سلسلے میں کسی ایسے مقامی ہندو کی تلاش تھی جس پر میں مکمل اعتماد کر سکوں۔ دوسری شکل میں اس بات کا خدشہ

لاحق تھا کہ شاید میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو پاؤں جس کے لئے میں نے ہیڈ کوارٹر سے روانگی کے وقت اٹل ارادہ کر رکھا تھا۔ اسی خیال کے تحت میں نے ابھی اس پرانے مندر کا رُخ بھی نہیں کیا تھا جس کے تہ خانے میں سونا گھاٹ کا پجاری روایت کے مطابق اب تک اپنی اصلی حالت میں موجود تھا۔

ایک ماہ اسی تگ و دو میں گزر گیا لیکن مجھے اپنے مقصد میں کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ ایک روز رات گئے میں اپنے کوارٹر میں لیٹا سونے کی کوشش کر رہا تھا کہ باہر برآمدے میں کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی پھر کسی نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی۔

احتیاط کے پیش نظر میں نے اپنا بھرا ہوا ریوالور جو تکیے کے نیچے رکھا تھا اٹھا کر اپنے گاؤن کی جیب میں ڈالا اور اٹھ کر دروازے کے قریب آ گیا۔

''کون ہے؟'' دروازے کے قریب جا کر میں نے پوچھا تو باہر سے مجھے مادھولال فارسٹ گارڈ کی آواز سنائی دی جس نے دبی زبان میں مجھ سے دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ ایک لمحے کے لئے میں نے سوچا کہ آخر مادھولال کو اس وقت رات گئے بھلا میری ضرورت کس سلسلے میں پیش آ گئی پھر میں نے بڑی بے پروائی سے دروازے کی چٹخنی کھول دی۔ دروازہ کھلتے ہی مادھولال جھپٹ کر اندر داخل ہوا اور دروازہ جلدی سے دوبارہ بند کر دیا۔ گاؤن مین بھرے ہوئے ریوالور کے دستے پر میری گرفت مضبوطی سے جمی ہوئی تھی اور میں مادھولال کو گھورتا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر مجھے جو تاثرات نظر آئے' وہ کچھ ایسے تھے جس سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا وہ بری طرح بوکھلایا ہوا ہے۔

''کیا بات ہے مادھولال' تم نے دروازہ کیوں بند کر دیا۔'' میں نے سختی

سے پوچھا تو وہ کچھ اور بوکھلا گیا۔ اس کی پھٹی پھٹی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا اور چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ تیز تیز چلتا ہوا سانس اس بات کی ترجمانی کر رہا تھا کہ وہ مجھ سے کوئی بہت اہم بات کہنا چاہتا ہے۔

میرے سوال پر وہ ایک لمحے کے لئے گڑبڑا گیا پھر مردہ سی آواز میں بولا۔

''شما کیجئے گا سرکار۔ میں نے اس سمے آپ کو تکلیف دی ہے۔ پرنتو۔۔۔''

مادھولال کا لہجہ بھی اس کی بوکھلاہٹ کا ثبوت پیش کر رہا تھا۔ میں نے اسے بڑے غور سے دیکھا پھر قدرے نرمی سے پوچھا۔

''تم غالباً مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو۔''

''ہاں سرکار لیکن اس سے قبل کہ میں آپ سے کچھ کہوں اس بات کی

درخواست کروں گا کہ آپ اس کا ذکر کسی اور سے نہ کریں۔''

''گھبراؤ نہیں مادھولال۔'' میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے نرمی سے کہا ''میں کوشش کروں گا کہ تمہارے کام آسکوں۔ رہا اس بات کا سوال کہ میں تمہاری بات کا تذکرہ کسی اور سے نہ کروں تو اس سلسلے میں تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو۔''

مادھولال کی نظروں میں امید کی ایک کرن چمک اٹھی۔ کچھ دیر تک وہ مجھے تشکرانہ نظروں سے خاموش کھڑا دیکھتا رہا پھر اس نے جو بات مجھے بتائی وہ نہ صرف یہ کہ میرے لئے حیرت انگیز تھی بلکہ اس نے میرے تجسس کو اور بھی بھڑکا دیا۔ مادھولال کے بیان کے مطابق سونا گھاٹ کے پجاری موہن لال کی آتما وقتاً فوقتاً سونا گھاٹ کی کسی جوان ہندو لڑکی کو تہ خانے میں ایک رات گزارنے کے لئے طلب کیا کرتی تھی۔ پجاری کی آتما کی اس انوکھی خواہش کا علم صرف پرانے

مندر کے نئے پجاری کو ہوا کرتا تھا جو بعد میں اس لڑکی کے والدین سے مل کر موہن لال کی آتما کی فرمائش بیان کرتا تھا اور لڑکی کے والدین جو مردہ پجاری کو سونا گھاٹ کے لئے رحم و آشتی کا دیوتا سمجھتے تھے چپ چپا اپنی لڑکی کو نئے پجاری کے حوالے کر دیا کرتے تھے۔ جو اسے پرانے مندر میں ایک رات گزارنے کے لئے چھوڑ آتا تھا۔ ہر وہ لڑکی جو تہ خانے میں رات گزارنے کے بعد باہر آتی تھی' انتہائی مقدس سمجھی جاتی تھی اور لوگ اسے دیوی سمجھتے تھے۔ مادھو لال نے مجھے یہ بھی بتایا کہ تہ خانے میں رات گزارنے والی لڑکی جب دوسری صبح باہر نکلتی تھی تو اس کی زبان بند ہو جاتی تھی لیکن لوگ اس کے گونگے پن کو بھی موہن لال کی آتما کا کوئی کرشمہ سمجھ کر اس کی پوجا پاٹ شروع کر دیتے تھے۔

میں بڑی توجہ سے مادھو کی بات سنتا رہا پھر جب اس نے مجھے یہ بتایا

کہ آج شام پرانے مندر کے نئے پجاری نے اس سے ملاقات کی تھی اور یہ بتایا تھا کہ اس بار موہن لال کی آتما نے اس کی نئی نویلی دلہن کو تہ خانے میں رات گزارنے کے لئے پسند کیا تھا تو میں سمجھ گیا کہ اتنی رات گئے مادھو لال میرے پاس کیوں آیا ہے۔ دراصل وہ مجھ سے یہ چاہتا تھا کہ میں کسی طرح اس کی بیوی کو موہن لال کی آتما کی خواہش سے محفوظ رکھ سکوں۔ میں نے صرف ایک بار مادھو لال کی بیوی کی ایک جھلک دیکھی تھی اور اس کی خوب صورتی کا قائل ہو گیا تھا چنانچہ جب مادھو لال نے رو رو کر مجھ سے درخواست کی کہ میں کسی طرح اس کی بیوی کو تہ خانے میں رات گزارنے سے بچالوں تو میں سوچ میں پڑ گیا۔ سونا گھاٹ کے پجاری کے اسراروں میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا تو میرا تجسس دو چند ہو گیا۔ میں بڑی سنجیدگی سے اس بات پر غور کرنے لگا کہ آخر مردہ پجاری کی روح نوجوان لڑکیوں کو تہ خانے

میں رات گزارنے کیلئے کیوں طلب کرتی ہے۔ یہ کیا راز ہے؟
میں بڑی دیر تک خاموش بیٹھا انہی خیلات میں محو رہا پھر مادھولال کو مخاطب کر کے بولا۔
''کیا تم نئے پجاری کا حکم ماننے سے انکار نہیں کر سکتے۔''
''کر تو سکتا ہوں سرکار لیکن مندر کا پجاری یہی سمجھے گا کہ میں دیوتاؤں کو بھینٹ دینے سے منہ موڑ رہا ہوں۔'' مادھولال نے مری ہوئی آواز میں کہا ''پنڈتوں اور پجاریوں کا پورا گروہ میرا دشمن بن جائے گا۔ آپ ہی کچھ کیجئے سرکار ورنہ میں بلا موت مارا جاؤں گا۔''
''کرنے کو تو میں بہت کچھ کر سکتا ہوں لیکن سونا گھاٹ کے مقامی ہندو ایک مسلمان کی حیثیت سے میری دخل اندازی کو بری نظر سے نہیں دیکھیں گے۔'' میں نے مادھولال کو ٹٹولنے کی خاطر پوچھا۔
''کچھ بھی کیجئے سرکار لیکن میری استری کو بچا لیجئے۔ نہیں تو میں بھگوان

کی سوگند کھاتا ہوں کہ خود کو گولی مار لوں گا۔''

''تم نئے پجاری سے کہاں ملے تھے۔''میں نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

''مندر میں مڈبھیڑ ہوگئی تھی۔'' وہ حقارت سے بولا ''اگر مجھے پتا ہوتا کہ وہ مجھ سے بھینٹ مانگے گا تو میں کبھی وہاں پوجا کے ارادے سے نہ جاتا۔''

''پجاری کی آتما نے تمہاری عورت کو کب طلب کیا ہے؟''

''کل رات۔''مادھولال نے غصے کے عالم میں اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا پھر فیصلہ کن لہجے میں بولا ''اگر آپ نے میری مدد کرنے سے انکار کردیا سرکار تو اپنے ساتھ ساتھ میں موہنی کو بھی ختم کردوں گا لیکن اسے کسی قیمت پر تہ خانے میں رات گزارنے کے لئے نہیں بھیجوں گا۔''

''حماقت کی باتیں مت کرو۔''میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''میں کوشش کروں گا کہ موہنی کو اس مصیبت سے نجات دلا سکوں۔''

''میں آپ کی اس کرپا کو سارا جیون یاد رکھوں گا۔''

اس کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔

کچھ دیر تک میں مادھولال کو نصیحت کرتا رہا کہ اسے کسی قسم کی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے پھر میں نے اسے یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ وہ آئندہ دو روز تک کسی کام سے بھی کیمپ کے باہر نہ جائے اور صرف اپنے کوارٹر تک محدود رہے۔ بعد میں اگر نئے پجاری سے ملاقات ہو تو وہ کہہ سکتا تھا کہ اسے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ میں نے اسے یہ بھی یقین دلا دیا تھا کہ صبح ہوتے ہی میں کیمپ کے پھاٹک پر تعینات گارڈ کو بڑی سختی سے ہدایت کر دوں گا کہ کسی بیرونی آدمی کو میری اجازت کے بغیر اندر داخل نہ ہونے دیا جائے۔

مادھولال میری اس تجویز پر بے حد خوش ہوا۔ میں نے اس بات کا

اچھی طرح اندازہ لگالیا تھا کہ اگر میں اس کی بیوی کو بچانے میں کامیاب ہو گیا تو وہ کسی پالتو کتے کی طرح ہمیشہ میرا وفادار اور احسان مند رہے گا۔ کچھ دیر بعد میں نے اس سے پوچھا۔

''مادھولال تمہارا کیا خیال ہے کہ پجاری کی آتما خوب صورت لڑکیوں اور جوان عورتوں کو تہ خانے میں رات گزارنے کیلئے کیوں طلب کرتی ہے۔''

''بھگوان ہی جانے سرکار۔ میری سمجھ میں تو خاک نہیں آتا۔'' کیا ایسی لڑکیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جنہیں پجاری کی آتما طلب کر چکی ہے۔''

''اس سلسلے میں مجھے زیادہ نہیں معلوم ویسے لوگوں کا کہنا ہے کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے تو انکار کی ہمت کوئی نہیں کرتا۔''

''بڑے مندر کے نئے پجاری کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

میں نے اس بار دبی زبان میں پوچھا ''کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ سب نئے پجاری کی شرارت ہو اور وہ موہن لال کی آتما کو بدنام کر رہا ہو۔

''ان پنڈتوں اور پجاریوں سے سن کر سب کچھ ممکن ہے'' مادھولال نے اِدھر اُدھر دیکھ کر سہمی ہوئی آواز میں کہا پھر جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''سرکار میں ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کرتا ہوں کہ ان باتوں کا پتا کسی اور کو نہ ہونے پائے ورنہ برادری کے لوگ میرا جینا حرام کر دیں گے۔''

مادھولال چلا گیا تو میں بڑی دیر تک جاگتا رہا اور سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں سوچتا رہا۔

پجاری کے بارے میں مجھے اب تک جو کچھ بھی معلومات حاصل ہوئی تھی، وہ نہ صرف یہ کہ حیرت انگیز تھی بلکہ نا قابلِ یقین بھی تھیں۔ میں نے مادھولال کو دو روز تک اپنے کوارٹر میں محدود رہنے کا مشورہ یہ سوچ

کردیا تھا کہ وہ پجاریوں کے شر سے محفوظ رہ سکے۔ دوسری بات یہ تھی کہ اس طرح میں سونا گھاٹ کے پجاری کی اس پراسرار شکتی کو بھی آزمانا چاہتا تھا جس نے اوپ پرکاش کے بیان کے مطابق موہن لال نے ایک ایسے ہٹے کٹے سادھو کو جلا کر راکھ کردیا تھا جس نے موہن لال کی شکتی کو غلط ثابت کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ تمام رات میں اسی خیال میں الجھا رہا پھر نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی اور میں بے خبر سو گیا۔

دوسری صبح نیند سے بیدار ہوتے ہی میں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مادھو لال سمیت عملے کے تمام افراد کو بلا کر بڑی سختی سے یہ ہدایت کردی کہ دو روز تک نہ تو کوئی شخص میری اجازت سے کیمپ کے باہر قدم نکالے گا اور نہ ہی کسی اور کیمپ میں داخل ہونے کی اجازت ہو گی۔ عملے کے تمام افراد چونکہ میری طبیعت سے اچھی طرح واقف

ہو چکے تھے اس لئے کسی نے بھی اس کی وجہ جاننے کی جرات نہ کی اور خاموشی سے میرا حکم سن کر الٹے قدموں اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر واپس چلے گئے۔

دن بھر میں آفس میں بیٹھا فائلوں کو الٹتا پلٹتا رہا۔ چار بجے کے قریب اٹھ کر میں کوارٹر جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ میرا چپڑاسی اندر داخل ہوا۔ پہلی نظر میں اس کا چہرہ دیکھ کر میں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ دور سے بھاگتا ہوا آیا ہے۔ میری میز کے سامنے آ کر اس نے پہلے ہاتھ جوڑ کر اپنے روایتی لہجے میں نمسکار کیا پھر بولا۔

''صاحب۔ بڑے مندر کا پجاری آپ سے ملنا چاہتا ہے۔''

''بڑے مندر کا پجاری۔'' میں اس اطلاع پر چونک پڑا۔ جس آدمی سے ملنے کے لئے میں ایک ماہ سے ہزاروں منصوبے بنا چکا تھا' وہ اس وقت از خود مجھ سے ملنے آیا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ

آخر پجاری مجھ سے کس غرض سے ملنا چاہتا ہے پھر بڑی بے پروائی سے چپڑاسی سے پوچھا ''تم کس پجاری کا تذکرہ کرر ہے ہو؟''

''سونا گھاٹ میں ایک ہی تو مندر ہے صاحب۔ اسی کا پجاری باہر پھاٹک پر کھڑا آپ کی اجازت کا منتظر ہے۔''

''اکیلا ہے یا کچھ لوگ اور بھی ہیں اس کے ساتھ؟''

''پجاری تنہا ہی آیا تھا صاحب۔''

''بلا لاؤ اسے۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر میز پر بکھری ہوئی فائلوں کو سمیٹنے لگا۔

چپڑاسی کے جانے کے کوئی دس منٹ بعد ایک ہٹا کٹا اور طویل القامت پجاری اپنی کھڑاؤں سے کھٹ پٹ کی آوازیں نکالتا' میرے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کا سر انڈے کے چھلکے کی طرح گھٹا ہوا تھا۔ جس پر اس کی لمبی چٹیا بڑی مضحکہ خیز لگ رہی تھی۔ ننگے سینے

اور بازوؤں کے علاوہ پجاری نے اپنی کشادہ پیشانی اور چہرے پر بھی صندل کے برادے کے قسم کی کوئی چیز مل رکھی تھی۔ اس کے قوی خاصے مضبوط اور گھٹے گھٹے نظر آ رہے تھے۔ رنگت تانبے جیسی تھی۔ آنکھوں میں اس بڑے بدسلیقے سے کاجل لگا رکھا تھا۔ جس سے اس کی ہیئت عجیب پراسرار بن کر رہ گئی تھی۔ اس نے سیدھے ہاتھ میں ایک لمبی مالا دبا رکھی تھی جس کا جاپ اس وقت بھی جاری تھا۔ لمبی لمبی انگلیاں بڑی تیزی سے مالا کے دانے بدل رہی تھیں لیکن ہونٹ بالکل ساکت تھے۔ اس کے جسم پر سوائے ایک دھوتی کے کوئی اور کپڑا موجود نہیں تھا۔

میری میز کے سامنے رک کر وہ مجھے یوں گھورنے لگا جیسے میرا کوئی بڑا آفیسر اچانک راؤنڈ پر آ گیا ہو اور میری کسی فاش غلطی کو پکڑ لینے کے بعد مجھے غضب ناک نگاہوں سے گھور رہا ہو۔ مجھے پجاری کا یہ انداز

ایک آنکھ نہ بھایا۔ چنانچہ میں نے بھی اپنے چہرے پر سنجیدگی اور بیزاری کے ملے جلے تاثرات بکھیرتے ہوئے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا لیکن وہ میرے اشارے کو نظر انداز کر کے بدستور قہر آلود نگاہوں سے مجھے ٹکٹکی باندھے گھورتا رہا۔

''میرے چپڑاسی نے بتایا تھا کہ تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو۔'' میں روکھے لہجے میں بولا ''کیا تمہیں کوئی خاص کام ہے۔''

''مورکھ' کیا تجھے اتنا بھی معلوم نہیں کہ فقیروں اور پجاریوں سے کس انداز میں پیش آنا چاہیے۔'' پجاری نے سخت لہجے میں جواب دیا تو میرا خون کھول اٹھا۔ میں نے بڑے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔

''مہاراج' خدا کی نظر میں سب بندے برابر ہیں۔ چھوٹے بڑے کی تمیز تو دنیاداری کی باتیں ہیں۔''

جواب میں پجاری مجھے کھا جانے والی خونخوار نظروں سے گھورتا رہا۔

میں محسوس کرر ہا تھا کہ اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ معماً میرے دل میں ایک خیال آیا کہ کیوں نہ اس نامعقول کو دھکے مار کر کیمپ سے باہر نکلوادوں لیکن یہ سوچ کر چپ رہا کہ سونا گھاٹ تک پہنچنے میں نیا پجاری ایک اچھا ذریعہ ثابت ہو سکتا تھا۔

کمرے میں ایک لمحے تک گہرا سکوت طاری رہا پجاری کی آواز گونجی '

''نادان بالک' میں دیکھ رہا ہوں کہ اس سمے تیرے من میں کیا ہے۔ اگر میری مان تو اس خیال کو دل سے نکال دے۔ دیوی دیوتاؤں کی شکتی سے ٹکرانا تیرے بس کا روگ نہیں ہے۔''

''کیا تم صرف یہی کہنے کے لئے یہاں آئے تھے۔'' اس بار میں اپنا غصہ ضبط نہ کر سکا اور کانپتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

''دھرج سے کام لے مورکھ۔'' پجاری نے گرج دار آواز میں کہا ''میں تجھ کو صرف اتنا بتانے آیا ہوں کہ تو نے پجاری کی آتما کی

خواہش کے راستے میں جو رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اس سے باز آ جا نہیں تو دیوتاؤں کی شکتی تجھے کبھی چین نہ لینے دے گی۔"

میں پجاری کی بات سنتے ہی اس کی تہ تک پہنچ گیا۔ فوری طور پر میں نے یہی رائے قائم کی تھی کہ میرے کسی آدمی نے غالباً پجاری کو کسی وجہ سے میرے صبح والے حکم سے آگاہ کر دیا ہے اور اب وہ مجھے دھونس دے کر مادھولال کی نو بیاہتا بیوی موہنی کو حاصل کرنے کے ارادے سے آیا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی مارے غصے کے میری مٹھیاں بھینچ گئیں۔ میں نے حقارت بھری نظروں سے پجاری کو گھورتے ہوئے کہا۔

"پجاری مہاراج، میں سمجھ رہا ہوں کہ تم اس وقت یہاں کس لئے آئے ہو لیکن ایک بات کان کھول کر سن لو کہ تم لوگ اس بار اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکو گے اور اب اگر تم خیریت چاہتے

ہو تو سیدھی طرح کیمپ سے باہر چلے جاؤں ورنہ مجبوراً مجھے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔‘‘

’’مورکھ۔۔نادان چھوکرے۔‘‘ پجاری کانپتے ہوئے غصیلے لہجے میں بولا ’’تیری یہ مجال کہ اب تو دیوتاؤں کی شکتی کو بھی للکار رہا ہے۔ اپرادھی۔۔۔

میں یہاں تجھ سے کوئی دان یا بھکشا ش لینے نہیں آیا۔صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ آج رات تو اپنی آنکھوں سے پجاری کی آتما کی شکتی کا تماشا دیکھ لے گا۔

تیرے فرشتے بھی موہنی کو آتما کی مرضی سے دور نہیں رکھ سکیں گے۔‘‘

قبل اس کے کہ میں اس ہٹے کٹے پجاری کو کوئی سخت بات کہتا وہ مجھے اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے گھورتا ہوا تیزی سے پلٹا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا منہ ہی منہ میں بدبداتا آفس سے باہر چلا گیا۔اس کے

جانے کے بعد میں بھی لپکتا ہوا باہر برآمدے میں آ گیا اور اس وقت تک نفرت بھری نگاہوں سے نئے پجاری کو گھورتا رہا جب تک وہ بڑے پھاٹک سے باہر نہیں چلا گیا۔ مجھے یقین تھا کہ پجاری کی آمد میرے ہی کسی آدمی کی شرارت تھی۔ ایک بار یہ بات دل میں آئی کہ عملے کے تمام لوگوں کو بلا کر معلوم کرنے کی کوشش کروں کہ کس کی مخبری پر نئے پجاری نے میرے پاس آنے کی جرات کی تھی لیکن یہ سوچ کر اپنا غصہ پی گیا کہ ہوسکتا ہے میری باز پرس پر مادھو لال اور موہنی کسی نئی مصیبت کا شکار نہ ہو جائیں۔ تاہم میں نے دل میں پکا ارادہ کر لیا تھا کہ آج رات میں بھی دیکھوں گا کہ موہن لال کی روح کس طرح مادھو لال کی نوجوان بیوی کو اپنی مرضی پر چلنے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ پجاری کے جانے کے بعد میں اپنے کوارٹر میں آ گیا۔ کپڑے تبدیل کر کے شام کی چائے پی پھر اس خیال سے سونے کے لئے لیٹ گیا

کہ ابھی سے نیند پوری کرلوں اس لیے کہ رات کو نہ جانے کیا واقع پیش آئے اور مجھے کتنی دیر تک جاگنا پڑے۔

تین گھنٹے تک لمبی تان کر سونے کے بعد جب میری آنکھ کھلی تو رات کے نو بج رہے تھے۔ میں نے اٹھ کر جلدی جلدی منہ ہاتھ دھویا دو کپ گرما گرم کافی پھر کپڑے تبدیل کئے اور کوارٹر سے باہر آیا۔ کسی فوری حادثے سے مقابلے کے لیے میں نے اپنا ریوالور بھر کر جیب میں ڈال لیا تھا۔ رات کو اکثر میں کیمپ کا راؤنڈ لیا کرتا تھا چنانچہ آج جب رات کی ڈیوٹی والے عملے نے مجھے گشت کرتے ہوئے دیکھا تو کوئی خاص نوٹس نہیں لیا۔ سب سے پہلے میں ٹہلتا ہوا بڑے پھاٹک کی طرف گیا جہاں ایک مسلح فارسٹ گارڈ اپنی ڈیوٹی پر موجود تھا۔ مجھے قریب آتا دیکھ کر اس نے فوجی انداز میں سلیوٹ کیا پھر دوبارہ گشت کرنے لگا۔ پھاٹک کے پاس جا کر میں نے اس کے وزنی

تالے کو چیک کیا پھر ڈیوٹی گارڈ سے ایک دو باتیں کرنے کے بعد ملازمین کے کوارٹر کی سمت چلا گیا۔ نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ آج کچھ نہ کچھ ضرور ہونے والا ہے۔

اپنے خیالات میں محو جب میں ٹہلتا ہوا مادھولال کے کوارٹر کے قریب پہنچا تو اس کا دروازہ کھلا دیکھ کر رک گیا۔ عام طور پر دن کی ڈیوٹی کرنے والے ملازمین شام ہی سے اپنے کوارٹر کے دروازے بند کر کے پڑے رہتے تھے مادھولال کا دروازہ کھلا دیکھ کر مجھے اس کی حماقت پر سخت تاؤ آیا اس لئے کہ آج رات اسے زیادہ محتاط رہنا چاہیے تھا۔ میں نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی تو رات کے دس بج رہے تھے۔ کچھ دیر میں خاموش کھڑا اندر کی سن گن لیتا رہا پھر نہ جانے کیوں میرا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔ میری چھٹی حس کسی انجانے خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔ کچھ سوچ کر میں نے مادھولال کو دو

چار آوازیں دیں۔ دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو میری تشویش میں اضافہ ہو گیا۔ میں نے کچھ وقفے کے بعد دوبارہ اسے آواز دی اور دروازے پر دستک بھی دی مگر اس بار بھی دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں یا تو مادھو لال اور موہنی بے خبر سو رہے تھے یا پھر انہیں یقیناً کوئی حادثہ پیش آ چکا تھا۔ اگر یہ کسی مسلمان کا گھر ہوتا تو میں شاید اتنی دیر باہر انتظار نہ کرتا لیکن کسی ہندو کے مکان میں اتنی رات گئے بلا اجازت داخل ہوتے ہوئے جھجک محسوس ہو رہی تھی اس لیے کہ خدا جانے مکین کس حالت میں ہوں۔ ویسے بھی سونا گھاٹ خالص ہندوؤں کا گڑھ تھا۔ مسلمان تو بس خال خال ہی نظر آتے تھے۔ اسی ادھیڑ بن میں دس منٹ اور گزر گئے۔ میں نے احتیاطاً ایک بار دروازے کو پیٹا پھر جواب نہ پا کر دبے پاؤں اندر داخل ہو گیا۔

کوارٹر میں اس وقت گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ میرا شبہ اب یقین میں بدل چکا تھا مادھولال کو یقیناً کوئی حادثہ پیش آ چکا تھا ورنہ وہ کوارٹر کا دروازہ کھلا چھوڑ کر اندر اندھیرا کبھی نہ کرتا۔ دھڑ کتے ہوئے دل سے دبے دبے قدموں چلتا میں کوارٹر کے برآمدے میں آ گیا۔ کمروں میں بھی کسی قسم کی کوئی آہٹ نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میں نے ریوالور کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کی اور اللہ کا نام لے کر بتی روشن کر دی۔ دوسرے ہی لمحے میں یوں اچھل پڑا جیسے میرا ہاتھ بجلی کے ننگے تاروں سے چھو گیا ہو جو میری نظروں نے دیکھا تھا وہ کچھ ایسا ہی منظر تھا کہ اگر اس وقت میری جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ بھی چونکے بغیر نہ رہتا۔

بتی روشن ہوتے ہی میری نظر مادھولال پر پڑی جو سامنے ننگے فرش پر چاروں شانے چت پڑا تھا۔ اس کی آنکھیں اپنے حلقوں سے باہر ابلی

نظر آ رہی تھیں، دونوں ہاتھ یوں اکڑے ہوئے تھے جیسے انہیں جنبش کی حسرت ہی رہ گئی ہو لیکن وہ چیز جس نے مجھ جیسے نڈر اور بے خوف آدمی کو بھی دہشت زدہ کر دیا تھا، مادھولال کا پیٹ تھا۔ جو کسی تربوز کی طرح درمیان سے چرا ہوا تھا اور اندر کی انتڑیاں باہر نکل پڑی تھیں۔ فرش پر دور دور تک خون کے چھینٹے نظر آ رہے تھے۔ ایک لمحے کیلئے میں گنگ سا کھڑا اس روح فرسا منظر کو دیکھتا رہا پھر معاً مجھے اس کی نوجوان بیوی کا خیال آ گیا نہ جانے اس پر کیا بیتی ہو۔ چنانچہ میں ریوالور نکال کر ملحقہ کمرے کی طرف لپکا اس کے بعد میں نے کوارٹر کا کونا کونا چھان مارا لیکن موہنی کا کوئی سراغ نہ ملا۔ میں نے مادھولال کے کمرے کو بھی اچھی طرح دیکھ ڈالا لیکن مجھے کوئی ایسا خنجر یا ہتھیار نہیں مل سکا جس سے قتل کے امکانی پہلوؤں پر روشنی پڑ سکتی۔

میرے ذہن میں اچانک نئے پجاری کے جملے گونج اٹھے جو اس نے

آج شام ہی روانگی کے وقت مجھ سے کہے تھے لیکن اب بھی جو کچھ مجھے نظر آیا تھا میں اسے سونا گھاٹ کے پجاری کی روح کا کرشمہ سمجھنے کے لیے تیار نہ تھا۔ میں اس وقت بھی مادھولال کی موت میں کسی آدمی کا ہاتھ محسوس کر رہا تھا۔

میں نے کوارٹر سے باہر آ کر عملے کے سوئے ہوئے ملازمین کو جگایا پھر کیمپ کا ایک ایک کونا چھان ڈالا لیکن موہنی کوئی سراغ نہ ملا۔ مادھولال کی پراسرار موت اور میری ڈانٹ پھٹکار نے سارے ماتحتوں کے اوسان خطا کر رکھے تھے۔ قریب قریب سب ہی بھگوان اور گنگا جل کی قسمیں کھا کر مجھے اس بات کا یقین دلانے کی کوشش کر رہے تھے کہ انہیں پیش آنے واقعات کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ نہ ہی انہوں نے کسی قسم کی چیخ و پکار کی آواز سنی ہے۔ کیمپ کے بڑے پھاٹک پر تعینات ڈیوٹی گارڈ کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی۔

اس نے پہلے تو مجھے بڑی بڑی قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ مادھولال کی موت میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں پھر اچانک اس نے روتے ہوئے میرے پاؤں پکڑ لئے اور گڑگڑا کر بولا۔

''صاحب' میں اپنی ماتا کے چرنوں کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے کسی کو نہ اندر آتے دیکھا' نہ باہر جاتے۔''

''پھر موہنی کو کیا زمین نگل گئی۔'' میں نے سارے ہی آدمیوں کو گھورتے ہوئے گرج دار آواز میں کہا'' مادھولال کو کیا فرشتوں نے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔''

''سرکار۔'' چوکیدار نے دبی زبان میں کہا'' مجھے پہلے ہی ڈر تھا کہ کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔''

''کیا مطلب؟''

''آپ نے بڑے مندر پجاری کو ناراض کر کے اچھا نہیں کیا۔

سونا گھاٹ کے پجاری کی آتما جو مرضی آئے۔۔۔''

''بند کرو یہ بکواس۔'' میں نے اتنی زور سے چیخ کر کہا کہ چوکیدار کے علاوہ دوسرے بھی سہم گئے لیکن میں ان کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھ رہا تھا۔ یہ سوچ کر میرے چیخنے چلانے سے کہیں ان کے مذہبی جذبات مجروح نہ ہوں اور وہ مشتعل نہ ہو جائیں میں نے ان سب کو چلے جانے کو کہا پھر ایک فارسٹ گارڈ کو پولیس کو مطلع کرنے کے لیے روانہ کر دیا اور خود دفتر آ کر پیش آنے والے واقعات پر غور کرنے لگا۔ میں نے اپنی زندگی میں بے شمار حیرت انگیز واقعات دیکھے اور سنے ہیں لیکن مادھولال کی موت ان سب سے زیادہ تعجب خیز اور پراسرار تھی۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے میں روحوں کے وجود کا قائل ضرور ہوں لیکن یہ روحیں اس طرح کسی دشمن کا پیٹ پھاڑ کر اس کی انتڑیاں بھی باہر کھینچ سکتی ہیں' میں اس بات کو تسلیم کر لینے کے

لیے تیار نہیں تھا۔ دوسری بات جو میرے ذہن کو الجھا رہی تھی، وہ یہ تھی کہ آخر سونا گھاٹ کے پجاری کی روح خوب صورت اور نوجوان لڑکیوں کو ہی تہ خانے میں رات گزارنے کے لیے کیوں پسند کرتی تھی۔

تھانا چونکہ کیمپ سے زیادہ دور نہیں تھا اس لیے ڈیوٹی انچارج دو پولیس والوں کے ساتھ جلد ہی آ گیا۔ سب سے پہلے اس نے میری موجودگی میں موقعہ واردات کو دیکھا پھر کیمپ کا ایک راؤنڈ لے کر میرے دفتر میں آیا اور عملے کے تمام آدمیوں کا بیان قلم بند کرنے لگا۔ بڑے پھاٹک کے ڈیوٹی گارڈ کی حالت اس وقت بھی پتلی نظر آ رہی تھی۔ چوکیدار نے اپنے بیان میں جہاں اپنی بے گناہی اور لاعلمی ثابت کرنے کی کوشش کی تھی وہاں نئے پجاری کی آمد اور اس سے میری گفتگو کے بارے میں بھی بتا دیا تھا۔ غالباً وہ اس وقت کہیں قریب ہی

موجود رہا ہوگا جب میں نئے پجاری سے باتیں کر رہا تھا لیکن اس کا اندازہ مجھے پہلی بار ہوا تھا کہ وہ کمبخت چھپ کر ہماری گفتگو بھی سنتا رہا ہے۔ پولیس آفیسر کی موجودگی میں تو میں نے اس سے کچھ نہیں کہا لیکن دل میں یہ اندازہ کر لیا تھا کہ بعد میں کسی وقت اس سے اس سلسلے میں بازپرس ضرور کروں گا۔

پولیس آفیسر جواب تک بڑی تندروتی سے ساری کارروائی کر رہا تھا' چوکیدار کا بیان سن کر چونک اٹھا پھر جب وہ عملے کے تمام افراد کا بیان فرداً فرداً لے چکا اور دفتر میں صرف ہم دونوں رہ گئے تو اس نے مجھ سے کہا۔

''مادھولال کے قتل کی واردات اب بالکل صاف ہوگئی ہے۔''

''میں سمجھا نہیں۔'' میں نے حیرت سے پوچھا ''کیا آپ نے قاتل کو شناخت کر لیا ہے۔''

"ممکن ہے کہ آپ میری رائے سے متفق نہ ہوں لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر سونا گھاٹ کے پجاری نے مادھولال کی بیوی کو تہ خانے میں رات گزارنے کے لیے منتخب کرلیا تھا تو پھر آپ کی اور مقتول کی ساری رکاوٹیں بیکار تھیں۔"

"گویا آپ کو خیال ہے کہ یہ سب کچھ ایک روح کی کرشمہ سازی ہے۔" میں نے پولیس آفیسر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں، ہوسکتا ہے کہ آپ اسے نہ مانیں لیکن میں جانتا ہوں کہ موہن لال جی مہاراج کی آتما جو چاہے اور جب چاہے کرگزرتی ہے۔" پولیس آفیسر جو ایک مقامی ہندو تھا بڑی عقیدت سے بولا پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اپنے کاغذات سمیٹنے کے بعد دبی زبان میں کہا "آپ چونکہ ایک ذمہ دار مسلمان آفیسر ہیں اس لیے میں آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ مادھولال کی پراسرار موت یا موہنی کی گمشدگی کے

سلسلے میں اس بات کو آگے بڑھانے کی کوشش نہ کریں تو بہتر ہے۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ بھی اب قاتل کی تلاش کے سلسلے میں کوئی اقدام نہیں کریں گے۔'' میں نے متحیرانہ نظروں سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''دیوتاؤں کی شکتی سے ٹکرانا ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔''

''مگر میں یہ نہیں مان سکتا کہ دیوتاؤں کی آتما کسی بے قصور کی جان بھی لے سکتی ہے۔''

''دھرم کے معاملے میں' میں آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔'' پولیس آفیسر نے ناگوار لہجے میں کہا ''میں نے آپ کو ایک دوست کی حیثیت سے مشوارہ دے دیا ہے۔ آگے آپ جانیں اور آپ کا کام۔''

''ایک منٹ آفیسر۔'' میں جلدی سے بولا ''فرض کرلو کہ میں اس سلسلے میں خاموش نہ رہ سکوں تو کیا ہوگا۔''

''اس کا تماشا آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔'' اس نے روکھے انداز میں جواب دیا پھر ایڑیوں کے بل تیزی سے گھومتا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا آفس سے باہر چلا گیا۔

پولیس آفیسر کی باتوں نے مجھے اور الجھا دیا تھا۔ جہاں تک دوسرے آدمیوں کا تعلق تھا میں اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ محض جہالت اور کچے عقیدے کی وجہ سے ایک مرے ہوئے شخص کو اپنا مہا تما اور دیوتا سمجھ بیٹھے ہیں لیکن پولیس آفیسر نے بھی جب انہیں باتوں کو دہرایا جو میں پہلے سن چکا تھا تو میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں بہت دیر تک اپنے دفتر میں بیٹھا سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں سوچتا رہا جس کی شخصیت اب میرے لیے بہت زیادہ پراسرار بن چکی تھی۔ تاہم میں کسی آخری نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔

معاً مجھے ٹھاکر مہاراج کی پیش گوئی یاد آ گئی جنہوں نے بڑے وثوق کے ساتھ یہ بات کہی تھی کہ سونا گھاٹ میں مجھے آئے دن نئے نئے اور حیرت انگیز واقعات اور مصیبتوں کا سامنا کرنا ہوگا لیکن آخر میں فتح میری ہوگی اور پھر میں جو چاہوں گا' وہ پورا ہوگا۔ ہر چند کہ مجھے ٹھاکر مہاراج کی یہ باتیں ہیڈ کوارٹر سے روانگی کے وقت مضحکہ خیز لگی تھیں لیکن آج میں جس واقعے سے دوچار ہوا تھا' وہ نہ صرف یہ کہ حیرت انگیز تھا بلکہ اس نے مجھے بری طرح الجھا دیا تھا۔ بہر حال میں نے فیصلہ کر لیا کہ مادھو لال کے خون کو رائگاں نہیں جانے دوں گا اور جتنی جلدی ممکن ہو سکا سونا گھاٹ کے پجاری کے اسرار کو حل کر کے ہی دم لوں گا۔

آفس کی دیوار گیر گھڑی نے رات کے بارہ کا اعلان کیا تو میں چونک اٹھا اور دفتر بند کر کے باہر آ گیا۔ دل تو چاہتا تھا کہ چوکیدار کو اسی وقت

آڑے ہاتھوں لے ڈالوں لیکن پھر یہ سوچ کر کہ مفت میں بات بڑھے گی' اپنے کوارٹر کی طرف چلا آیا۔ بیرونی دروازے کا قفل جسے میں نے جاتے وقت اپنے ہاتھوں سے بند کیا تھا کھول کر جب میں اپنے کوارٹر میں داخل ہوا تو نہ جانے کیوں مجھے یہ خیال گزرا کہ کہیں موہنی میرے کوارٹر میں موجود نہ ہو۔ اپنے خیال پر مجھے فوراً ہی ہنسی آ گئی اس لیے کہ جب قفل مجھے بند ملا تھا تو پھر وہاں موہنی کی موجودگی کا کیا سوال پیدا ہوتا تھا۔ اندر داخل ہو کر میں نے بیرونی دروازے کی چٹخنی لگائی پھر ایک طویل جماہی لے کر اعصاب پر چھائی ہوئی کسل مندی کو دور کیا اور قدم اٹھاتا ہوا اپنی خواب گاہ میں آ گیا لیکن جیسے ہی میں نے خواب گاہ میں داخل ہو کر بتی کا سوئچ آن کیا' میرے جسم کا سارا خون جیسے منجمد ہو کر رہ گیا۔ جو کچھ میں دیکھ رہا تھا' اس پر یقین کر لینے کو دل آمادہ نہ ہو سکا۔ مادھولال کی نوجوان بیوی جیسے کچھ دیر پہلے

سارے کیمپ میں چھان مارا گیا تھا' میری خواب گاہ میں میرے بستر پر پڑی ہلکے ہلکے خراٹے لے رہی تھی اور میں دروازے پر دم بخود کھڑا اسے پھٹی پھٹی نظروں سے یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ میرے لیے دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہو۔

تقریباً دس منٹ تک میں پتھر کے کسی بے جان مجسمے کی طرح اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑا موہنی کو دیکھتا رہا پھر سب سے پہلا سوال جو میرے ذہن میں ابھرا وہ یہ تھا کہ اب کیا ہوگا۔ مادھولال کا قتل اور پھر اس کی بیوی کا میری خواب گاہ میں پایا جانا قانون کی نظروں میں مجھے قاتل ثابت کرنے کے لیے بہت کافی تھا۔ یہ سوچ کر میری نظروں کے سامنے اندھیرا سا پھیلنے لگا۔ کچھ دیر کے لیے میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا کہ اس اچانک پیش آنے والی صورتِ حال سے کیوں کر گلو خلاصی ممکن ہو سکتی ہے پھر اچانک ایک ترکیب میرے ذہن میں آ گئی۔ میں نے

سوچا کہ پہلے موہنی کو بیدار کر کے اس سے دریافت کروں کہ وہ میری خواب گاہ تک کس طرح پہنچی؛ بعد میں اگر اس نے فیل مچانے کی کوشش کی تو حالات کے پیشِ نظر اسے موت کے گھاٹ اتار کر اپنے کوارٹر سے دور لے جا کر کہیں چھپا آؤں گا اور صبح کو جب اس کی لاش ملے گی تو ظاہری طور پر میں اس واقعے کو بھی سونا گھاٹ کے پجاری کی روح سے منسوب کر کے اپنی جان صاف بچا لوں گا۔ اس خیال سے میرے دل کو قدرے ڈھارس ملی تو پہلے میں نے جلدی سے خواب گاہ کے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر دل کڑا کر کے آگے بڑھا اور موہنی کا بازو تھام کر اسے جھنجوڑنے لگا۔ کچھ دیر تک وہ کسمسائی پھر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اور مجھے حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھورنے لگی۔

''موہنی۔'' میں نے فوراً ہی سخت مگر دبی ہوئی آواز میں اسے مخاطب کیا ''سچ سچ بتاؤ کہ تم یہاں کس طرح آ گئیں۔''

موہنی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس ٹکٹکی باندھے مجھے گھورتی رہی۔ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر مجھے یہی محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی بھیانک خواب دیکھتے دیکھتے اچانک جاگ اٹھی اور اب اپنی یادداشت کو یکجا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتی میں دوبارہ ڈپٹ کر بولا "یہ بات اچھی طرح سوچ لو کہ اگر تم نے تریا چلتر دکھانے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

موہنی بدستور میرے چہرے کو گھورے جا رہی تھی۔ چند لمحے تک کمرے میں موت کی سی خاموشی چھائی رہی پھر اس کے ہونٹ آہستہ سے ہلے "کیا میرا پتی مر چکا ہے۔"

اس نے سپاٹ آواز میں مجھ سے پوچھا۔

"ہاں۔۔ لیکن میں نے تم سے یہ پوچھا تھا کہ تم میری خواب گاہ میں کیسے آ گئی تھیں۔" میں نے بدستور سخت لہجے میں دریافت کیا۔

''مجھے یہاں پجاری کی آتما لائی تھی۔'' موہنی نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا ''میرے پتی نے پجاری مہاراج کی آگیا کا پالن نہیں کیا تھا اس لیے مہاراج کی آتما کے غصے کا شکار ہو گیا۔

''کیا تم نے اپنی آنکھوں سے مادھولال کو قتل ہوتے دیکھا تھا۔''

''قتل۔'' وہ متحیرانہ انداز میں اپنی پلکیں جھپکاتے ہوئے بولی۔

''نہیں۔۔۔ پجاری مہاراج نے میرے پتی کے شریر کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ بس دور سے اپنی انگلی اٹھا کر میرے پتی کی اور اشارہ کیا تھا۔''

موہنی کا یہ بیان بھی میرے لیے کچھ کم حیرت انگیز نہیں تھا۔ میں پھر سوچ میں پڑ گیا۔ اپنے والد سے میں نے کالی طاقتوں اور سفلی علم کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا لیکن اپنی آنکھوں سے آج تک کوئی ایسا واقع نہیں دیکھا تھا۔ میں موہنی کو گھورنے لگا لیکن اس کی آنکھوں میں یا تو گفتگو کرنے کے انداز میں مجھے کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جو

میں یہ سوچ سکتا کہ وہ مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ میرے دوبارہ پوچھنے پر کہ وہ میرے کمرے میں کیسے آئی' اس نے یہی بتایا تھا کہ پجاری مہاراج کی شکتی نے جس طرح انگلی کے ایک اشارے سے مادھولال کو قتل کر دیا تھا' اس طرح میری خواب گاہ کے بند قفل کو بھی کھول لیا تھا اس کے بعد کے واقعات جو اس نے بتائے' وہ انتہائی شرم ناک تھے۔ جن کا تذکرہ میں مناسب نہیں سمجھتا لیکن یہ سن کر ہی میرا خون کھول اٹھا کہ سونا گھاٹ کا پجاری نے اپنی ناپاک خواہشوں کی خاطر میری خواب گاہ کا انتخاب کیا تھا۔ دوسرا سوال جو مجھے پریشان کر رہا تھا' وہ موہنی کا گفتگو کرنا تھا اس لیے کہ آنجہانی مادھولال نے مجھے یہ بتایا تھا کہ جس لڑکی کو پجاری کی روح رات گزارنے کے لیے پسند کرتی تھی' وہ بعد میں گونگی ہو جایا کرتی تھی۔

''کیا تمہیں اپنے پتی کی موت کا کوئی رنج نہیں ہے۔''

میں نے کچھ سوچ کر پوچھا تو وہ نظریں جھکا کر بولی۔
''بھگوان ان کی مرضی کے آگے منش ذات بھلا کیا کر سکتی ہے۔''
''پولیس کے روبرو تمہارا کیا بیان ہوگا۔'' میں نے الجھتے ہوئے پوچھا۔
''پجاری مہاراج نے چونکہ مجھے اپنے چرنوں میں جگہ دی ہے اس لیے جھوٹ کہا میرے لیے گھور پاپ ہے۔ میں پولیس کو وہی بیان دوں گا جو میں نے آپ کو دیا ہے۔''
مجھے موہنی کے اس جواب پر جس قدر حیرت ہوئی اس کا اندازہ کوئی اور نہیں لگا سکتا اس لیے کہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ موہنی مادھولال سے کس قدر پیار کرتی تھی۔ محض تین چار گھنٹے کے اندر اندر اس کا یوں بدل جانا' میرے لئے انتہائی تعجب خیز بات تھی۔ یہ فیصلہ کرنا میرے لیے مشکل ہو رہا تھا کہ موہنی کے ساتھ میرا برتاؤ کیا ہونا چاہیے۔ اسے

خاموشی سے جانے کی اجازت دینے کی صورت میں ممکن تھا کہ اپنے آدمیوں میں جا کر اپنے سابقہ بیان سے منحرف ہو جاتی اور میرے خلاف کوئی ایسا سنگین الزام لگا دیتی کہ میرا بچنا محال ہو جاتا۔ کچھ دیر تک میں یہی سوچتا رہا پھر میں نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

''کیا تمہارے پجاری دیوتا نے میرے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔''

''نہیں۔''

''تم اگر دوبارہ چاہو تو پجاری کی آتما سے ملاقات کر سکتی ہو۔''

''یہ میرے بس کی بات نہیں۔ جب مہاراج کا من چاہے گا خود ہی مجھے درشن دے جائیں گے۔''

''اگر میں سونا گھاٹ کے پجاری سے ملنا چاہوں تو کیا تم میری مدد کر سکتی ہو۔''

''اس کے لیے تمہیں مندر کے نئے پجاری سے اجازت لینی ہو گی۔''

میں ایک بار پھر سوچ میں پڑ گیا کہ موہنی کے ساتھ میرا کیا سلوک ہونا چاہیے۔ کیا میں اسے اپنے بچاؤ کے لیے ختم کر دوں یا مصیبت مول لینے کے لیے جانے کی اجازت دے دوں۔ بڑی دیر تک میں کوئی آخری فیصلہ نہ کر سکا پھر اچانک میرے دل نے کہا کہ میں ایک مسلمان ہوں اور بلاوجہ کسی کمزور کے خون سے ہاتھ رنگنا ایک مسلمان کی شان کے خلاف ہے اس خیال کے آتے ہی میں نے دل میں خدا کا نام لے کر موہنی کو خاموشی سے چلنے کی اجازت دے دی لیکن اتنا ضرور کہہ دیا کہ اگر اس نے کوئی شرارت کی تو پھر مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔

﴿آگے جاری ہے﴾

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۲)

وہ میری بات سن کر آہستہ سے اٹھی اور بے ترتیب لباس کو درست
کرتے ہوئے چپ چاپ چٹخنی کھول کر خواب گاہ سے باہر نکل گئی۔
موہنی کے جانے کے بعد میں تقریباً دو گھنٹے تک اس خیال سے جاگتا
رہا کہ کہیں عملے کے لوگ اس کی بازیابی پر مجھے تنگ کرنے نہ آ جائیں
لیکن جب کوئی نہ آیا تو میں نے تین بار آیت الکرسی پڑھ کر پورے
کوارٹر کا حصار کھینچا اور تین تین بار زور زور سے تالیاں بجا کر
خواب گاہ کو اندر سے بند کیا اور سونے کے لیے لیٹ گیا۔
رات کسی نہ کسی طرح بیت گئی۔
صبح جب میں سو کر اٹھا تو سب سے پہلے جو فکر لاحق ہوئی وہ موہنی
کی تھی۔ میں یہ جاننے کے لیے بے چین تھا کہ اس نے کیمپ کے
دوسرے ملازمین کو اپنی گمشدگی اور پھر اچانک رونما ہونے
کے بارے میں کیا بیان دیا تھا۔ اپنے طور پر میں نے یہ

فیصلہ کرلیا تھا کہ اگر موہنی کے مجھے پھنسانے کے لیے کوئی الٹا سیدھا بیان دیا تو میں اس کی بات سے انکار کردوں گا اور سارا بہتان سونے گھاٹ کے پجاری موہن لال جی مہاراج پر لگا دوں گا۔

بستر سے اٹھ کر میں نے غسل کیا فجر کی نماز ادا کی پھر ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر کپڑے بدلے اور باہر آ گیا۔ ابھی میں اپنے کوارٹر سے نکل کر بہ مشکل تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ چوکیدار پر نظر پڑی جو بڑے پھاٹک کے نائٹ گارڈ کے ساتھ میری طرف آ رہا تھا۔ میں نے ان کے چہروں پر حیرت کے تاثرات دیکھ کر ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ انہیں موہنی کی کیمپ میں موجودگی کا علم ہو چکا ہے اور اب وہ غالباً مجھے یہی اطلاع دینے آ رہے تھے۔ قریب آ کر ان دونوں نے مجھے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کیا پھر چوکیدار جس کے چہرے پر زیادہ بوکھلاہٹ نظر آ رہی تھی بولا۔

''سرکار۔۔۔موہنی واپس آ گئی ہے۔''

''کب؟''میں نے بڑی حیرت سے پوچھا۔

''یہ کسی کو پتا نہیں سرکار لیکن سویرے وہ اپنے کوارٹر میں ملی تھی۔''

چوکیدار نے کہا''میری استری کا کہنا ہے کہ سویرے جب وہ اشنان کے لیے جا رہی تھی تو اس نے سورگ باشی مادھولال کے کوارٹر کا دروازہ کھلا دیکھا۔وہ ڈرتے ڈرتے مکان کے اندر گئی تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گئی کہ موہنی رسوئی گھر میں بیٹھی برتن باسن کر رہی ہے۔

''اچھا،''میں نے بدستور اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔''اپنی رات کی گمشدگی کے بارے میں اس نے کیا بتایا۔''

''ہم سب نے بہتری کوشش کی سرکار،پرنتو وہ اسی بات پر ڈٹی ہے کہ رات وہ اپنے کوارٹر میں ہی سوئی تھی۔''

''گویا اس بار تمہارے دھرماتما موہن لال جی کی شکتی بے کار ہو گئی۔''

میں نے سونا گھات کے پجاری کا مضحکہ اڑاتے ہوئے حقارت سے کہا ''میں نے تو سنا تھا کہ سونا گھاٹ کے پجاری جس عورت کو رات گزارنے کے لیے پسند کرتا ہے' اس کی زبان بند کر دیتا ہے۔''

''دیوتاؤں کی باتیں دیوتا ہی جانیں سرکار۔'' چوکیدار نے برا سا منہ بنا کر کہا پھر روکھے لہجے میں بولا ''رات والے داروغہ جی آپ سے ملنے کے لیے آئے ہیں۔ میں نے انہیں دفتر میں بٹھا دیا ہے۔''

میں نے محسوس کیا کہ چوکیدار کو میری باتیں جو میں نے سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں کہی تھیں۔ سخت ناگوار گزری ہیں۔ میں دل ہی دل میں ہنستا ہوا دفتر کی طرف آ گیا' جہاں وہی پولیس آفیسر موجود تھا جو رات کو مادھولال کے پراسرار قتل اور موہنی کی گمشدگی کی تفتیش کی غرض سے آیا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا لیکن میں پہلی ہی نظر میں بھانپ گیا کہ رات کے مقابلے میں اس وقت اس

کے تیور زیادہ خراب ہیں۔ میں نے اسے مطلق کوئی اہمیت نہ دی اور بڑے اطمینان سے قدم بڑھاتا افسرانہ شان سے اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔ مجھے پتہ چلا موہنی واپس آ گئی ہے۔ کچھ دیر بعد پولیس آفیسر نے مجھ سے دریافت کیا تو میں نے بڑی لاپروائی سے اسے چوکیدار کا دیا ہوا بیان سنا دیا۔ پولیس افسر مجھے بری کینہ توز نظروں سے دیکھتا رہا۔ شاید اسکا خیال تھا کہ میں اس خبر کو سن کر چونک اٹھوں گا لیکن دوسری طرف میں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اس معاملے میں مطلق کسی دلچسپی کا اظہار نہ کروں گا۔

''میں آپ کی موجودگی میں موہنی کا بیان لینا چاہتا ہوں۔''

''بڑی خوشی سے لیجئے۔'' میں نے کہا پھر گھنٹی بجا کر چپڑاسی کو طلب کیا اور اسے موہنی کو بلانے کے لیے روانہ کر دیا۔ اسکے بعد میں نے یونہی ایک فائل اٹھائی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ پولیس افسر اپنی

جگہ بیٹھا پیچ و تاب کھاتا رہا۔

''کیا آپ نے موہنی سے دریافت نہیں کیا کہ وہ رات کہاں تھی اور اچانک کیمپ میں واپس کیسے آگئی۔''اس بار پولیس افسر نے تلملا کر پوچھا۔

''میں نے ارادہ کیا تھا لیکن اس خیال سے کچھ نہیں پوچھا کہ دیوتاؤں کی شکتی سے ٹکرانا ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔ آپ نے بھی کل رات چلتے وقت مجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ میں اس معاملے میں آگے بڑھنے کی کوشش نہ کروں۔''میں نے وہی جملے دہرا دیے جو رات اس نے مجھ سے کہے تھے۔

میری بات سن کر وہ غصے سے اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگا۔ میں نے اس کی جھلاہٹ پر کوئی توجہ نہ دی اور دوباری فائل دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔

موہنی آئی تو میں نے فائل بند کر دی۔ پولیس افسر بجائے اس کے کہ موہنی کو پوترا اور دیوی سماج جان کر اٹھتا اور اس کے چرن چھو کر آشیرواد لیتا اسے خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔ دفتر کے باہر وارانڈے میں دوسرے ملازم جمع تھے۔ ان کی کھسر پھسر کی آوازیں مجھے صاف سنائی دے رہی تھیں۔ موہنی میری میز کے دائیں جانب سر جھکائے چپ چاپ کھڑی تھی۔ نہ تو اس کے چہرے پر کسی گھبراہٹ کا پتا چلتا تھا اور نہ ہی وہ پریشان دکھائی دیتی تھی۔ دفتر میں داخل ہوتے وقت بس ایک بار اس نے میرے چہرے پر نظر ڈالی تھی پھر میز کے قریب آ کر سر جھکائے کھڑی ہو گئی تھی۔ پولیس افسر کچھ دیر تک اسے گھورتا رہا پھر بولا۔

''تیرا نام کیا ہے؟''

''موہنی!'' موہنی نے مدھم آواز میں جواب دیا۔

''تو سورگ باشی مادھولال کی پتنی ہے۔''

''ہاں۔''

''رات تو کہاں غائب ہوگئی تھی؟'' پولیس افسر نے غصیلی آواز میں دریافت کیا تو میرا دل دھڑک اٹھا۔ موہنی بہر حال ایک عورت ہی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں پولیس کی دھونس دھڑلے میں آ کر میرا نام نہ لے لے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ موہنی نے بڑے آرام سے کہا تھا۔

''میں نہیں جانتی کہ میں رات کہاں تھی مگر سویرے میں اپنے کوارٹر میں ہی جاگی تھی۔''

''مادھولال کو کس پاپی نے قتل کیا تھا؟''

''موہن لال جی مہاراج نے کہا۔'' موہنی نے بدستور نظریں جھکائے کہا پھر میرے کوارٹر کا تذکرہ درمیان سے نکال کر رات مادھولال کے ساتھ پیش آنے والے حادثے کی کہانی سنا ڈالی۔

'' بکواس کرتی ہے۔ کلنکنی ۔'' پولیس افسر گرج دار آواز میں بولا۔
'' مجھے سب پتا چل گیا کہ رات تو کہاں اور کس کے ساتھ تھی ۔ ٹھیک طرح سے سب کچھ اگل دے نہیں تو مجھے ٹیڑھی انگلیوں سے بھی گھی نکالنا آتا ہے۔''
'' مجھے جو کچھ پتا تھا' وہ بتا چکی ہوں ۔ اس سے زیادہ مجھے نہیں معلوم ۔''
'' مورکھ۔ کم جات ۔'' پولیس افسر نے غراتے ہوئے کہا '' کیوں پجاری جی مہاراج کا شبھ نام لے کر اپنا دھرم نشٹ کرتی ہے۔ سیدھی طرح سچ سچ بتا دے ورنہ میں تیری چمڑی ادھڑ کر رکھ دوں گا۔''
موہنی نے کائی جواب نہ دیا۔ ایک بار اس نے نظر اٹھا کر مجھے دیکھا پھر دوبارہ نظریں جھکا لیں ۔ میں اپنی جگہ ٹپٹا کر رہ گیا۔ پولیس افسر کے تیور اور اس کی باتوں سے میں سمجھ رہا تھا کہ کسی آدمی نے رات کو موہنی کو میرے کوارٹر سے نکلتے دیکھ لیا ہوگا اور چپ چاپ اس کی اطلاع

جا کر پولیس کو دے آیا ہو گا۔ ایسی صورت میں اگر موہنی یہ بیان دے دیتی کہ ہوش آنے پر اس نے خود کو میری خواب گاہ میں پایا تھا تو میری پوزیشن پولیس کی نگاہوں میں ضرور مشکوک ہو جاتی اس لیے کہ میں نے تھانے دار کو یہی بتایا تھا کہ موہنی کی بازیابی کی اطلاع مجھے چوکیدار سے ملی تھی۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ آخر وہ کون آدمی ہو سکتا ہے جس نے پولیس افسر کو مخبری کی ہے کہ تھانے دار کڑک کر بولا۔

''چپ کیوں کھڑی ہے۔ بتاتی کیوں نہیں کہ تو نے رات کہاں اور کس کے ساتھ گزاری ہے؟''

''میں بکواس بند کر حرام کی جنی۔'' تھانے دار غصے میں کانپتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ ''اب اگر تیری گندی زبان سے پجاری مہاراج کا پوتر نام نکلا تو مارے بیدوں کے چمڑی ادھیڑ ڈالوں گا۔''

''یہ سراسر آپ کی زیادتی ہے۔'' میں چپ نہ رہ سکا ''موہنی جو بیان

دے رہی تھی، وہ آپ لکھ لیں رہا اس صداقت کا مسئلہ تو وہ آپ اپنی تفتیش سے معلوم کر سکتے ہیں۔''

''میں پہلے ہی معلوم کر چکا ہوں کہ اصل چکر کیا ہے۔'' تھانے دار نے مجھے زہریلی نظروں سے گھورا پھر موہنی کی طرف حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا'' تجھے میرے ساتھ تھانے چلنا ہوگا۔ وہیں میں تیرا بیان لکھوں گا۔''

''میں گنگا جل اٹھا کر کہہ سکتی ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا، وہ جھوٹ نہیں ہے۔'' موہنی سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

''بند کر اپنی بکواس۔'' پولیس افسر کڑک کر بولا'' تھانے چل کر میں تجھے تیری حرام کاری کا ایسا مزا چکھاؤں گا جسے تو سارا جیون یاد رکھے گی۔''

میں نہیں چاہتا تھا کہ تھانے دار موہنی کو پولیس اسٹیشن لے جائے۔

میری خواہش تھی کہ اگر موہنی کا بیان میری موجودگی میں لیا جائے تو زیادہ اچھا ہے۔ تھانے لے جا کر پولیس افسر موہنی کے ساتھ من مانی بھی کر سکتا ہے اور اس کی طرف سے الٹا سیدھا بیان لکھ کر اسے انگوٹھا لگانے

پر زبردستی مجبور بھی کر سکتا ہے لیکن قبل اس کے کہ میں کچھ کہتا، تھانے دار نے لپک کر موہنی کو بازو سے تھام لیا اور دروازے اور دروازے کی طرف اس زور سے دھکا دیا کہ وہ کراہ اٹھی۔ اس نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ موہنی کو دھکا دینے کے بعد وہ اپنی بید سنبھالتا ہوا اس کی جانب لپکا تھا لیکن پھر جو کچھ بھی ہوا وہ میرے لئے انتہائی حیرت انگیز تھا۔ بید اچانک تھانے دار کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑی اور وہ بری طرح چیختا ہوا زمین پر گھرا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی غیر مری طاقت نے اسے اٹھا کر زمین پر دے مارا ہو۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑتا

اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا لیکن قبل اس کے کہ میں آگے بڑھ کر تھانے دار کو زمین سے اٹھاتا۔ کسی نے میرے کان کی سرگوشی کی۔

''سرکار۔۔۔آپ دور ہی رہیں۔''

میں نے مرحوم مادھولال کی آواز کو پہچان لیا تھا۔ غالباً وہ اسکی روح تھی جس نے پولیس افسر کے ہاتھ سے بید چھین کر زمین پر پٹخنی دی تھی۔

مادھولال کی آواز سن کر میں نے تھانے دار کو زمین سے اٹھانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ میرے عملے کے دوسرے افراد جو باہر کھڑے تھے' موہنی کے کراہنے اور تھانے دار کے چیخنے کی آواز سن کر کمرے میں آ گئے۔ تھانے دار نے جو اس اچانک افتاد سے گھبرا گیا تھا' جب دو بارہ اٹھنے کی کوشش کی تو پھر چیخ کر رہ گیا اور اپنا گال سہلانے لگا۔ اس کے بعد تو یوں لگا جیسے اس کے جسم پر بے شمار چونٹیاں لپٹ گئی ہوں۔ کبھی وہ تلملا کر ایک طرف گرتا کبھی دوسری طرف اور کبھی غصے کے

عالم میں اپنے گھال کھجانے لگتا۔ ملازموں میں سب سے پہلے چوکیدار اس کی مدد کے لیے آگے بڑھا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ زمین سے تقریباً دو

فٹ ہوا میں معلق ہو کر حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگا۔ کسی نے اس کے کرتے کا گریبان اوپر اٹھا رکھا تھا۔ اس خوفناک منظر کو دیکھ کر عملے کے تمام افراد "ہری اوم۔۔۔ہری اوم" کا نعرہ لگاتے باہر کی طرف بھاگے۔ تھانے دار جلدی سے کپڑا جھاڑتا ہوا اٹھا کھڑا ہوا لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ اب اسکی آنکھوں سے بھی خوف جھانک رہا تھا۔ چوکیدار ابھی تک فضا میں معلق چیخ چیخ کر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ میں نے بہتیرا ضبط کرنے کی کوشش کی لیکن بے اختیار ہنس دیا پھر سنجیدگی اختیار کر کے تھانے دار سے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دیوی دیوتاؤں کی شکتی سے ٹکرانا سچ مچ ہمارے بس کا روگ نہیں

ہے۔''

تھانے دار جو میرے جملے سے تلملا اٹھا تھا' کچھ کہنا چاہتا تھا کہ چوکیدار دھپ سے زمین پر آرہا اور مادھولال کی روح جو غالباً موہنی کے ساتھ تھانے دار کا برتاؤ دیکھ کر بھڑک اٹھی تھی' دوبارہ اس سے چمٹ گئی۔ میں نے تھانے دار کو گلے پر ہاتھ رکھ کر اچانک بڑی کریناک آواز میں چیختے دیکھا۔ اس کی آنکھیں یوں ابلی پڑ رہی تھیں جیسے کوئی اس کا گلا گھونٹنے کی کوشش کرر ہا ہو۔ پولیس افسر کو اس اذیت میں پھنسا دیکھ کر مجھے خیال ہوا کہ اگر مادھولال کی بے چین روح نے اسے جان سے مار دیا تو میں مفت میں مزید الجھنوں میں گرفتار ہو جاؤں گا چنانچہ میں نے بلند آواز میں کہا۔

''اے پراسرار شکتی! مجھے پتا ہے کہ تو نے اپنی سویکار کی ہوئی چیز کا اپمان دیکھ کر بدلہ لینے کی ٹھان لی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تھانے

دار اب موہنی کو پریشان نہیں کرے گا اس لیے اسے چھوڑ دے اور اس آدمی سے اپنا انتقام پورا کر جس نے تھانے دار کو الٹی سیدھی پٹی پڑھا کر میرے خلاف ورغلانے کی کوشش کی تھی۔"

میں نے یہ جملے جان بوجھ کر کچھ ایسے انداز میں کہے تھے کہ تھانے دار یہی سمجھے کہ میں سونا گھاٹ کے پجاری کی آتما سے پرارتھنا کر رہا ہوں حالانکہ میں جان چکا تھا کہ چوکیدار اور تھانے دار کی درگت بنانے والی شکتی مادھولال کی روح کے سوا کوئی اور نہیں تھی۔ میرے کہے ہوئے جملے کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ مادھولال کی آتما نے تھانے دار کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کی چوکیدار دوبارہ فضا میں بلند ہو کر باہر کی سمت جانے لگا۔ اس کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخ کے ساتھ بے ربط جملے بھی نکل رہے تھے۔

"بھگوان کے لیے شما کر دو مہاراج۔۔۔ مہاتما مجھ سے بھول ہو گئی

تھی۔۔مہانوں کے مہان۔۔بلوانوں کے بلوان۔۔میرے باپ کی توبہ۔۔شما کردو مہاراج۔۔میں پوتر رامائن اور گیتا کی سوگند کھاتا ہوں اب کبھی بڑے سرکار کی چغلی نہیں کھاؤں گا۔"

چوکیدار چیخ چیخ کر اور ہاتھ جوڑ جوڑ کر ان دیکھی شکتی سے مخاطب تھا۔ میں تھانے دار کے پیچھے پیچھے دفتر سے نکلا تو دیکھا کہ چوکیدار فضا میں معلق تیزی سے اس پانی سے بھرے ٹینک کی طرف جا رہا تھا جو نہانے دھونے کے کام آتا تھا۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ٹینک کے اوپر جا کر ایک لمحے کے لیے رکا پھر دھڑام سے پانی میں گر کر ڈبکیاں کھانے لگا۔ تھانے دار نے چوکیدار کا انجام دیکھا تو بڑے پھاٹک کی طرف اس طرح بھاگا کہ پلٹ کر بھی نہیں دیکھا کہ چوکیدار زندہ ہے یا مر گیا۔ میں دل ہی دل میں مسکراتا ہوا دفتر میں آ گیا جہاں موہنی سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ میں اس کے قریب جا کر بولا۔

''موہنی میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے بارے میں اپنی زبان نہیں کھولی ورنہ تھانے دار مفت میں میرے پیچھے لگ جاتا۔''

''میں نے اپنی مرضی سے کچھ نہیں کیا۔'' موہنی بولی ''میں نے پجاری مہاراج کی آگیا کا پالن کیا ہے۔ رات مہاراج نے مجھے سوتے میں درشن دیے تھے اور کہا تھا کہ میں آپ کے بارے میں کوئی بات زبان سے باہر نہ نکالوں۔''

''اچھا اب تم جا کر آرام کرو۔ تھانے دار اب تمہیں دوبارہ پریشان کرنے نہیں آئے گا۔''

موہنی نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا' خاموشی سے گردن جھکائے دفتر سے باہر چلی گئی۔ میں اپنی کرسی پر بیٹھ گیا اور سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں سوچنے لگا۔ کچھ دیر بعد چوکیدار پانی میں شرابور ہانپتا ہانپتا دفتر میں آیا اور دوڑ کر میرے قدموں سے لپٹ گیا پھر

بڑی رقت بھری آواز میں بولا۔

''سرکار! آپ بھی مجھے شما کر دیں میں نے گھور پاپ کیا ہے، جو آپ کے بارے میں تھانے دار کے کان بھرے۔ اب کبھی ایسا نہیں کروں گا سرکار۔ بھگوان کے لیے میرے غلطی معاف کر دیں۔''

مجھے چوکیدار کی بات سن کر سخت غصہ آیا لیکن مادھولال کی روح چونکہ اسے اچھی خاصی سزا دے چکی تھی اس لیے میں نے زیادہ کچھ نہ کیا۔ ڈانٹ ڈپٹ کر بھگا دیا اور خود اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔

شام کو میں حسبِ معمول چار بجے دفتر سے اٹھ کر اپنے کوارٹر میں آ گیا نہا دھو کر کپڑے تبدیل کیے۔ کچھ دیر آرام کی غرض سے لیٹا ہی تھا کہ عملے کے سارے افراد آ گئے۔ صبح کو دفتر میں وہ جو کچھ دیکھ چکے تھے اس کا اثر اب بھی ان کے چہروں پر جھلک رہا تھا۔ چوکیدار نے انہیں بتا دیا تھا کہ پراسرار طاقت نے میرے ہی کہنے پر تھانے دار کو چھوڑا تھا۔

اس وقت وہ سب مجھے اپنی وفاداری کا یقین دلانے آئے تھے۔ میرا دل چاہا کہ ان سب کو کھری کھری سنادوں لیکن یہ خیال کر کے کہ اس طرح میری راہ میں دشواریاں پیدا ہوسکتی ہیں' میں نے انہیں معاف کردیا مگر دبی زبان میں یہ بھی ذہن نشین کرادیا کہ اگر دوسری بار کسی نے میرے خلاف کوئی سازش کرنے کی کوشش کی تو میں کھڑے کھڑے اسے ملازمت سے برطرف کرادوں گا۔ ابھی میں عملے کے افراد سے گفتگو کررہا تھا کہ کوارٹر کی طرف سے موہنی کے چیخنے چلانے کی آواز سنائی دی۔ میں اپنے آدمیوں کے ساتھ بھاگتا ہوا موہنی کے کوارٹر کی طرف گیا تو دیکھا کہ وہ صحن میں کھلے آسمان نیچے زمین پر پڑی لوٹ لگا رہی تھی۔ اسکی گردن اور پیٹ سے گاڑھا خون بہہ رہا تھا۔ میرے آدمیوں نے کوارٹر کا کونا کونا چھان مارا لیکن موہنی کے قاتل کا کوئی پتہ نہ چلا۔ موہنی کچھ دیر تک کچے صحن میں پڑی ذبح کی

ہوئی بکری کی طرح ہاتھ پاؤں مارتی رہی پھر اس کا جسم اکڑ کر سرد ہو گیا۔ میں اپنی جگہ کھڑا حیرت سے آنکھیں پھاڑے موہنی کی لاش کو دیکھ رہا تھا۔ اسے کیوں اور کس نے موت کے گھاٹ اتارا تھا' یہ تو میں نہ جان سکا لیکن اتنا ضرور سمجھ گیا تھا کہ موہنی کی موت میں یا تو مادھولال کا ہاتھ ہے یا پھر یہ سونا گھاٹ کے پجاری کی ان دیکھی طاقت کا کرشمہ ہے۔ عملے کے افراد موہنی کی لاش سے دور سہمے کھڑے تھے۔ میں تھوڑ دیر موہنی کے کوارٹر میں رہا پھر کچھ روپے اس کے کریا کرم کے لیے دیے اور سوچ میں ڈوبا اپنے کوارٹر میں آ گیا۔

صبح سے جو حادثات پے در پے رونما ہو رہے تھے' انہوں نے میرے تجسس کو اور بڑھا دیا تھا۔ میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ اب جلد از جلد سونا گھاٹ کے پجاری موہن لال کی پراسرار قوتوں کا راز معلوم کرنا چاہیے لیکن ابھی تک کوئی ایسا قابل اعتماد آدمی مجھے نہیں

ملا تھا جو پجاری تک پہنچنے میں میری مدد کرتا۔ رات گئے تک میں انہیں باتوں کے بارے میں سوچتا رہا پھر رات کے کھانے سے فارغ ہو کر کچھ دیر حسبِ عادت میں اپنے کوارٹر کے سامنے ٹہلتا رہا اس کے بعد سونے کی غرض سے اپنی خواب گاہ میں آ گیا۔ بستر پر لیٹنے سے پہلے میں نے اپنے کوارٹر کے تمام دروازے اور کھڑکیاں اچھی طرح بند کئے۔ تین بار آیت لکرسی پڑھ کر حصار کھینچا اور تین بار زور زور سے تالی پیٹ کر سونے کے ارادے سے لیٹ گیا۔ مجھے آیت لکرسی پر مکمل اعتماد تھا اور یقین تھا کہ اس کے حصار کے اندر کوئی بدروح یا گندی طاقت داخل ہو کر مجھے پریشان نہ کر سکے گی۔

میری آنکھ کب لگی مجھے ٹھیک طرح سے یاد نہ رہا لیکن نیند سے ہڑبڑا کر بیدار ہونے کی وجہ سے یقیناً وہی آواز تھی جو بار بار کمرے میں گونج رہی تھی۔ ایک دو بار میں اس آواز کو غنودگی کی حالت میں سنا تو کوئی

دھیان نہ دیا مگر جب تیسری بار کسی نے میرے کان میں زور سے میرا نام لے کر مجھے آواز دی تو میری نیند آچاٹ ہوگئی۔ میں نے جلدی سے اٹھ کر بتی روشن کی اور خواب گاہ میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ معاً مجھے خیال گزرا کہ کہیں مادھو لال کی روح نہ ہو چنانچہ میں نے جی کڑا کر کہا۔

''خواب گاہ میں کون موجود ہے۔ مجھے کس نے پکارا تھا؟''

''سرکار میں ہوں مادھو لال۔'' میرے بائیں کان کی طرف خاصی دوری پر مادھو لال کی آواز سنائی دی۔

''اتنی رات گئے تم یہاں کیا لینے آئے ہوں۔'' میں نے قدرے خشک لہجے میں پوچھا۔

''سرکار پہلے آپ مجھے اندر آنے کی اجازت دیجئے۔''

مجھے حصار کا خیال آیا۔ میں نے اس سے کہا۔ ''تم آجاؤ تم ایک

شریف آدمی ہو اور بے موت مارے گئے ہو، تم اندر کیوں نہیں آ جاتے۔"

"سرکار، میں شرمندہ ہوں کہ آپ کو رات گئے تکلیف پہنچائی۔" اس کی آواز مجھے خود سے قریب معلوم ہو رہی تھی "مگر سرکار، میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ اب آپ اور موہن لال کی راہ میں صرف ایک رکاوٹ باقی رہ گئی ہے اور اس پلید کا نام ہے جیون داس بڑے مندر کا نیا پجاری۔ آپ کی راہ کی دوسری رکاوٹ موہنی تھی جسے میں نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔"

"کیا تم نے موہنی کو مارا تھا۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں سرکار، اس کے سوا کوئی دوسرا اپائے نہ تھا۔" مادھو لال کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ وہ کلنکنی مجھے بھول کر اس پاپی پجاری موہن لال کو دیوتا سمان پوجنے لگی تھی، جس نے مجھے موت کے گھاٹ اتار ا پھر

موہنی کے پوتر شریر کو اس راکھشش نے روند ڈالا۔ اگر وہ پاپن زندہ رہتی تو آپ کی راہ کی کٹھنائیں بڑھ جاتیں۔

''مادھولال۔'' میں نے جلدی سے کچھ سوچ کر کہا'' کیا تم چاہتے ہو کہ سونا گھاٹ کے پجاری سے تمہارا قتل اور موہنی کی بربادی کا انتقام لیا جائے۔''

''اگر میری یہ اچھا (خواہش) نہ ہوتی تو سرکار میں چوکیدار کی درگت کیوں بناتا اور موہنی کے کومل شریر کو مٹی میں کیوں ملاتا۔''

''کیا تم مجھے پرانے مندر کے تہہ خانے تک پہنچا سکتے ہو۔'' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

''میں آپ کو مندر تک چھوڑ سکتا ہوں۔ اس سے آگے جانا میری آتما کی شکتی کے بس کا روگ نہیں ہے۔''

''ٹھیک ہے' میں اسی وقت چلتا ہوں۔ بس تم میرے قریب ہی رہنا

تا کہ کوئی اور مجھے پریشان نہ کر سکے۔"

"میں آپکو وچن دیتا ہوں سرکار موہن لال کی شکتی کے سوا کوئی اور آپ کو کشٹ نہیں دے سکتا۔"

مادھو لال کا جواب سن کر میرا تجسس اور بڑھ گیا۔ میں نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا۔ اپنا ذاتی ریوالور بھر کر جیب میں ڈالا اور اللہ کا نام لے کر کوارٹر سے باہر نکل آیا۔ کیمپ کے بڑے پھاٹک کے قریب پہنچ کر معاً مجھے خیال ہوا کہ رات کی ڈیوٹی والا گارڈ اس وقت میرے باہر جانے کو ضرور شبے کی نظروں سے دیکھے گا۔ ابھی یہ خیال میرے ذہن میں ابھرا ہی تھا کہ مادھو لال کی روح نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"سرکار! آپ ڈیوٹی گارڈ کی کوئی چنتا نہ کریں اور آرام سے پھاٹک پر چڑھ کر دوسری طرف اتر جائیں۔ میں اس کی آنکھوں کے سامنے پردہ ڈال دوں گا تا کہ آپ کو دیکھ ہی نہ سکے۔"

میں جی کڑا کر کے آگے بڑھا اور نہایت اطمینان سے پھاٹک پر چڑھ کر باہر کی طرف اتر گیا۔ ڈیوٹی گارڈ ہاتھوں میں سنگین بردار رائفل لیے برابر میرے سامنے گشت میں لگا رہا تھا لیکن ایک بار بھی اس نے پلٹ کر میری طرف نہ دیکھا حالانکہ میں اس کے برابر سے ہو کر پھاٹک تک پہنچا تھا۔

سونا گھاٹ کا علاقہ اس وقت گُپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ تاریکی کی دبیز چادر نے ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ ہر سو ہولناک سناٹا طاری تھا۔ میں آیت کریمہ کا ورد کرتا ہوا لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس راستے پر بڑھتا رہا جو پرانے مندر کی طرف جاتا تھا۔ چار فرلانگ کا راستہ طے کرنے کے بعد میں اس گندے تالاب کے قریب پہنچ گیا جو آبادی سے ایک کوس دور تھا اور جہاں پوری آبادی کی گندگی اور غلاظت پھینکی جاتی تھی۔ تالاب کے اطراف میں چونکہ گھنی گھنی

جھاڑیاں اور تناور درخت تھے اس لیے آبادی کے لوگ رات کے وقت ادھر کا رُخ کرنے سے ڈرتے تھے۔ میں نے اپنے عملے کے کچھ افراد سے سن رکھا تھا کہ یہ تالاب بھوت پریت اور گندی رواح کا مسکن ہے اس لیے سرشام ہی سے سونا گھاٹ کا راستہ چھوڑ دیتے تھے' میں چونکہ بھوت پریت کا قائل نہ تھا اس لیے آبادی کا چکر کاٹ کر پرانے مندر تک پہنچے کے بجائے تالاب والے راستے کو ترجیح دی تھی' یہ راستہ ویسے بھی نزدیک کا تھا۔ ابھی میں تالاب کے سامنے بنی ہوئی پگڈنڈی کو نصف ہی طے کر پایا تھا کہ اچانک ٹھٹک کر رک گیا۔ تالاب کی سمت سے مجھے کسی عورت کی سسکیوں کی آواز مجھے صاف طور پر سنائی دی تھی۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ اتنی رات گئے اس ویران' سنسان اور غیر آباد حصے میں جس کے بارے میں طرح طرح کی روایتیں مشہور تھیں' کسی عورت کی موجودگی کیا معنی رکھتی تھی۔ سسکیوں

کی آواز ہر لحظے تیز ہوتی جارہی تھی پھر یکلخت وہ آواز آنا بند ہوگئی۔ اس کے فوراً بعد ہی میرے کانوں میں کسی نوجوان عورت کے کھنکتے قہقہوں کی آواز ٹکرانے لگی۔ میں ابھی اس الجھن میں مبتلا تھا کہ اس رونے اور ہنسنے کی آواز کو کیا سمجھوں کہ میرے بائیں جانب کی گھنی جھاڑیوں سے ایک آواز ابھری "افضل بیگ۔۔۔کہاں جاتے ہو' ادھر آؤ۔' اس آواز کے ساتھ ہی مجھے گھنگھروؤں کی آواز بھی سنائی دی۔ میں تیزی سے جھاڑیوں کی طرف لپکا مگر دوسرے ہی لمحے ٹھٹک کر رک گیا۔ تاریکی کے باوجود میں نے اس عورت کو دیکھ لیا تھا جو جھاڑی کے قریب کھڑی ہاتھ کے اشارے سے مجھے قریب بلا رہی تھی۔

میں حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگا پھر جیسے ہی میری نظر غیر ارادی طور پر اس کے پیروں پر پڑی تو میں خوف سے کپکپا کر رہ

گیا۔

عورت جس کے پاؤں پیچھے کی سمت گھومے ہوئے تھے یقیناً کوئی چھلی پیری تھی جو مجھے تنہا دیکھ کر لقمہ اجل بنانا چاہتی تھی۔ میں نے اپنے بزگوں کی زبانی چھل پیریوں اور چڑیوں کے بارے میں بے شمار باتیں سن رکھی تھیں۔ ایک بار میرے والد نے بتایا تھا کہ ان گندی بلاؤں سے بچاؤ کے دو ہی راستے ہیں یا تو آگ جلائی جائے یا تو انسان ان کے سامنے برہنہ ہو جائے۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے پہلے تو اپنے ہاتھ میں دبی ہوئی ٹارچ کو روشن کرنے کا خیال کیا لیکن یہ سوچ کر کہ اس کی روشنی کرنے سے ممکن ہے دوسری بلائیں بھی میری طرف متوجہ ہو جائیں میں نے ٹارچ جلانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور جلدی سے اپنی قمیض اتار کر کندھے پر ڈال لی۔ یہ طریقہ ہر چند کے بے ہودہ تھا لیکن اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ چھل پیری جو ابھی تک

میرے سامنے کھڑی مجھے اشاروں سے بلا رہی تھی، میری قمیض اتارتے ہی منمناتی ہوئی جھاڑیوں کی طرف بھاگی اور نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ مجھے اسکی منمناہٹ کی آواز دور تک سنائی دیتی رہی۔ "پچھل پیری یا چڑیل سے نجات حاصل کرتے ہی میں پلٹ کر بھاگا اور تالاب کا حصہ گزر جانے کے بعد ہی اطمینان سانس لیا۔ ایک جگہ رک کر میں نے قمیض پہنی تو مجھے مادھولال کی ہنسی کی آواز سنائی دی۔ مجھے اس بات پر سخت غصہ آیا کہ وہ کم بخت میرے ساتھ ساتھ تھا لیکن اس نے کچھ نہ کیا اور اب مجھ پر ہنس رہا تھا۔ جی تو چاہا کہ اسے بے نقط سنانی شروع کر دوں لیکن اس خیال سے کہ کہیں وہ خفا ہو کر میری رہبری سے منہ نہ موڑ لے خون کے گھونٹ پی کر چپ رہا۔ پتا نہیں مادھولال کی روح کی میری بات کا علم کس طرح ہو گیا اس لیے مادھولال نے میرے کان میں سرگوشی کی "سرکار مجھے پتا تھا کہ وہ

بدزات آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گی اس لیے میں الگ تھلگ رہا۔"
میں نے کوئی جواب نہ دیا اور پلٹ کر پرانے مندر جانے والے راستے
کو ہولیا جیسے جیسے میں مندر کے قریب ہوتا جاتا تھا' میرا جوش بڑھتا
جا رہا تھا۔ اچانک مجھے اس سادھو کا خیال آ گیا جس نے سونا گھاٹ
کے
پجاری کی شکتی کا راز جاننے کی کوشش کی تھی لیکن تہ خانے کی سیڑھیوں
پر قدم رکھتے ہی جل کر بھسم ہو گیا تھا۔ اس خیال کے آتے ہی میرے
جسم میں جھرجھری سی آ گئی لیکن فوراً ہی میں نے جلدی سے آیت الکرسی
پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا اور مندر کی طرف بڑھنے لگا جو رات کی تاریکی
میں کسی دیو قامت آسیب کی طرح نظر آ رہا تھا۔ ابھی میں پرانے مندر
سے بیس گز کے فاصلے پر تھا کہ مادھو لال کی روح نے مجھے مخاطب کر
کے آہستہ سے کہا۔

''سرکار میری مانوں تو موہن لال سے مچھیا کرنے سے پہلے جیون داس کو موت کے گھات اتار دو۔۔اب صرف وہی ایک پاپی باقی رہ گیا ہے جو آپ کی راہ میں کٹھنائیاں پیدا کر سکتا ہے۔''

''کیا جیون داس بھی مندر ہی میں رہتا ہے۔'' میں نے دریافت کیا۔

''مندر کے پیچھے جو کٹی بنی ہے وہ اپرادھی اسی میں رہتا ہے۔ اسی کم جات کے کارن کوئی موہن لال تک نہیں پہنچ پاتا۔'' مادھو لال کی روح نے کہا ''اگر آپ اس نیچ سے دو دو ہاتھ کرنے کی جی میں ٹھان لیں تو میں آپ کی تھوڑی بہت سہائتا کر سکتا ہوں۔ پرنتو موہن لال کی ناپاک شکتی سے ٹکر لینا میرے بس کا روگ نہیں ہے۔''

''کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ جیون داس اس وقت سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔''

''آپ یہی ٹھہریں میں ابھی جا کر پتا کر آتا ہوں۔''

''میں نے اثبات میں گردان ہلائی اور ایک بوڑھے برگد کے تنے کی آڑ لے کر کھڑا ہو گیا۔ دو منٹ بعد ہی مادھولال کی روح نے دوبارہ میرے کانوں میں سرگوشی کی لیکن اس بار اس کی آواز سے غصے اور نفرت کا اظہار ہو رہا تھا اس نے مجھ سے کہا تھا۔

''سرکار دھرم کا پرچار کرنے والا بگلا بگھت اس سے اپنی کٹی میں ایک سندر اور بھولی بھالی کنیا کا دھرم نشٹ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اس سمے اگر آپ نے اسے مار دیا تو بھگوان بھی آپ سے ناراض نہیں ہو گا۔''

میں مادھولال کی روح کی آواز سن کر غصے سے سرخ ہو گیا۔ مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ سونا گھاٹ کے پجاری کی ذات جو باتیں منسوب ہیں اس میں نئے پجاری کی شرارتوں کا بھی ضرور دخل ہو گا چنانچہ میں فوراً ہی جیون داس کی کٹی کی طرف بڑا جو پرانے مندر کے عقب میں واقع تھی۔ مادھولال کی روح نے جس جگہ کوٹی کا نام دیا تھا وہ ایک پختہ

مکان تھا جس کے بیرونی دروازے پر دونوں طرف دیوار کے ساتھ بھگوان کی کئی مورتیاں جڑی ہوئی تھیں۔ میں اس مکان کے قریب پہنچ کر رک گیا اور اندر کی سن گن لیتا ہوا ایک ایسی کھڑکی کے قریب جا کر ٹھہر گیا جہاں سے اندر کی روشنی جھریوں کے ذریعے باہر پھوٹ رہی تھی۔ ایک جھری سے آنکھ لگا کر میں نے اندر جھانکا تو مارے غصے کے لرز اٹھا۔ پرانے مندر کا نیا پجاری جو سونا گھاٹ میں بڑی عزت اور عقیدت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا اس وقت مجھے شیطان سے زیادہ مکروہ اور ناپاک نظر آرہا تھا۔ کمرے کے اندر وہ ایک خوب صورت اور بھولی بھالی ہندو لڑکی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کی خاطر زور آزمائی کر رہا تھا۔ مارے غصے کے میری مٹھیاں بھینچ گئیں اور رگوں میں میرا جوان خون جوش مارنے لگا۔ میں نے دوبارہ اندر جھانکا سہمی ہوئی لڑکی اپنے بچاؤ کی خاطر زور آزمائی کر رہی تھی اور جیون

داس کسی بھوکے اور خون آشام بھیڑیے کی طرح بار بار لڑکی پر جھپٹ کر اسے پھنبھوڑ ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''بھگوان کے لیے مہاراج، مجھ ابھاگن پر دیا کرو۔'' لڑکی نے گڑ گڑاتے ہوئے کہا ''اگر میرے ماتا پتا کو پتا چل گیا تو وہ مجھے جان سے مار ڈالیں گے۔ میں تمہیں دیوتاؤں کا واسطہ دیتی ہوں' مہاراج مجھے برباد نہ کرو۔''

''بکواس مت کر مورکھ۔'' جیون داس غرا کر بولا'' تجھے تو خوش ہونا چاہیے نادان کہ پرانے مندر کے پجاری نے تجھے سویکار کیا ہے۔''

میں نے جیون داس کو دوبارہ لڑکی کی طرف جھپٹتے دیکھا تو ضبط نہ کر سکا اور تیزی سے چلتا ہو عمارت کی پشت پر آیا اور حد بندی کی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کود گیا۔ جس کمرے میں جیون داس اپنی ہوس کا ہولناک ڈرامہ کھیل رہا تھا' اسے اندر سے بند پا کر میں سوچ میں پڑ

گیا کہ اب اندر کس طرح داخل ہوں' اسی لمحے مادھولال کی روح کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "آپ کوئی چنتا نہ کریں سرکار میں اندر جا کر کنڈی کھول دیتا ہوں۔"

کنڈی کھلنے کی آواز سنتے ہی میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو جیون داس میرے قدموں کی آہٹ پا کر لڑکی کو چھوڑ کر میرے طرف گھوما اور اپنی لال لال آنکھوں سے مجھے گھورتا ہوا بولا۔

"افضل بیگ' تم اس سمے یہاں کیا لینے آئے ہو؟"

"میں تمہارے گندے کرتوتوں کی سزا دینے آیا ہوں۔"

میں کڑک کر بولا "کسی مجبور لڑکی پر اپنی ناپاک شکتی کو آزماتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی۔"

"نادان بالک۔ اگر تجھے اپنا جیون پیارا ہے تو الٹے قدموں واپس لوٹ جا۔ مندر کے پجاریوں اور پروہتوں کو اگر یہاں تیری

موجودگی کا پتا چلا گیا تو تیرے شریر کی تکا بوٹی کر کے رکھ دیں گے۔"
ہٹا کٹا اور طویل القامت پجاری مجھے بڑی خونخوار نظروں سے گھورتا ہوا بولا" پاپ اور پن کیا ہے 'ہم دھرم کے پجاری بخوبی سمجھتے ہیں تو ان معاملات میں اپنی ٹانگ کیوں پھنساتا ہے۔"

''میں آج یہی فیصلہ کرنے آیا ہوں جیون داس کہ کس کا دھرم زیادہ طاقت ور ہے۔'' میں نے گرج دار آواز میں جواب دیا۔

''اچھا۔ تو پھر سنبھل۔'' جیون داس نے کوئی منتر پڑھ کر میری طرف اشارہ کیا' ایک سیاہ رنگ کا خوف ناک ناگ نا جانے کہاں سے میرے سامنے نمودار ہوا اور تیزی سے اپنا پھن اٹھائے میری سمت لپکا اگر میں اچھل کر تیزی سے ایک طرف ہٹ نہ گیا ہوتا تو سیاہ ناگ یقیناً مجھے ڈس لیتا۔ اپنا بچاؤ کر کے میں نے جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا ریوالور نکالنا چاہا۔ اس لمحے مادھولال کی روح نے میرے

کان میں سرگوشی کی۔

''سرکار آپ کوئی چنتا نہ کریں۔ میں ابھی اس ناگ کو جلا کر راکھ کئے دیتا ہوں۔'' مادھو لال کی روح کی آواز سن کر میں نے سوچا کیوں نہ میں شعبدہ بازی کا مظاہرہ کر کے جیون داس کو مرعوب کرنے کی کوشش کروں۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے اپنے کلمے والی انگلی اٹھا کر سانپ کی طرف اشارہ کیا اور ٹھیک اسی وقت مادھو لال کی روح نے اس موذی سانپ کو اپنی شکتی سے جلا کر راکھ کے ڈھیر میں بدل دیا۔

جیون داس نے مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھا پھر منہ ہی منہ میں کسی اور منتر کا جاپ کرنے لگا لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنا منتر پورا کرتا میں نے خدا کا نام لے کر اس پر چھلانگ لگا دی اور اس سے لپٹ پڑا' میرا خیال تھا کہ میں جیون داس کو تھوڑے سے مقابلے کے بعد زیر کر لوں گا لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ اس ہٹے کٹے جسم میں بلا کی

طاقت تھی۔ کچھ دیر زور آزمائی کرنے کے بعد میری قوتِ مداخلت جواب دینے لگی تو میں نے ایک بار پھر اپنا ریوالور نکالنا چاہا لیکن اس بار مادھولال کی روح نے مجھے منع کر دیا اور کہا کہ گولی چلنے کے دھماکے سے اگر مندر کے دوسرے پجاری جاگ گئے تو پھر میرا وہاں سے بچ نکلنا دشوار ہو جائے گا۔ اس نے مجھے مشورہ دیا کہ اگر میں کسی طرح ہٹے کٹے پجاری کو زمین پر گرادوں تو جیت میری ہوگی۔ مادھولال کی روح نے جو مجھے مشورہ دیا' وہ دوراندیشی کے عین مطابق تھا چنانچہ میں نے ریوالور نکالنے کا ارادہ ترک کر دیا اور پوری قوت سے جیون داس سے مقابلہ کرنے لگا۔ لڑکی جو میرے اچانک آجانے سے جیون داس کی ہوس کا نشانہ بننے سے بچ گئی تھی ایک طرف سہمی کھڑی تھی۔ پرانے مندر کا ہٹا کٹا پجاری جس کے جسم میں بلا کی طاقت تھی' ہر لمحے مجھ پر حاوی ہوتا جارہا تھا۔ میں اس کی آہنی گرفت میں پھنسا تڑپ رہا

تھا۔ میری سانس گھٹتی جا رہی تھی اور موت کے بھیانک تصور سے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھپتا جا رہا تھا۔ میں نے اپنے خدا کو یاد کیا اور آخری بار پوری قوت لگا کر قلابازی کھائی تو جیون داس اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور اچھل کر لڑکی کی قریب کا کر اوندھے منہ زمین پر گرا پھر اس سے پہلے کہ میں یا جیون داس اٹھ پاتے لڑکی نے دوڑ کر قریب رکھی ہوئی بھگوان کی پیتل کی مورتی اٹھائی اور پوری قوت سے ہٹے کٹے پجاری کے گنجے سر پر دے ماری میں نے جیون داس کے سر سے خون کا فوارہ ابلتے دیکھا اس کے بعد وہ چیخا ہی تھا کہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس پر سوار ہو گیا پھر اس وقت تک اس کے منہ کو دونوں ہاتھوں سے سختی کے ساتھ دبائے رکھا جب تک اس کا جسم تڑپ تڑپ کر ساکت نہیں ہو گیا۔ جیون داس سے چھٹکارا پانے کے بعد میں نے لڑکی کو یہ بات باور کرانے کی کوشش کی کہ اگر اس نے اس واقعے کا

ذکر کسی اور سے کیا تو اسے پجاری کے قتل کے الزام میں پھانسی کی سزا بھی مل سکتی ہے لڑکی نے جو بری طرح سہمی ہوئی اور دہشت زدہ نظر آ رہی تھی، مجھ سے وعدہ کر لیا کہ وہ ان تمام واقعات کا تذکرہ کسی اور سے نہ کرے گی پھر جلد ہی وہاں سے باہر نکل گئی اور تاریکی سے فائدہ اٹھا کر وہاں سے بھاگ گئی۔

جب میں جیون داس کے مکان سے باہر نکلا تو مادھولال کی روح کی آواز نے کہا "سرکار اب میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ جیون داس جیسے اپرادھی اور ناپاک پجاری کی موت سے آپ کی راہ کی رکاوٹیں ختم ہو گئی ہیں۔ اب آپ بلا کھٹکے موہن لال تک پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد بھگوان ہی بہتر جانتا ہے کیا ہوگا۔"

مادھولال کی روح کو میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جیون داس کی

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۲)

موت سے جہاں مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی، وہاں اب سونا گھاٹ کے پجاری موہن لال تک پہنچنے کے لیے میرا جوش بھی کئی گنا بڑھ چکا تھا۔ میں نے تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے پرانے مندر کا ایک طویل چکر کاٹا پھر اس حصے کی طرف چھپتا چھپاتا آ گیا جہاں وہ چبوترا بنا ہوا تھا جس کی سیڑھیاں مندر کے تہہ خانے کے بڑے پھاٹک تک گئی تھیں۔

چبوترے کے قریب رک کر میں نے قرب و جوار کا جائزہ لیا۔ دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہر طرف تاریکی اور سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ میں تیزی سے لپک کر چبوترے پر آ گیا اور اللہ کا نام لے کر سیڑھیوں کو طے کرنے لگا۔ جیسے جیسے میں آگے بڑھتا جاتا تھا، میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جاتی تھیں۔ مجھے رہ رہ کر اس سادھو کا خیال آ رہا تھا جو انہی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے جل کر راکھ ہو گیا تھا۔ ہیڈ کوارٹر سے چلتے وقت مجھے ایک واقف کار اوم پرکاش نے جوان دنوں سونا

گھاٹ میں تعینات تھا' یہ واقعہ سنایا تھا۔ اوم پرکاش کے بیان کے مطابق اس سادھو نے اس بات کا دعویٰ کیا تھا کہ موہن لال کی پر اسرار شکتی کے بارے میں جو کچھ مشہور ہے' وہ سب جھوٹ ہے اور وہ اس جھوٹ کو ثابت کر دکھائے گا لیکن قبل اس کے کہ وہ سادھو جسے سونا گھاٹ کے لوگ اوتار سمجھ رہے تھے' اپنا دعویٰ پورا کرتا تہ خانے کی طرف جاتے ہوئے انہی سیڑھیوں پر جل بھن کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا تھا۔ اس واقعے نے موہن لال کی دہشت لوگوں کے دلوں پر اس حد تک بٹھا دی تھی کہ وہ دن کے اوقات میں بھی چوبی سیڑھیوں والے چبوترے کا رُخ کرتے ہوئے کتراتے تھے۔

سادھو کا واقعہ یاد آیا تو میں ایک لمحے کے لیے سہم کر رک گیا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے خود پر ملامت کی اور دل میں خدا کو یاد کرتا ہوا دوبارہ سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ میری اس بے فکری اور نڈر پن کی

ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اور خدا کی مرضی کے بغیر کوئی نہیں مر سکتا۔ اس کے علاوہ میرے آگے پیچھے کوئی رونے والا بھی نہیں تھا جس کا خیال پریشان کرتا جہاں تک میرے بھائی اور بہنوں کا تعلق تھا' تو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ والد صاحب کے انتقال کے بعد انہوں نے کس طرح مجھ سے نظریں پھیر لی تھیں اور جائداد کے بٹوارے کے وقت نہ صرف چھوٹا سمجھ کر میری حق تلفی کی تھی بلکہ دودھ کی مکھی کی طرح مجھے نکال باہر کیا تھا۔

انہی خیالات میں غرق میں جلدی جلدی سیڑھیاں طے کرتا ہوا تہ خانے کے دروازے تک پہنچ گیا جس پر ایک زنگ آلود اور وزنی تالا پڑا ہوتھا اور دونوں پٹوں پر جا بجا دھندلے دھندلے رنگوں سے بنی ہوئی بھگوان اور دوسرے دیوی دیوتاؤں کی تصویریں نظر آ رہی تھیں۔ اس خیال سے کہ میرے اور سونا گھاٹ کے پجاری کے درمیان بس

یہی ایک دروازہ حائل رہ گیا ہے' میرا جوش بڑھ گیا۔ میں نے ایک بار پھر پلٹ کر چبوترے کی طرف دیکھا' مبادا کوئی پجاری یا بھگت چھپ کر میری حرکات وسکنات جائزہ لے رہا ہو لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ ہر طرف مہیب سناٹا اور گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ میں نے اب تالے کی طرف توجہ کی جو کافی وزنی اور مضبوط تھا۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں دوبارہ جیون داس کے مکان میں جا کر چابی تلاش کروں۔ تالا توڑنے کی صورت میں ممکن تھا کہ مندر کے پجاری اور پنڈت جاگ جاتے۔ اس خیال کے تحت میں نے جانے کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ

وزنی تالا ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ کھل گیا۔ ہر چند کہ میں ہمیشہ سے بے حد نڈر اور بے خوف رہا ہوں لیکن تالے کا اس طرح اپنے آپ کھل جانا میرے لیے انتہائی تعجب خیز تھا۔ معاً میرے دل میں خیال

آیا کہ ممکن ہے مادھولال کی روح نے میری مشکل آسان کرنے کی خاطر کھول دیا ہو۔ بہر حال میں نے ایک بار پھر آیت الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا اور روزنی تالے کو ہٹا کر چٹخنی کھولی پھر دروازے کو آہستہ آہستہ اندر کی طرف دھکیلنے لگا۔ اندر بھی گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ دروازہ کھول کر میں دھڑکتے ہوئے دل سے تہ خانے میں داخل ہوا' جیب سے ٹارچ نکال کر روشن کی اور اس کی روشنی تہ خانے میں ادھر اُدھر رینگنے لگی۔ اچانک روشنی کا دائرہ ایک صندل تابوت پر پڑا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا میں تابوت کے قریب پہنچا تو اس میں لال ہی تھا' تابوت کے اندر سمٹا سمٹایا چت لیٹا ہے۔ اس کی دونوں آنکھیں خوف ناک انداز میں کھلی ہوئی تھیں۔ اس کے جسم پر جو کورا کپڑا موجود تھا' وہ بھی انتہائی اجلا تھا اور اس پر کہیں میل کچیل کا نشان تک نہ تھا۔ موہن لال کی جسمانی

حالت بھی بالکل ٹھیک ٹھاک نظر آ رہی تھی جبکہ لوگوں کے بیان کے مطابق اسے مرے ہوئے خاصا عرصہ گزر چکا تھا۔

میں صندل تابوت کے قریب کھڑا موہن لال کی ساکت آنکھوں کو دیکھتا رہا' جس کی پتلیوں سے ایک خوف ناک لہر پھوٹ رہی تھی۔ اس کا جسم بری طرح اکڑا ہوا نظر آ رہا تھا' جس میں کسی قسم کی کوئی حرکت نہیں نظر آ رہی تھی۔ چند لمحے تک میں ساکت و جامد کھڑا دنیا کے اس آٹھویں عجوبے کو حیرت بھری نظروں سے گھورتا رہا کوئی غیر مرئی طاقت مجھے بار بار یہ باور کرانے کی کوشش کر رہی تھی کہ موہن لال مرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔ طویل عرصے تک کسی انسانی جسم کا لاش میں تبدیل ہو جانے کے باوجود اس حالت میں پایا جانا کہ جلد کی رنگت تک نہ بدلی ہو اور ایک ایک رو میں سے زندگی کے اثرات نمایاں نظر آ رہے ہوں میرے لیے ناقابل یقین بات تھی۔ اس خیال سے کہ

ممکن ہے پجاری کے جسم کو محفوظ کرنے کے لیے کوئی مخصوص مسالا لگا دیا گیا ہو جو بظاہر نظر نہ آ رہا ہو میں نے اس کے جسم کو چھونے کی غرض سے ہاتھ آگے بڑھایا لیکن قبل اس کے کہ میں اپنے ارادے کی تکمیل کرتا' تہ خانے کا دروازہ جسے میں اپنے پیچھے کھلا چھوڑ آیا تھا ایک زور دار آواز سے بند ہو گیا۔ چٹخنی لگنے کی آواز بھی سنائی دی۔ میں بری طرح لرز اٹھا۔ تیزی سے گھوم کر میں نے ٹارچ کی روشنی دروازے پر ڈالی تو میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔ دروازے کی چٹخنی اندر سے بند تھی۔ دوسرے ہی لمحے حفظ ماتقدم کے طور پر میں نے اپنا ریوالور نکال لیا پھر ٹارچ کی روشنی میں مختصر تہ خانے کا ایک ایک کونا دیکھ ڈالا لیکن وہاں میرے اور صندل تابوت کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں تھی۔ خوف کی ایک لہر میرے دل و دماغ پر طاری ہو گئی اور میں جھرجھری لیے بغیر نہ رہ سکا۔ یقیناً وہ کوئی پراسرار طاقت ہی تھی جس نے

تہ خانے کو میرے لئے چوہے دان بنانے کی غرض سے اس کے دروازے کو بند کر دیا تھا۔ میں نے جلدی سے بلند آواز میں آیت کریمہ کا ورد شروع کر دیا۔ ایک لمحے کے لیے میں نے سوچا کہ دروازے کی چٹخنی کھول کر اس پراسرار قید سے نجات حاصل کرنے کے لیے بھاگ کھڑا ہوں لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ سونا گھاٹ کے پجاری تک پہنچ کر بے نیل و مرام واپس لوٹ جانا میری مہم جو طبیعت کے خلاف تھا۔

دل کڑا کر کے میں نے ٹارچ کا رُخ دوبارہ تابوت کی طرف کیا تو مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری کی آنکھوں کی پتلیاں جو کچھ دیر پہلے چھت پر مرکز تھیں اب میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور اس کے موٹے اور بھدے ہونٹ جو پہلے خشک اور بے جان نظر آ رہے تھے۔ اب ان پر ایک پراسرار مسکراہٹ

نظر آ رہی تھی یوں جیسے وہ میری موجودہ کیفیت پر مسکرا رہے ہوں۔ میں نے ریوالور کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کی اور تیزی سے دو تین قدم پیچھے ہٹ گیا۔ ٹارچ کی تیز روشنی بدستور صندلی تابوت پر پڑ رہی تھی اور میں حیرت سے پھٹی پھٹی نظروں سے سونا گھاٹ کے پجاری موہن لال کو دیکھ رہا تھا جس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہر لمحے گہری ہوتی جا رہی تھی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں جو انگاروں کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔ بدستور میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ میں ریوالور کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کیے صندل تابوت سے تھوڑے فاصلے پر ساکت و جامد کھڑا پجاری کے خوفناک وجود کو ٹکٹکی باندھے گھور رہا تھا۔

تہ خانے کے وزنی دروازے کا اپنے آپ سے پرشور آواز کے ساتھ بند ہو جانا اور مردہ پجاری کی پتلیوں کا یوں اپنے حلقے کے اندر حرکت

کرنا' دونوں ہی باتیں میرے لیے حیرت انگیز تھیں۔ ہر چند کہ اپنے والد کے ساتھ میں بڑے بڑے معرکوں میں ثابت قدم رہ چکا تھا لیکن اس وقت جو کچھ میری نگاہوں نے دیکھا' وہ میرے تمام سابقہ تجربوں سے زیادہ پراسرار تھا۔ خوف اور دہشت کے ملے جلے تاثرات کے زیر اثر میں مبہوت کھڑا پجاری کو دیکھے جا رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے۔

ابھی میں اپنی جگہ کھڑا سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری موہن لال کے بارے میں کسی آخری نتیجے پر پہنچنے کی کوشش میں مصروف تھا کہ خوف کی ایک لہر بری طرح میرے وجود پر چھا گئی۔ اس بار نہ صرف یہ کہ میں نے پجاری کی ساکت پتلیوں کو دوبارہ حرکت کرتے دیکھا تھا بلکہ اس کی دراز پلکوں کو بھی تیز تیز جھپکتے محسوس کیا تھا۔ کسی مردے کا یوں اپنی آنکھوں کو حرکت دینا میرے لیے سخت حیرت انگیز اور ناقابل

یقین بات تھی۔

میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ تیزی سے پلٹ کرتہ خانے کے دروازے کو کھولوں اوران پراسرار حالات سے نجات حاصل کرنے کے لیے بھاگ کھڑا ہوں مگر قبل اس کے کہ میں اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنا تا' سونا گھاٹ کے پجاری کے جسم میں حرکت ہوئی اور وہ یوں جماہی لیتا ہوا اٹھ بیٹھا جیسے ایک طویل عرصے سے سوتے رہنے کے بعد جاگا ہو۔اس کی بڑی بڑی سرخ اور خوف ناک آنکھیں بدستور میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

''تم۔۔۔تم۔۔۔''میں نے دل کڑا کر کے پجاری کو مخاطب کرنا چاہا لیکن خوف اور دہشت کے مارے جملے میرے حلق میں ہی پھنس کر رہ گئے۔

سونا گھاٹ کا پجاری میری بوکھلاہٹ پر مسکرایا پھر کسی آسیب کی طرح

صندل تابوت سے نکل کر باہر آ گیا۔ اب وہ میرے سامنے زندہ انسانوں کی طرح کھڑا مجھے مضحکہ خیز نظروں سے گھور رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میں کانپ اٹھا۔ اب تک میں نے پجاری کے بارے میں جو کچھ سن رکھا تھا' وہ ساری باتیں تیزی سے میرے ذہن میں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں غنودگی کی کیفیت میں کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہا ہوں۔ کچھ دیر تک میں اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا پھر میں نے اپنے حواس بحال کیئے اور لرزتی آواز میں بولا۔

''خبردار۔۔۔ اگر تم نے میرے قریب آنے کی کوشش کی تو میں گولی ماردوں گا۔''

جواب میں پجاری کے ہونٹوں پر کھیلتی ہوئی مسکراہٹ اور گہری ہوگئی۔ میری دھمکی کا اس پر مطلق کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ بڑے اطمینان اور پر

وقار انداز میں سینہ تانے کھڑا مجھے گھورتا رہا پھر آہستہ سے بولا'' مجھے پورا وشواس تھا افضل بیگ کہ تم یہاں ضرور آؤ گے۔ مجھے تمہارا انتظار بھی تھا۔''

اتنا کہہ کر وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا میری جانب بڑھنے لگا۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتا میں پیچھے ہٹتا جاتا تھا یہاں تک کہ میں تہ خانے کے دروازے سے جا لگا۔ اب سوائے اس کے کوئی اور چارہ نہیں تھا کہ میں ریوالور داغ کر اس کے پراسرار اور ناپاک وجود کو خاک میں ملا دوں۔''

''موہن لال۔'' میں نے بڑی مشکل سے اپنی بوکھلاہٹ پر قابو پاتے ہوئے پجاری کو مخاطب کیا'' اگر جان کی سلامتی چاہتے ہو تو میرے قریب آنے کا ارادہ ترک کر دو ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔''

پجاری کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ میں یہی سمجھا تھا کہ میری

دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا ہے لیکن میرا خیال زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہ سکا۔ پجاری نے بڑے اطمینان سے مسکراتے اور ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔

''افضل بیگ' میں تم کو اس بات پر آشر باد دیتا ہوں کہ تم ایک دلیر اور بے خوف منش ہو۔ تمہاری جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو راستے کی کٹھناؤں سے گھبرا کر بھاگ جاتا۔ پر تم نے ایسا نہیں کیا۔ میں تمہاری بہادری پر خوش ہوں۔ مجھے یقین تھا کہ تم یہاں تک اوش آ و گئے۔''

''اور اب مکاری کی باتیں کر کے مجھے اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کر رہے ہو۔'' میں نے قدرے بھاری آواز میں جواب دیا اور پجاری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا'' کیا تمہیں اس بات کا وشواس نہیں ہے کہ اب تمہیں میرے ہاتھوں سے کوئی نہیں بچا سکتا۔'' ایک لمحے کے لیے موہن لال کا چہرہ مارے غصے کے سرخ ہو گیا۔ وہ

مجھے شعلہ بار نظروں سے گھورنے لگا لیکن یہ کیفیت بتدریج ختم ہوتی گئی۔

''افضل بیگ۔'' اس نے مسکراتے ہوئے نرم آواز میں کہا ''تم ابھی نادان بالک ہو جو ایسی باتیں کر رہے ہو۔ میری شکتی کا راز جاننے کے لیے تمہیں ایک پورا جیون دان کرنا ہوگا۔ تب کہیں جا کر تم سمجھ سکو گے کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔ اگر میری اچھا نہ ہوتی تو تم یہاں تک کبھی نہ آسکتے۔ پرنتو میں یہی چاہتا تھا کہ تم میرے چرنوں تک پہنچ جاؤ۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہاں تک کس کی سہائتا پا کر پہنچے ہو۔''
فوری طور پر میرے ذہن میں یہی خیال ابھرا کہ سونا گھاٹ کا پجاری میرے ساتھ مکاری کی باتیں کر رہا ہے تاکہ مجھے باتوں میں الجھا کر کسی طرح ریوالور چھین سکے چنانچہ اس خیال کے تحت میں نے اسے حقارت سے گھورا اور دبنگ آواز میں بولا۔

''موہن لال، تم اب تک جو کچھ کرتے رہے ہو اس میں تمہاری پر اسرار قوتوں سے زیادہ تمہاری عیاری اور مکاری کا دخل رہا ہے مگر کان کھول کر سن لو کہ میرے اوپر تمہاری باتوں کو کوئی جادو نہ چلے گا۔''

''مورکھ۔'' پجاری نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا پھر پروقار انداز میں بولا'' تم اگر میرے مہمان ہونے پر شک کر رہے ہو تو یہ تمہاری بھول ہے۔ اگر تم چاہو میں تمہیں ایک ایک سے کی تمام باتیں بتا سکتا ہوں۔ جس روز تم سونا گھاٹ روانہ ہونے سے پہلے ٹھاکر بلوان سے ملے تھے اس روز سے آج تک کی تمام باتیں میرے علم میں ہیں۔ تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ موہنی کے سلسلے میں تم نے میری رہ میں جو رکاوٹیں کھڑی کیں تھیں، وہ میری شکتی کے آگے بیکار ثابت ہوئی تھیں۔''

''ہو سکتا ہے تم نے میرے کسی ماتحت کو مرعوب کر کے اپنی ناپاک خواہشات کی تکمیل کی ہو۔'' میں نے نفرت میں جواب دیا۔

’’کیا تم یہ بھول رہے ہو افضل بیگ کہ موہنی تمہارے بند کمرے میں آرام کر رہی تھی۔‘‘ پجاری نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

’’مجھے اچھی طرح یاد ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ اس میں بھی میرے ہی کسی آدمی کا ہاتھ شامل رہا ہوگا۔‘‘

پجاری کی آنکھیں دوبارہ سرخ ہوگئیں۔ وہ مجھے ایسی نظروں سے گھور رہا تھا جیسے اس بات کا فیصلہ کر رہا ہو کہ میرے ساتھ اس کا آئندہ برتاؤ کیا ہونا چاہیے لیکن میں نے اس کے گھورنے کی کوئی پروا نہ کی اور بڑی لاپروائی سے بولا۔ ’’اگر تمہیں تمام باتوں کا علم تھا تو پھر تم نے اپنی شکتی سے اس وقت کیوں کام نہیں لیا جب میں نے جیون داس کو ٹھکانے لگایا تھا۔‘‘

’’میری مرضی تھی کہ تم اسے کشٹ پہناؤ۔۔ جیون داس نے میری سوئیکار کی ہوئی استری کو ہاتھ لگا کر گھور پاپ کیا تھا۔ اگر تم نہ آتے تو

میں اسے کچل کر رکھ دیتا۔''

''بہت خوب۔'' میں نے انتہائی نفرت سے کہا۔ ''گویا تم اگر کسی استری کا جیون نشٹ کر دو تو وہ تمہارے نزدیک پن ہے لیکن اگر کوئی تمہارا چیلا یا بھگت اس استری پر بری نگاہ ڈالے تو وہ گھور پاپ کا مرتکب ہو جاتا ہے۔''

''اس چکر میں مت پڑو افضل بیگ۔ پاپ اور پن کیا ہے' یہ تم نہیں جان سکو گے۔''

''میں ان بے ہودہ باتوں کو سمجھنے کے لیے یہاں نہیں آیا ہوں۔'' میں نے کرخت آواز میں کہا۔

''پھر تمہارے من میں کیا ہے؟'' پجاری نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

''میں صرف تمہارا ناپاک وجود ختم کر دینا چاہتا ہوں تاکہ تم آئندہ

بھولے بھالے آدمیوں اور معصوم لڑکیوں کے ساتھ اپنا شیطانی ناٹک نہ کھیل سکو۔"

پجاری میری بات سن کر یوں مسکرایا جیسے میں نے کوئی مضحکہ خیز بات کہی ہو۔ چند لمحے کے لیے وہ چپ چاپ کھڑا مجھے گھورتا رہا پھر سپاٹ لہجے میں بولا "مورکھ، تجھے نہیں معلوم کہ تو اس سے کس شکتی کے سامنے کھڑا باتیں کر رہا ہے۔ اگر تو میری شکتی کا تماشا دیکھنا چاہتا ہے تو گولی چلا کر دیکھ لے پرنتو یہ سوچ لے کہ اگر تیرے ذہن میں مجھے نشٹ دینے کا خیال بھی گزرا تو پھر ٹھاکر بلوان کا کہا ضرور پورا ہوگا۔ تجھے ایسی گھٹناؤں سے گزرنا ہوگا، جس سے تنگ آ کر تو پالتو جانوروں کی طرح میرے چرنوں میں لوٹل لگانے پر مجبور ہو جائے گا۔"

اس خیال سے کہیں موہن لال مجھے سچ مچ باتوں میں الجھا کر اپنی کسی پراسرار شکتی سے کام نہ لے لے میں نے بڑی پھرتی سے ریوالور تانا

اور اسکے ننگے سینے کا نشانہ لے کر یکے بعد دیگرے چار فائر جھونک مارے لیکن حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے ریوالور سے نکلی گولیوں کو پجاری کے جسم سے ٹکرا کر پھول بنتے دیکھا۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے اس چاروں پھولوں کو دیکھ رہا تھا' جو موہن لال کے قدموں کے پاس پڑے تھے۔ سونا گھاٹ کا پراسرار پجاری بدستور سینہ تانے میرے سامنے کھڑا معنی خیز انداز میں مسکرا رہا تھا۔ ہر چند کہ میرے ریوالور کے چیمبر میں دو گولیاں موجود تھیں لیکن پہلی چار گولیوں کا حشر دیکھ میں اس قدر سہم گیا تھا کہ باقی دو گولیاں چلانے کی ہمت نہ ہوئی۔

''کس و چار میں ہو افضل بیگ' باقی گولیاں چلا کر بھی اپنے من کی آشا پوری کر لو۔ اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں۔''

دہشت کے مارے میں موہن لال کی بات کا کوئی جواب نہ دے سکا۔

محض تھوک نگل کر رہ گیا۔

مادھولال کی آتما کی سہائتا پا کر تم شاید بھول گئے تھے کہ تم ایک مہان شکتی سے ٹکر لینے والے ہو جس کے آگے تمہاری مثال ایسی ہے جیسے شیر کے سامنے گیدڑ کی۔ موہن لال نے اس بار قدرے خشک لہجے میں کہا پھر بولا ''تمہیں دوسرے کے دھرم کے معاملات میں ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت تھی۔ تم نے برا کیا جو ایسا دھیان بھی من میں آنے دیا۔ اگر تم نے مجھے کشٹ دینے کی حماقت کی ہوتی تو میں تمہیں ایک نادان بالک جان کر ضرور شما کر دیتا۔ پرنتو تم نے میرا کہا نہ مانا اس لیے میں تمہیں شما نہیں کروں گا۔''

خوف کے مارے میرا برا حال تھا۔ اس لیے میں نے فوراً ہی موہن لال کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اگر موہن لال کی جگہ کوئی بپھرا ہوا آدم خور بھی میرے سامنے ہوتا تو شاید میں دلیری کے ساتھ اس سے

ٹکرا جاتا لیکن جادوٹونے کے ساتھ الجھنا محض موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا چنانچہ میں کچھ دیر تک چپ چاپ رہا پھر اپنے حواسوں پر کسی قدر قابو پانے کے بعد کہا۔

''موہن لال' جادوٹونے اور سفلی کے ذریعے کسی کو نیچا دیکھا کر موت کے گھاٹ اتارنا میرے نزدیک بہادری نہیں بلکہ بزدلی ہے۔۔۔ اگر تم سچے مرد ہو تو صرف اپنی جسمانی طاقت کو آزماؤ پھر میں دیکھوں گا کہ ہم دونوں میں زیادہ طاقت کس کے بازوؤں میں ہے۔''

''ہنھ۔۔اس کی چنتا مت کرو افضل بیگ' میں تمہیں شریر کی شکتی آزمانے کا موقع بھی ضرور دوں گا۔ پرنتو سب سے پہلے میں نیچ مادھو لال کو سزا دوں گا جس نے موہنی کو مار کر میرا اپمان کیا تھا۔''

اتنا کہہ کر موہن لال نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔اس کے ہونٹ تیزی سے ہلنے لگے۔غالباً وہ کوئی جاپ شروع کر چکا تھا۔ میں کسی

بت کی طرح خاموش کھڑا اسے گھورتا رہا اور سوچتا رہا کہ اسے زیر کرنے کے لیے کیا کیا جائے۔ پجاری کی پراسرار اور حیرت انگیز طاقتوں سے جس کا مظاہرہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا' ٹکرانا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ اگر جذبات کے ہاتھوں بہک کر میں پجاری سے ٹکرانے کی حماقت کر بیٹھا تو یقیناً مارا جاتا۔ معاً میرے ذہن میں یہ خیال ایک بار پھر بڑی سرعت سے ابھرا کہ دروازہ کھول کر دبے قدموں تہ خانے سے نکل جاؤں اور موہن لال سے ٹکرانے کے لیے کسی دوسرے مناسب موقع کی تاک میں رہوں لیکن نہ جانے وہ کون سی غیر مری طاقت تھی جس نے میرے پاؤں جکڑ رکھے تھے۔ میں چاہنے کے باوجود اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا اور بے بسی کی حالت میں کھڑا موہن لال کے چہرے کو تکتا رہا۔

دس منٹ تک تہ خانے میں ہولناک سناٹا طاری رہا۔ صرف سونا

گھاٹ کے پراسرار پجاری کے ٹہلنے کی چاپ سنائی دیتی رہی۔اس کے بعد کچھ ایسی آوازیں گونجنے لگیں جیسے کوئی انتہائی کرب کی حالت میں آہ وزاری کرر ہا ہو۔کچھ دیر تک میں مبہوت کھڑا ان کی آوازوں کو سنتا رہا پھر اچانک میں نے اس آواز کو پہچان لیا۔

''اس آواز کو پہچانتے ہو افضل بیگ۔۔'' پجاری نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

وہ مادھولال کی آواز تھی جو تہ خانے کے درودیوار سے ٹکراتی پھر رہی تھی مگر حیرت اس بات کی تھی کہ خود مادھولال مجھے کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ یہ سمجھ لینے میں مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ سونا گھاٹ کے پجاری نے اپنی پراسرار قوتوں کے ذریعے غریب مادھولال کی بے چین روح کو تہ خانے میں طلب کرلیا ہے۔''

میرے دل کی دھڑکنیں ہر لحظہ تیز ہوتی جارہی تھیں۔اچانک سونا

گھاٹ کے پجاری نے آنکھیں کھول دیں۔ ایک نظر مجھ پر ڈالی پھر ایک طرف دیکھتا ہوا بولا ''مادھولال تو یہاں کس کی آ گیا سے آیا ہے۔''

''میں تمہارے حکم پر آیا ہوں پجاری مہاراج۔ پرنتو میری آتما کو بلانے کا کارن کیا ہے۔''

''کارن پوچھتے ہوں۔۔اپرادھی۔'' موہن لال نے غضب ناک لہجے میں پوچھا ''پلید۔۔ پہلے تو نے موہنی کو مارا پھر افضل کو یہاں تک لانے میں اس کی سہائتا کی اور اب کارن پوچھتا ہے۔''

''مہاراج۔۔'' مادھولال کی لرزتی کانپتی آواز ابھری ''موہنی میری بیاہتا استری تھی اس لیے میں نے اس کلنکنی کو۔۔۔''

''پاپی۔۔ بند کر اپنی گندی زبان۔'' موہن لال کے غصے نے اسے گرجتے ہوئے کہا ''موہنی کو میں نے سویکار کیا تھا۔ تو نے اسے کلنکنی

کہہ کر دیوتاؤں کا اپمان کیا ہے۔ اب میں تجھے ایسا کشٹ دوں گا کہ تیری آتما بھی ختم ہو جائے گی۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اپنے اصلی روپ میں میرے سامنے آجا۔" تہ خانے میں صرف موہن لال کی غضب ناک آواز گونج رہی تھی اور عجیب دہشت کا عالم طاری تھا۔

"مہاراج۔۔۔ شما کر دو۔ شما کر دو مہاراج۔" مادھو لال کی روح نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"شما کا سمے بیت چکا ہے۔ اب تجھے میری آگیا کا پالن کرنا ہوگا۔" موہن لال نے حقارت سے کہا۔

اچانک میں نے دیکھا کہ سرمئی رنگ کے دھوئیں کے ہلکے ہلکے بادل روئی کے گالوں کی طرح سونا گھاٹ کے پجاری کے سامنے جمع ہو رہے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان بادلوں نے سمٹ سمٹا کر ایک انسانی شکل اختیار کر لی۔ یہ مادھو لال تھا جو پجاری کے سامنے ہاتھ جوڑے

کھڑا دہشت کے مارے کانپ رہا تھا۔

''بول مادھو۔۔اب میں تجھے کیا سزا دوں۔''

''پجاری مہاراج۔۔میری آتما کو شما کر دو۔ میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ اب کبھی تمہارے کاموں میں دخل نہیں دوں گا۔''

''تجھے شما کرنا ناممکن ہے۔اب دیوی دیوتاؤں کی مرضی یہی ہے کہ تجھے جلا کر بھسم کر دیا جائے اور تیری آتما کو بھوانی کے چرنوں میں بھینٹ کر دیا جائے۔ تیری گردن پر میرے بھگت جیوان داس کا خون بھی ہے۔''

''م۔۔ما۔۔مہاراج۔۔'' مادھولال ہکلا کر رہ گیا۔

میں نے دیکھا کہ سونا گھاٹ کا پجاری اپنی بڑی بڑی خوفناک نگاہوں سے جن سے نفرت کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ مادھولال کو گھور رہا تھا اور مادھولال قربانی کے بکرے کی طرح اسکے روبرو کھڑا سر تا پا

لرز رہا تھا۔ میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ غریب مادھولال کے ساتھ جو کچھ گزر رہی ہے اس کی ذمہ داری میرے اوپر ہے اور اب یہ میرا فرض ہے تھا کہ اس کی روح کو پجاری کے قہر سے نجات دلاؤں مگر قبل اس کے کہ میں کوئی ترکیب سوچ پاتا موہن لال نے بڑے جلال کی حالت میں اپنا سیدھا ہاتھ مادھولال کی طرف اٹھایا۔ دوسرے ہی لمحے جو منظر میری آنکھوں نے دیکھا اس سے میرے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ میں نے سونا گھاٹ کے پجاری کے اٹھے ہو ئے ہاتھ کی انگلیوں سے نیلے پیلے شعلوں کو خارج ہو کر مادھولال کی طرف لپکتے دیکھا جنہوں نے پلک جھپکنے میں اس غریب کے وجود کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور جلا کر بھسم کر ڈالا۔ اس منظر کو دیکھ کر میں خوف سے کانپ اٹھا۔ سہمی سہمی نظریں اٹھا کر میں نے موہن لال کو دیکھا جس کے ہونٹوں پر اب بڑی زہریلی مسکراہٹ پھیلی ہوئی

تھی۔ نیلے پیلے شعلے مادھولال کی آتما کو جلا کر غائب ہو چکے تھے۔
''کیوں افضل بیگ' کیا خیال ہے تمہارا۔ کیا اب بھی تم کو میری شکتی کے مہان ہونے پر شبہ ہے۔'' اس نے مجھے مخاطب کر کے نرمی سے پوچھا۔
''موہن لال۔'' میں نے خوف سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا'' جہاں تک تمہاری پراسرار قوتوں کا تعلق ہے' میں انہیں مانے لیتا ہوں لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ ایک دن تمہارا بھگوان تمہیں ان پاپوں کی سزا ضرور دے گا جو اب تک تم سے سرزد ہو چکے ہیں۔''
''موہنی کی بات کر رہے ہو؟'' موہن لال نے میری خوف زدہ حالت پر مسکراتے ہوئے کہا پھر یکلخت سنجیدگی اختیار کر کے بولا'' تم ابھی نادان ہو۔ تم بغیر گیان دھیان کے پاپ اور پن کا فرق نہیں جان سکتے۔ اس لیے تمہیں ابھی برسوں پاپڑ بیلنے ہوں گے۔ تب کہیں جا کر

تمہیں معلوم ہوگا کہ دیوی دیوتاؤں اور بلوانوں کی ڈنڈوت کرنے سے منش امر ہو جاتا ہے اور جو منش امر ہو جائے اس کے لیے پاپ اور پن کا فرق مٹ جاتا ہے۔''

''کیا تمہیں یقین ہے کہ موہنی کی روح تمہیں معاف کر دے گی۔''

''موہنی۔'' سونا گھاٹ کے پجاری نے اپنی زبان ہونٹوں پر پھیرتے ہوئے آہستہ سے کہا پھر آنکھیں بند کر کے کوئی دوسرا جاپ کرنے لگا۔ میں گنگ سا کھڑا اسے دیکھے جا رہا تھا۔

کچھ دیر تک تہ خانے میں موت کا سکوت طاری رہا پھر یکلخت میں حیرت زدہ ہو کر اچھل پڑا اور پھٹی پھٹی نظروں سے موہنی کو دیکھنے لگا جو سرخ ساری میں ملبوس سرتاپا قیامت بنی سونا گھاٹ کے پجاری کے برابر کھڑی تھی۔ اس کی خوب صورت اور کشادہ پیشانی پر سرخ رنگ کی بندیا جھلملا رہی تھی۔ میں موہنی کو پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا تھا لیکن اتنی

خوب صورت وہ مجھے پہلے نظر نہ آئی تھی، جتنی اس وقت لگ رہی تھی۔
موہن لال نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا پھر موہنی کو بڑے پیار سے
مخاطب کیا۔

''موہنی۔''

''جی مہاراج۔'' موہنی نے نظریں جھکائے جھکائے برم آواز میں کہا۔

''کیا میں تمہیں کبھی کوئی کشٹ دیا ہے۔''

''کیسی باتیں کرتے ہیں مہاراج۔ میں تو آپ کے چرنوں کی داسی
ہوں۔''

''افضل بیگ کا خیال ہے کہ میں نے تمہارے ساتھ پاپ کیا ہے۔''

''وہ مورکھ کیا جانے مہاراج کہ پاپ کیا ہوتا ہے۔''

موہنی خوابیدہ آواز میں بولی۔

''تمہیں اپنے پتی کی موت کا کوئی افسوس تو نہیں ہے۔''

موہن لال نے کسی قدر نرم آواز میں پوچھا۔

''نہیں۔'' موہنی نے شرماتے لجاتے ہوئے جواب دیا'' اب تو تم ہی میرے پتی دیو اور دیوتا سمان ہو۔''

''اچھا موہنی۔ تم اب جاؤ۔'' سونا گھاٹ کے پجاری نے بڑے پیار سے کہا۔'' میں افضل بیگ کو تمہارا درشن کرانا چاہتا تھا۔''

دوسرے ہی لمحے موہنی کا وجود میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں ہکا بکا کھڑا موہن لال کا منہ تکنے لگا اور دل ہی دل میں اس وقت کو گالیاں دینے لگا جب میں نے اس کے راز کو معلوم کرنے کی ٹھانی تھی۔

''افضل بیگ۔'' موہن لال نے کچھ توقف سے مجھے مخاطب کیا'' اس دھیان کو اپنے من سے نکال دو کہ تم کبھی میری شکتی کا راز پا سکو گے۔ مجھے پتا ہے کہ تمہارے دل میں اس سمے کیا ہے۔ پرنتو کان کھول کر سن

لو کہ اب کوئی شکتی تمہیں ان کٹھناؤں سے چھٹکارا نہیں دلا سکتی جو تمہارے بھاگ میں لکھی جا چکی ہیں۔ یہی بات تو تم سے ٹھاکر بلوان نے بھی کہی تھی کہ کبھی بھولے سے بھی من میں مجھے کشٹ دینے کا دھیان نہ لانا۔"

مجھے ٹھاکر مہاراج کی کہی ہوئی تمام باتیں یاد آ گئیں۔ انہوں نے ہیڈ کوارٹر سے روانگی کے وقت یہی پیش گوئی کی تھی کہ اگر میں نے سونا گھاٹ کے پجاری کو کشٹ دینے کی ٹھانی تو میں ہزاروں مصیبتوں میں گرفتار ہو جاؤں گا دوسری صورت میں' میں بے پناہ قوتوں کا مالک بن سکتا ہوں۔ ٹھاکر مہاراج کی پیش گوئی کے مطابق مجھے ایسی شکتی حاصل کرنے کے لیے جس کے آگے دیوی دیوتاؤں اور بلوانوں کی شکتی بھی ہیچ ہو بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑیں گی۔ بڑے بڑے خطروں کو قبول کرنا ہوگا اور ان پراسرار قوتوں کو حاصل کرنے کے لیے

اپنا مذہب تک بدلنا ہوگا۔

میں ابھی ان باتوں پر غور کر ہی رہا تھا کہ موہن لال نے جس کے تیور اب رفتہ رفتہ خطرناک ہوتے جا رہے تھے، میرے قریب آتے ہوئے ٹھوس آواز میں کہا۔

''افضل بیگ، تمہارے پاس اس کے سوا کوئی اور راہ پائے نہیں ہے کہ میرے سیوک بن جاؤ اور جو کچھ میں کہوں اس پر آنکھ بند کر کے عمل کرتے رہو۔''

''اور اگر میں ایسا کرنے سے انکار کردوں تو۔'' میں نے بہ مشکل کانپتی آواز میں پوچھا۔

''انکار۔'' سونا گھاٹ کا پجاری میرا جملہ سن کر مسکرایا پھر مجھے سرخ سرخ نگاہوں سے گھور کر کہنے لگا۔ ''افضل بیگ، انکار کی مجال ہے تمہارے اندر۔ تم چونکہ میری شکتی سے واقف نہیں ہو اس لیے ایسی

باتیں کر رہے ہو ورنہ میرے سیوک اور چیلوں نے بھی کبھی میرے کسی حکم سے منہ پھیرنے کی ہمت نہیں کی۔''

''تم مجھ سے چاہتے کیا ہو۔'' میں نے بڑی بے بسی سے پوچھا۔

''یہی کہ تم میری بھگتی قبول کرلو اور میں جو راہ تم کو بتاؤں اس پر آنکھیں بند کر کے چلتے رہو۔ پرنتو ایک بات بہت ضروری ہے۔'' وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا ''تم میرے سیوک اسی صورت میں بن سکو گے جب اپنا دھرم بدل کر میرا دھرم اپنا لو گے۔''

''یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔'' مذہب کا نام سنتے ہی میرا خون کھول اٹھا۔ میں نے اسے نفرت سے گھورتے ہوئے کہا۔ ''اگر مرد ہو تو اپنے جاپ اور اناپ شناپ چھوڑ کر میرے مقابلے پر آ جاؤ۔''

''میں بالکوں کی باتوں کا برا نہیں مانا کرتا افضل بیگ۔ پرنتو تمہیں اپنا دھرم تو ہر حالت میں بدلنا ہوگا۔ یہی میری اچھا ہے اور دیوی دیوتاؤں

کی مرضی بھی یہی ہے۔''

''ایسا تمام زندگی نہیں ہو سکتا۔ تم چاہو تو مجھے اپنی ناپاک اور گندی قوتوں کا شکار بنا ڈالو لیکن مرتے دم تک اپنا مذہب نہیں ترک کروں گا۔''

''نادانی سے کام مت لو افضل بیگ۔'' موہن لال نے مجھے سمجھانا چاہا ''جو فیصلے ترنت (جلدی) کیے جاتے ہیں۔ ان پر منش کو بعد میں پچھتانا بھی پڑتا ہے۔ ویسے بھی مجھ سے ٹکر لینا تم جیسے لوگوں کے بس کا روگ نہیں۔ میں کہتا ہوں جوش سے کام نہ لو اور میرے آگیا کا پالن کرتے ہوئے ایک اچھے سیوک کی طرح میرے چرنوں میں جھک جاؤ۔ میں وچن دیتا ہوں کہ اگر تم نے میرا کہا مانا تو میں تم کو اپنی چوتھائی شکتی دان کر دوں گا۔ دوسری صورت میں مجھے مجبوراً تمہیں کشٹ دے کر رام کرنا پڑے گا۔ تم قسمت کے دھنی ہو جو میں تم سے یہ

بات کر رہا ہوں۔''

مذہب کی تبدیلی کے تصور نے میرے بدن میں آگ لگا دی تھی۔ جوش کے مارے میں سر تا پا لرز رہا تھا۔ موہن لال کی بات سن کر میں نے حقارت بھرے لہجے میں کہا۔

''موہن لال، تم اپنی جس شکتی کو چاہو آزما کر دیکھ لو لیکن اپنے ناپاک منصوبے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکو گے۔''

''ابھی سے ہے ایک بار پھر سوچ و چار کر لو افضل بیگ۔''

''میں اس سلسلے میں کچھ سوچنا بھی گناہ عظیم سمجھتا ہوں۔'' میں نے نفرت سے جواب دیا اور غصے کی حالت میں اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگا۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو شاید اس وقت موہن لال کی تکا بوٹی کر ڈالتا۔

میرا جواب سن کر سونا گھاٹ کا پجاری ایک لمحے تک خاموش کھڑا کچھ

سوچتا رہا پھر اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہلنے لگے۔ وہ کوئی جاپ کر رہا تھا۔ مگر اس بار اس نے اپنی آنکھیں بند نہیں کی تھیں۔ میں غصے کے عالم میں اسے تکے جا رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی کسی نئی اس آفت کا خیال بھی مجھے پریشان کر رہا تھا۔ اچانک موہن لال نے جاپ ختم کر کے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے اور اپنی انگلیوں کو جھٹکنا شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے میرے چاروں طرف آگ کے شعلے لپکنے لگے جن کی تپش میں اپنے جسم پر محسوس کر رہا تھا۔ میں اس افتاد پر بری طرح گھبرا گیا۔ فرار کی تمام راہیں اب میرے لیے مسدود ہو چکی تھیں۔ بھڑکتے ہوئے شعلوں کا ہالہ ہر لمحے تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ کچھ دیر تک آگ کی تپش برداشت کرتا رہا پھر میری قوت برداشت جواب دے گئی۔ زندگی کو برقرار رکھنے کی تمنا میرے جوش پر غالب آ گئی تو میں نے خوف زدہ آواز میں چلا کر کہا۔

''موہن لال۔۔خدا کے لیے ان شعلوں کو دور کرو نہیں تو میں مر جاؤں گا۔''

''کیا تم میرے سیوک بننے کو تیار ہو۔''

''ہاں۔۔۔ہاں۔۔۔''میں نے پوری قوت سے چیختے ہوئے جواب دیا اور بوکھلا کر آنکھیں بند کر لیں۔

میرا سارا جسم جیسے جھلس کر رہ گیا تھا۔بھڑکتے ہوئے شعلوں کو اپنے اتنے قریب لپکتا دیکھ کر میں نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ میرے پورے بدن میں شدید جلن ہو رہی تھی۔تھوڑی دیر بعد جب موہن لال کے کہنے پر میں نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو آگ کے شعلے غائب ہو چکے تھے۔میں نے اپنے جسم پر نظر ڈالی تو۔۔میرے حلق سے گھٹی گھٹی سی چیخ نکل رہی تھی۔میرا تمام جسم نہ کہ بری طرح جھلس گیا تھا بلکہ بڑے بڑے آبلے بھی پڑ گئے تھے۔بے بسی کے

احساس نے شدت اختیار کی تو میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میں نے موہن لال کی طرف دیکھا۔ وہ مردود ابھی تک میرے سامنے سینہ تانے کھڑا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر نظر آنے والی معنی خیز مسکراہٹ مجھے اپنا مذاق اڑاتی نظر آ رہی تھی۔ میں غصے کے عالم میں دانت پیس کر رہ گیا۔

''افضل بیگ۔۔'' سونا گھاٹ کے پجاری نے کچھ دیر بعد مجھے مخاطب کیا'' مجھے پتا تھا کہ بہت جلد میرا کہا مان لوگے۔''

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آبلوں کے اندر ہونے والی ٹیسیں اس قدر اذیت ناک تھیں کہ انہیں برداشت کرنا مشکل تھا لیکن کسی نہ کسی طرح میں اپنے ہونٹ سختی سے بند کئے ہوئے درد کی شدت کو ضبط کئے جا رہا تھا۔

معاً ایک ترکیب میرے ذہن میں تیزی سے ابھر آئی۔ میں نے سوچا

کہ اس وقت مصلحت کے پیش نظر میں موہن لال سے جھوٹے سچے وعدے کر کے اسے رام کرلوں تو یہ بات میرے حق میں زیادہ بہتر ثابت ہوگی۔ رہا مذہب تبدیل کرنے کا معاملہ تو میرا خدا گواہ ہے کہ میں اس پر مطلق تیار نہ تھا۔ ایک لمحے کے لیے میں نے اپنی سوچی ہوئی اسکیم پر غور کیا پھر اس میں تھوڑی رد و بدل کی اور موہن لال کو مخاطب کر کے بولا۔

''میں تمہارا کہا ماننے کو تیار ہوں لیکن کیا تمہارے اندر اتنی شکتی نہیں کہ مجھے آبلوں سے نجات دلا سکوں۔''

موہن لال میری بات سن کر مسکرایا۔ اس کی مسکراہٹ بے حد پراسرار تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ میرے دل کا بھید جان چکا ہے۔ ایک لمحے تک وہ مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے کچھ جاپ پڑھ کر میری طرف پھونک دیا۔ اس کا میری طرف پھونکنا تھا

کہ یکلخت میرے جسم کے تمام آبلے غائب ہو گئے اور ٹیسیں بھی ختم ہو گئیں۔ داغ دھبوں کا کوئی معمولی سا نشان بھی باقی نہ رہا۔ میں پہلے جیسا چاق و چوبند ہو گیا۔

اطمینان کا سانس لے کر میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ اب کس طرح موہن لال سے گلو خلاصی حاصل کی جائے۔ اس کی پراسرار قوت کے جو مظاہرے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا' اسکے بعد آسانی سے اس موذی کے چنگل سے بچ نکلنا محال ہی تھا پھر بھی میں نے امید کا دامن نہیں چھوڑا۔ اس وقت مجھے ٹھاکر مہاراج کے وہ جملے بھی یاد آرہے تھے جو انہوں نے ہیڈ کوارٹر سے میری روانگی کے وقت بڑے وثوق سے کہے تھے۔ ٹھاکر مہاراج نے کہا تھا کہ میری زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آئے گا جب میری زبان سے نکلی ہوئی ہر بات پتھر کی لکیر ثابت ہو گی اور میری ہر خواہش پلک جھپکنے میں پوری ہو جایا

کرے گی۔ میں ابھی انہیں خیالات میں مستغرق تھا کہ موہن لال نے کہا۔

''افضل بیگ' اب تم کس سوچ وچار میں پڑے ہو۔''

''میں ٹھاکر مہاراج کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ جنہوں نے میرے بارے میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے تھے۔'' میں نے جان بوجھ کر قدرے نفرت بھرے انداز میں جملے ادا کیے۔

''تمہارے ٹھاکر مہاراج کا کہا ضرور پورا ہوگا۔ پرنتو اس کے لیے تمہیں میرے کہنے پر چلنا ہوگا۔''

''کیا تم سوچنے کے لیے کچھ مہلت نہیں دے سکتے۔''

میں نے دبی زبان میں کہا۔

''مورکھ۔'' موہن لال نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ''منش جات کی بھلا کیا شکتی ہے کہ وہ دیوی دیوتاؤں سے اپنے من کا بھید چھپا

سکے۔ میں جانتا ہوں کہ تم کس طرح سوچ رہے ہو۔ تم اپنے بچاؤ کی خاطر میرے ساتھ دغا کرنے کی ٹھان چکے ہو۔ پرنتو تم اپنی چالاکی میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔''

سونا گھاٹ کے پجاری کا جملہ سن کر میں بری طرح بوکھلا گیا۔ مجھے حیرت تھی کہ وہ میرے دل کی بات کیونکر تاڑ گیا۔ امید کی ایک کرن جو اب تک میرے دل میں روشن تھی' وہ بھی جاتی رہی۔ میں نے ایک بار پھر دل کڑا کر کے کہا۔

''موہن لال' تم اگر چاہو تو تمام زندگی ایک غلام کی طرح تمہاری خدمت کرنے کو تیار ہوں لیکن جہاں تک اپنا مذہب چھوڑ کر تمہارا دھرم اپنانے کا سوال ہے تو اسکے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔''

''نادانی کی باتیں مت کرو افضل بیگ۔ میرے بتائے ہوئے راستے پر چل کر تم بلوانوں جیسی شکتی کے مالک بن سکتے ہو۔'' موہن لال نے

مجھے گھورتے ہوئے کہا ''میں ایک بار پھر تم کو وچن دیتا ہوں اگر تم میرا کہا مان لو تو میں تم کو چوتھائی شکتی دان کر دوں گا۔ تمہارے لیے عیش ہی عیش ہوگی۔ پرنتو اگر تم نے ہٹ دھرمی سے کام لیا تو سارا جیون کشٹ اٹھاؤ گے۔''

میں عجیب الجھن میں مبتلا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ مذہب تبدیل کرنے کا تصور بھی ذہن میں ابھرا تو جوش سے میرا چہرہ تمتما اٹھا تھا۔

''پاپ اور پن کے چکروں میں مت پڑو افضل بیگ۔'' موہن لال مجھے خاموش پا کر بولا'' یہ سب اس دھرتی پر منش کے بنائے ہوئے ڈھکوسلے ہیں۔''

''ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میں اپنا مذہب نہیں بدلوں گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔''

''تمہاری مرضی۔'' موہن لال نے اس بار خشک آواز میں جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا ''تمہیں سوچ وچار کے لیے سمے کی ضرورت ہے جو میں تمہیں دے سکتا ہوں۔۔چلو اب اپنی آنکھیں بند کر لو تا کہ میں تم کو یہاں سے باہر پہنچا دوں۔''

میں نے بلا کسی چوں چرا کے آنکھیں بند کر لیں۔ پانچ منٹ بعد میں نے موہن لال کے کہنے پر دوبارہ آنکھیں کھولیں۔تو خود کو ایک ویران پہاڑی پر پایا جہاں دور دور تک کسی آدم زاد کا نام و نشان نظر نہ آیا تھا۔ ہر طرف پہاڑی سلسلہ نظر آ رہا تھا جس میں بڑے بڑے بھیانک غار منہ پھاڑے دکھائی دے رہے تھے۔ اپنے والد کے ساتھ رہ کر میں نے ہندوستان کے قریب قریب تمام جنگلات اور پہاڑی علاقے دیکھ رکھے تھے لیکن اس وقت میں جس پہاڑ پر موجود تھا وہ میرے لیے بالکل نیا تھا۔ کچھ دیر تک میں ہکا بکا کھڑا اطراف کے

خوف ناک ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر میں نے موہن لال کی طرف دیکھا تو خوف سے میرا جسم تھرا گیا۔

سونا گھاٹ کے پجاری کے ہونٹوں پر بڑی مکروہ اور عیارانہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

''تم مجھے یہاں کہاں لے آئے ہو۔'' میں نے اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''سوچ وچار کے لیے یہ جگہ تمہارے لیے بہت مناسب رہے گی۔'' موہن لال نے خشک آواز میں جواب دیا۔

''گویا تم نے میرے ساتھ دغابازی سے کام لیا ہے۔''

''افضل بیگ۔'' اچانک موہن لال کا چہرہ مارے غصے کے سرخ ہو گیا۔ وہ مجھے اپنی خوف ناک آنکھوں سے گھورتا ہوا بولا ''تم نے میرا ایمان کر کے دیوی دیوتاؤں کو ناراض کیا ہے۔ اب اس کشٹ کے لیے

تیار ہو جاؤ۔ جو تمہارے بھاگ میں لکھے جا چکے ہیں۔ میں دیکھوں گا کہ کب تک اپنے دھرم سے منہ نہیں موڑتے۔"

موہن لال کا لہجہ اتنا سرد اور دہشت زدہ تھا کہ مجھے جھرجھری آ گئی پھر قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا' مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے جسم پر چیونٹیاں رینگ رہی ہیں۔ گھبرا کر میں نے اپنے جسم پر نظر ڈالی تو خوف سے چیخ پڑا۔ چھوٹی چھوٹی سرخ چیونٹیاں میرے پورے جسم سے چمٹی میرا گوشت کھانے میں مصروف تھیں۔ بوکھلا کر میں نے اچھلنا کودنا شروع کر دیا اور جلدی جلدی ان موذی چیونٹیوں کو مارنے لگا جو سوئیوں کی طرح میرے رگ و ریشے میں چبھ رہی تھیں۔ میری کیفیت اس وقت بالکل اس دیوانے جیسی تھی جو شریر لڑکوں کے غول میں گھر گیا ہو اور اپنے بچاؤ کے لیے اچھل کود کر رہا ہو۔

موہن لال تھوڑے فاصلے پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ میں اپنے ہی ہاتھوں سے۔۔اپنے جسم کو نوچنے کھسوٹنے پر مجبور ہو گیا۔ کرب کی حالت میں 'میں دیوانہ وار چیخ چلا رہا تھا اور سنگلاخ پتھروں پر ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا جس وجہ سے میرا جسم جگہ جگہ سے لہولہان ہو گیا تھا۔ اچانک اس اذیت کے عالم میں موہن لال کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ مجھ سے کہہ رہا تھا۔

''افضل بیگ۔ اگر تم اپنا تھوڑا سا خون چکھ لو تو اس مصیبت سے چھٹکارا پا لو گے۔''

میں نے زمین پر تڑپتے ہوئے موہن لال کی طرف دیکھا پھر بے اختیار اسے مغلظات بکنے لگا۔ جس اذیت میں 'میں اس وقت مبتلا تھا۔

اس کا تصور آج بھی میرے ذہن میں ابھرتا ہے تو خوف کے مارے

میرے جسم کے تمام رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔
بہر حال میں سونا گھاٹ کے پجاری کو گالیاں بکتا رہا اور ان چیونٹیوں کو مارتا رہا جو مجھے شدید اذیت میں مبتلا کئے ہوئے تھیں۔ خاصی دیر تک میں اس عذاب سے چھٹکارا پانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔ پہاڑ کے نوکیلے پتھر میرے جسم کو لہولہان کر رہے تھے۔ رفتہ رفتہ میری قوتِ مداخلت کمزور پڑنے لگی۔ میرے ہاتھ بری طرح شل ہو کر پھوڑے کی طرح دکھنے لگے۔ جسم کے زخموں میں جہاں جہاں مٹی بھر گئی تھی وہاں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا پھیلنے لگا۔ میں موت اور زندگی کے درمیانی فاصلے کو گھٹتے محسوس کیا تو زندہ رہنے کی خواہش تڑپ اٹھی اور میں نے بے اختیار اپنے ہاتھ سے رستے ہوئے خون کو ہونٹوں سے لگالیا۔ اس وقت نہ مجھے کسی کراہٹ کا احساس باقی رہ گیا تھا، نہ ہی کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت

موجود تھی۔ زندگی کی رمق کو باقی رکھنے کی تمنا نے ہر احساس کو مٹا دیا تھا۔

موہن لال نے غلط نہیں کیا تھا۔ خون کا مزہ چکھتے ہی جسم سے لپٹی ہوئی چیونٹیاں غائب ہو گئیں اور سوزش میں کمی آ گئی لیکن میں اس قدر نڈھال ہو گیا تھا کہ اپنے پیر پر اٹھ کر کھڑے ہونے کی ہمت بھی باقی نہ رہی تھی۔ ناہموار اور سنگلاخ پہاڑ پر پڑا نے بسی سے موہن لال کو دیکھتا رہا جس کے بھدے اور مکروہ ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

''تم نے دیکھا افضل بیگ کہ منش کتنا نیچ اور گھٹیا ہوتا ہے۔ دھرم کے کارن جیو ہتیا کر لینے کے بجائے خود اپنے ہی شریر کا خون پی لیتا ہے۔'' موہن لال کہہ رہا تھا۔ ''اپنا جیون بچانے کی خاطر منش کو سب کچھ کرنا پڑتا ہے اس لیے کہ جیون سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں

ہوتی۔"

میں نے نفرت سے اپنی نگاہیں دوسری طرف پھیر لیں۔سونا گھاٹ کا پجاری جس انداز میں مجھے اپنے مکروہ فریب کے جال میں پھنسانا چاہ رہا تھا' وہ میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا لیکن اس وقت نقاہت کے مارے میرا اتنا برا حال تھا کہ میں اس کی باتوں کا جواب دینے سے بھی قاصر تھا۔

"افضل بیگ۔۔۔میں اگر چاہتا تو تم کو اسی وقت جلا کر بھسم کر ڈالتا۔ جب تم نے میری شکتی کا راز جاننے کے لیے اپنے من میں ٹھانی تھی۔ پرنتو دیوی دیوتاؤں کی اِچھا یہی تھی کہ تم کو سویکار کر لیا جائے۔"

موہن لال نے سخت لہجے میں کہا "کان کھول کر سن لو کہ اب تم کو ہمارا دھرم اپنانا ہوگا اور گنیش دیوتا اور پاربتی دیوی کے لیے جاپ کرنا ہوگا جس کے بعد تم ایک دن مہان شکتی حاصل کرو گے مگر اس سے پہلے

تمہیں بڑی بڑی کٹھناؤں سے گزرنا ہوگا اور کشٹ اٹھانا ہوگا۔"

اتنا کہہ کر موہن لال آگے بڑھا اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک غار کی طرف بڑھنے لگا۔ میرے زخموں میں شدید ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ میرا لہولہان جسم دوبارہ پتھروں پر رگڑا تو میں درد و کرب سے چیخ اٹھا اور موہن لال کے آگے گڑگڑانے لگا۔

"خدا کے لیے موہن لال مجھے اس بے دردی سے نہ گھسیٹو رحم کرو۔"

"رحم کرنے کا سمے بیت چکا ہے افضل بیگ' اب اگر تم موت کی آشا کرو گے تو وہ بھی نہیں آئے گی۔"

"میں درد کے مارے چیختا رہا' چلاتا رہا لیکن سونا گھاٹ کے پجاری پر اس آہ و زاری کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ مجھے گھسیٹتا ہوا ایک قریبی غار میں لے گیا اور ایک طرف ڈال دیا۔ تکلیف کے باعث میرا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ کسی کروٹ چین نہ آیا تھا' پیاس کے مارے میرے حلق میں

کانٹے پڑ رہے تھے لیکن اب مجھ میں اتنی سکت بھی نہ رہی تھی کہ موہن لال سے پانی بھی مانگ سکوں۔

میرے ذہن میں موت کی ہولناک غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ جب تک جسم میں سکت رہی' میں زندگی کو بچانے کی خاطر ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔ اس کے بعد میرا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

مجھے کچھ یاد نہیں کہ میں کتنی دیر تک بے ہوش رہا۔ ہوش آنے پر میں نے خود کو اس غار میں پایا جہاں سونا گھاٹ کا پجاری مجھے گھسیٹ لایا تھا۔ غار کے باہر سورج کی روشنی پھیلی دیکھ کر مجھے اتنا اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ میں ساری رات بے ہوش رہا ہوں۔

میرا ذہن اس وقت بھی بوجھل ہو رہا تھا۔ میرے جسم پر جا بجا گہری خراشیں موجود تھیں۔ موہن لال نے جس بے دردی سے مجھے سنگلاخ اور ناہموار پہاڑی راستوں پر گھسیٹا تھا' اس کا خیال آتے ہی مجھے

جھرجھری آ گئی اور زخموں میں ہونے والی ٹیسوں کا احساس دو چند ہو گیا۔

بھوک اور پیاس کے مارے میرا برا حال تھا لیکن جسم میں اتنی سکت نہیں تھی کہ میں اٹھ کر خورد نوش کی تلاش میں کہیں جا سکتا۔

اپنی کسی کپرسی پر مجھے رہ رہ کر رونا آ رہا تھا۔ اس خیال سے کہ اپنے دوست احباب سے دور اس ویران اور سنسنان پہاڑی غار میں بھوک پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤں گا اور میری گلی سڑی لاش کو گدھ نوچتے گھسوٹتے پھریں گے' میں تڑپ اٹھا۔ جینے کی خواہش دم توڑتے انسانوں کو بھی ہاتھ پاؤں مارنے پر مجبور کر دیتی ہے چنانچہ میں اپنی تمام قوت یکجا کر کے کراہتا ہوا اٹھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا غار کے دہانے تک آ گیا۔ یہاں کھڑے ہو کر پانی کی تلاش میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں لیکن ہر سمت اونچی

پہاڑیوں کے سوا دور دور تک کچھ اور نظر نہیں آیا۔

مایوسی کے احساس نے مجھے چیخنے چلانے پر مجبور کر دیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اب میرا برا وقت آ گیا ہے۔ موہن لال کے بارے میں جو کچھ میں نے سنا تھا' وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ سونا گھاٹ کا پراسرار پجاری حقیقت میں حیرت انگیز قوتوں کا مالک تھا۔ جس انداز میں اس نے مادھو لال کی روح کو مندر کے تہ خانے میں طلب کر کے راکھ کے ڈھیر میں بدل دیا تھا' وہ میرے لیے تعجب خیز تھا۔ موہنی کی ضمن میں بھی میرے اوپر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے تھے۔ اسے میری موجوگی میں چتا کی آگ میں جلا دیا گیا تھا لیکن موہن لال نے اسے دوبارہ انسانی روپ میں بلا کر اس سے پیار بھری باتیں کی تھیں' اگر یہ باتیں میں نے کسی اور کی زبانی سنی ہوتیں تو شاید کبھی ان پر یقین نہ کرتا لیکن میں موہن لال کی پراسرار شکتی کے تمام کرشمے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا

میرے پاس سوائے اس کے کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا کہ میں بلا کسی چوں چراں کے اس کی بات مان لوں اور خود کو حالات کے حوالے کر دوں۔

ابھی میں سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اچانک میری نظر ایک پہاڑی بکرے پر پڑی جو خدا جانے کہاں سے زخمی ہو کر بھاگتا ہوا میرے غار میں پناہ لینے کی غرض سے گھس آیا تھا۔ بکرے کو دیکھ کر بھوک کی شدت میں اضافے کے ساتھ ہی میرے جسم میں زندگی کی جرات بھی عود کر آئی۔ میں اپنے جسم کو حرکت دیے بغیر کن آنکھوں سے بکرے کو دیکھنے لگا جو زمین پر پڑا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ چند ساعتوں تک میں ساکت اور جامد کھڑا رہا پھر جب میں نے محسوس کیا کہ اسکے جسم سے ڈھیروں خون نکل چکا ہے اور اس کی زندگی کا چراغ کسی لمحے بجھنے والا ہے تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔

میں کسی نہ کسی طرح رینگتا ہوا غار سے باہر نکلا اور وزنی پتھر اٹھا کر بڑی مشکلوں سے اپنا توازن برقرار رکھتے ہوئے دبے قدموں بکرے کے قریب آ گیا پھر میں نے وہ وزنی پتھر سر سے بلند اٹھا کر بکرے کے سر میں دے مارا۔ پہاڑی بکرے کے جسم کو دو چار شدید جھٹکے لگے اس کے بعد وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس مردار جانور کو جو اس وقت میرے لیے کسی نعمت سے کم نہیں تھا، جنگلی درندوں کی طرح ٹوٹ پڑا۔ مجھے یاد نہیں کہ اس وقت میرے جسم میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی کہ میں نے بکرے کی خال کو ادھیڑ ڈالا اور اس
کے گوشت کو دانتوں سے نوچ نوچ کر اپنی شکم سیری کرنے لگا۔ آج بھی میں اس واقعے کو یاد کرتا ہوں تو مارے کراہت کے میرا جی الٹنے لگتا ہے۔

بہرحال جی بھر کر پہاڑی بکرے کا کچا گوشت کھا لینے کے بعد میں اس

قابل ہو گیا تھا آئندہ کے بارے میں کچھ سوچ سکوں۔ میرے زخموں میں رہ رہ کر ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ لیکن اس وقت مجھے اس ٹیس سے زیادہ پانی کی ضرورت ستا رہی تھی۔ چنانچہ میں دوبارہ اٹھا اور پانی کی تلاش میں چل پڑا۔ میری قسمت اچھی تھی کہ مجھے پانی کی جستجو میں زیادہ دیر تک نہ بھٹکنا پڑا۔ غار سے کچھ دور ہی جانے کے بعد مجھے ایک جگہ صاف شفاف پانی مل گیا جو غالباً کسی سوتے سے پھوٹ رہا تھا۔ میں نے جلدی سے زمین پر لیٹ کر اپنی پیاس بجھائی پھر اپنے زخم دھوئے اور ان پر ریت بھری۔ زخموں پر ریت بھرنے کا یہ طریقہ میں نے اپنے والد کی رفاقت میں رہ کر سیکھا تھا۔ تھوڑی دیر تک میں ستانے کی خاطر ایک سطح چٹان پر بیٹھا رہا پھر دوبارہ اسی غار میں آ گیا جہاں موہن لال مجھے چھوڑ گیا تھا۔ فرار ہونے کے خیال کو میں نے اس لیے ذہن سے نکال دیا تھا کہ اول تو میں ان پہاڑی راستوں

سے واقف نہیں تھا' دوسرے ابھی میری حالت بھی اس قابل نہیں تھی کہ میں کسی طویل اور دشوار گزار سفر کے لیے خود کو آمادہ کر سکتا۔ تیسری اور سب سے اہم وجہ یہ بھی تھی کہ مجھے اس بات کا خطرہ بھی لاحق تھا کہ فرار ہونے کی صورت میں مجھے ان اذیتوں سے زیادہ بڑی مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ جن میں' میں اس وقت مبتلا تھا اس لیے سونا گھاٹ کا پجاری جو حیرت انگیز قوتوں کا مالک تھا' مجھے یقیناً ڈھونڈ نکالتا۔ غار میں آکر میں نے اپنے ذہن کو جھٹک کر تمام خیالات سے چھٹکارا حاصل کیا اور آرام کرنے کی خاطر زمین کا ایک ٹکڑا صاف کر کے لیٹ گیا۔ پیٹ بھر کر کھا پی لینے کی وجہ سے میں چونکہ وقتی طور پر مطمئن ہو گیا تھا اس لیے جلد ہی میری آنکھ لگ گئی اور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر سو گیا۔

ابھی میں خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا

جیسے کوئی مجھے ہولے ہولے پکار رہا ہو۔ میں نے آنکھ کھول کر دیکھا تو قرب و جوار میں کوئی بھی نظر نہ آیا میں یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا کہ میں اس وقت پہاڑی غار کے بجائے ایک سبزہ زار پر پڑا ہوں جہاں چاروں طرف ہریالی ہی ہریالی ہے اور پورا علاقہ پھول اور پھل دار درختوں سے بھرا ہوا ہے۔ میں آنکھیں جھپکا جھپکا کر ماحول کی رنگینیوں کا جائزہ لینے لگا پھر میں نے گھوم کر اپنی پشت کی سمت نظر ڈالی تو یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ وہاں ایک شاندار اور پر جلال عمارت موجود تھی جس کے پھاٹک کے دونوں ستونوں پر پتھر کی بڑی بڑی مورتیاں ایستاد تھیں۔ عمارت کی بناوٹ کسی قدیم مندر سے ملتی جلتی تھی۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے پتھر کی بنی ہوئی اس عمارت کو تکتا رہا پھر معاً میری نظر اپنے لباس پر پڑی تو میں حیران رہ گیا۔ اس وقت میرے جسم پر وہ لباس نہیں تھا جسے پہن کر میں غار میں سویا تھا۔ اسکے

بجائے میں گہرے رنگ کے ہندوانہ لباس میں ملبوس تھا۔ میرا اوپری جسم بالکل ننگ دھڑنگ تھا۔ میرے سینے پر صندل ملا ہوا تھا۔ جس کی خوشبو میرے ذہن کو فرحت بخش رہی تھی۔

میری کیفیت اس وقت درزی کے اس غریب لڑکے سے مختلف نہ تھی' جسے خلافِ توقع الہ دین کا چراغ مل گیا ہو اور پل بھر میں اس کی حالت بدل گئی۔ میں بھونچکا سا کھڑا اپنے سابقہ حالات پر غور کر رہا تھا۔ میرے جسم پر نہ تو کوئی زخم موجود تھا اور نہ ہی ٹیس کا احساس باقی رہ گیا تھا۔ میں نے بہتیری کوشش کی اور اپنے ذہن کو بار بار کریدا لیکن یہ راز نہ جان سکا کہ میں اس حالت میں کیوں اور کیسے پہنچا۔ ہر چند کہ وہ ہندوانہ لباس جو اس وقت میرے بدن پر موجود تھا' میں نے اپنی مرضی سے نہیں پہنا تھا لیکن اس کے باوجود مجھے اس سے وحشت سی محسوس ہو رہی تھی۔ قریب تھا کہ میں عالم وحشت و دہشت میں اس

لباس کو تار تار کر کے جسم سے اتار پھینکتا اور رنگ دھڑنگ ہو جاتا کہ یکلخت فضا گھنٹیوں کی آواز گونج اٹھی۔ میں نے نظر اٹھا کر مندر نما عمارت کو دیکھا تو اس کے آہنی پھاٹک کے اوپر لگی ہوئی گھنٹیوں کو متحرک دیکھ کر حیران رہ گیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی غیر مری قوت ان گھنٹیوں کو بڑے سلیقے سے ہلا رہی ہو۔ میں پلکیں جھپکائے بغیر ان متحرک گھنٹیوں کو دیکھتا رہا پھر معاً میری نگاہیں قدیم مندر نما عمارت کے دروازے پر جم کر رہ گئیں جو آہستہ آہستہ کھل رہا تھا۔ دروازہ پوری طرح کھل گیا تو میری نظر اس عورت پر پڑی جو دروازے کی اوٹ سے برآمد ہوئی تھی اور اب آہنی پھاٹک کی طرف بڑے وقار سے قدم بڑھا رہی تھی۔

میں دم بخود ٹکٹکی باندھے اس عورت کو تکے جا رہا تھا۔ آہنی پھاٹک سے نکل کر وہ میری ہی طرف شاہانہ انداز میں آ رہی تھی۔ میں نے ایک

بار پھر اپنے ذہن کو کریدنے کی کوشش کی۔ مجھے یہ تمام باتیں الف لیلہ کی کہانی کا ایک باب لگ رہی تھیں لیکن میرا ذہن ان پر اسرار کے بارے میں کوئی آخری نتیجہ قائم نہ کر سکا اور میں کسی ایسے معمول کی طرح جس پر عمل تنویم کا اثر ہو آنکھیں پھاڑے اس عورت کو دیکھ رہا تھا جو اپنے یاقوتی ہونٹوں پر دلنواز مسکراہٹ بھرے ہر لمحے میرے قریب آتی جا رہی تھی۔

اگر میں یہ کہوں کہ اپنی زندگی میں میں نے اس سے زیادہ حسین عورت نہیں دیکھی تو غلط نہ ہوگا۔ وہ میرے قریب آ کر رکی تو میں اس کی غزالی آنکھوں کے سحر میں کھو کر رہ گیا۔ وہ مجسم قیامت بنی میرے روبرو کھڑی مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے قدرت نے اسے تخلیق کرتے وقت حسن اور رعنائی کے تمام خزانے اس کے جسم میں سمو دیے ہوں۔ وہ بھی میری طرح ہندوانہ

لباس میں ملبوس تھی اس کی پیشانی پر دمکتی بندیا۔۔دیکھ کر ہی مجھے اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ہندو فرقے سے تعلق رکھتی ہے۔چند ثانیے تک وہ مجھے اپنی خمار آلود نظروں سے دیکھتی رہی پھر اس کے تراشیدہ ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔

''پرنام۔''اس کی آواز میں پہاڑی جھرنوں جیسا جلترنگ تھا۔

میں کوئی جواب دینے کی بجائے اسے گھورتا رہا تو اس نے مسکرا کر دوبارہ کہا۔

﴿آگے جاری ہے﴾

''مہاراج۔۔آپ کے سواگت کے لیے آئی ہوں۔''

''لل۔۔۔لے۔۔۔لیکن۔۔''میں۔۔ہکلا کر رہ گیا۔اس کے حسن کے سحر طرازیوں نے نہ جانے مجھ پر کیا جادو کر دیا تھا کہ مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔تاہم مجھے اس بات پر حیرت ضرور ہوئی تھی کہ وہ مجھ سے کیسے واقف ہے اور اس وقت میرے استقبال کے لیے کیوں آئی ہے۔ ابھی میں یہ سوچ رہا تھا کہ وہ کھنکتی ہوئی آواز میں بولی۔

''مہاراج۔۔آپ کس وچار میں پڑے ہیں۔کیا آپ کا شبھ نام افضل بیگ نہیں ہے۔''

''ہاں۔۔ہاں میرا نام افضل بیگ ہے لیکن تم کون ہو۔''میں نے اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

''میں آپ کی داسی ہوں مہاراج۔۔''اس نے شرماتے اور نظریں جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

''لیکن۔۔۔میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو۔۔''میں نے جلدی سے کہا ''آج سے پہلے میں نے تم کو کبھی نہیں دیکھا۔''

''بھوجن تیار ہے مہاراج۔ پہلے چل کر بھوجن کر لیجئے پھر بعد میں باتیں ہوں گی۔''اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کچھ ایسے لہجے میں کہا میرے سارے بدن میں چنگاریاں سی دوڑنے لگیں۔''

''تمہارا نام کیا ہے۔''

''داسی کو نرملا کہتے ہیں مہاراج۔''وہ آہستہ سے بولی پھر مجھے ساتھ آنے کا اشارہ دے کر عمارت کی طرف جانے کے لیے گھومی تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ میں اس کیفیت کو کوئی نام دینے سے قاصر ہوں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ وہ کوئی ایسی ہی قوت تھی ٗجس نے مجھے نرملا کی فرمائش کے آگے سر تسلیم خم کر دینے پر مجبور کر دیا تھا اور میں کسی فرماں بردار بچے کی مانند اس کے پیچھے پیچھے عمارت کی

جانب قدم اٹھا رہا تھا۔
مندر نما قدیم عمارت کے اندر داخل ہو کر بھونچکا رہ گیا۔ وہاں کی ہر چیز توقعات سے کہیں زیادہ قیمتی اور نایاب تھی۔ عمارت کا ایک ایک چپہ اعلیٰ فرنیچر اور قیمتی سازوں سامان سے بھرا پڑا تھا۔
نرمالا جو میری رہبر تھی، مجھے مختلف راہداریوں اور کمروں سے گزارتی ہوئی ایک ایسے کمرے میں لے آئی جو غالباً کھانے کے لیے مخصوص تھا۔ میں نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اس لانبے پتھر پر نظر ڈالی جس پر انواع و اقسام کے کھانے موجود تھے۔ اور قسم قسم کے میوے اور پھل بھی بڑے سلیقے سے چنے ہوئے تھے۔
''پدھاریئے مہاراج۔۔'' نرملا نے سنگ مرمر کی ایک چوکی کے قریب پہنچ کر مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھا اور ایک چوکی کی طرف اشارہ کر کے بیٹھنے کو کہا۔ میں ہچکچایا اور اس نے بڑی ادا سے میرا ہاتھ

تھام کر چوکی پر بٹھا دیا اور خود میرے سامنے والی چوکی پر جا کر بیٹھ گئی۔
اس وقت بھی میری کیفیت عجیب تھی' وہ اس معمول سے مختلف نہ تھی جو عمل تنویم کے بعد پوری اپنے عامل کے احکام کے زیر اثر ہوتا ہے۔
نرملا مختلف قسم کے کھانوں سے میری تواضع کرتی رہی اور میں چپ چاپ اس کے اصرار پر سر جھکائے بیٹھا کھانے میں مشغول رہا۔
کھانے کے دوران میں نے جتنی بار بھی کن انکھیوں سے نرملا کی سمت دیکھا' اسے اپنی ہی طرف متوجہ پایا۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی حجاب نہیں کہ میں نرملا کے رعب حسن سے بے حد مرعوب تھا اور پہلی ہی نظر میں اس کا گرویدہ ہو گیا تھا۔
''مہاراج۔۔اسے بھی کھا کر دیکھئے۔'' نرملا نے کھانے کے دوران ایک بڑی قاب میری سمت بڑھاتے ہوئے کہا جس میں کسی جانور کا بھنا ہوا گوشت موجود تھا۔

''نرملا۔'' میں نے قدرے توقف سے دبی زبان میں کہا ''اگر تم برا نہ مانو تو میں ایک بات کہوں۔''

''کہئے مہاراج۔'' وہ اپنی معصوم نگاہیں میرے چہرے پر جماتے ہوئے بولی۔

''تم مجھے مہاراج کی بجائے صرف افضل بیگ کہو تو مجھے زیادہ خوشی ہوگی۔''

نرملا نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ چند لمحے تک ہوش ربا نظروں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے قاب سے بھنے ہوئے گوشت کا ٹکڑا نکال کر میری پلیٹ میں ڈالا اور نگاہیں جھکا کر کھانے میں مشغول ہوگئی۔

نرملا کا ایک ایک انداز ایسا تھا کہ ہزار جان سے اس پر نثار ہونے کو دل چاہ رہا تھا۔ میں ایک لمحے تک محبت بھری نظروں سے اسے دیکھتا رہا

پھر نرملا کی خواہش پر بھنے ہوئے گوشت کی طرف متوجہ ہو گیا۔ گوشت کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھتے ہی جانے کیوں میرا دل چاہا کہ اسے حلق کے نیچے اتارنے کے بجائے باہر اگل دوں لیکن اس خیال سے کہ ممکن ہے نرملا میری اس حرکت سے ناراض ہو جائے میں نے طوعاً و کرہاً وہ ٹکڑا حلق کے نیچے اتار لیا۔ گوشت کا ذائقہ کیسا تھا؟ مجھے کچھ یاد نہیں مگر اتنا ضرور یاد ہے کہ میں نے اس سے پیشتر اس قسم کا گوشت کبھی نہ چکھا تھا۔ بہر حال نرملا کے اصرار پر میں نے وہ سارا گوشت کسی نہ کسی طرح کھایا جو اس نے اپنے نازک ہاتھوں سے میرے لیے نکالا تھا۔ ابھی میں نے گوشت کا آخر ٹکڑا حلق کے نیچے اتار کر پانی کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ کمرے میں گونجنے والے قہقہے کی آواز سن کر چونک اٹھا نظر گھما کر دیکھا تو سونا گھاٹ کا پجاری موہن لال میرے پیچھے کھڑا قہقہہ لگا رہا تھا۔ موہن لال پر نظر پڑتے ہی میرے ذہن میں چھائی

ہوئی دھند یکلخت چھٹ گئی اور میں یوں اٹھ کو کھڑا ہو گیا جیسے نیند سے اچانک بیدار ہو گیا ہوں۔

''کیوں افضل ۔۔۔ پیٹ بھر کر بھوجن کر لیا تم نے؟'' موہن لال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

میں نے موہن لال کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اب تک میں جس کیفیت کو حسین خواب سمجھ رہا تھا' اس کا طلسم موہن لال کی آواز سنتے ہی ٹوٹ گیا۔ میرا دل چاہا کہ اس موزی کے جسم کی تکا بوٹی کر ڈالوں جس نے اچانک نمودار ہو کر اچھے خاصے ماحول کو مکدر کر دیا تھا لیکن میں کچھ نہ کر سکا۔ خاموش کھڑا اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتا رہا۔

''کس سوچ و چار میں گم ہو افضل بیگ' سونا گھاٹ کے پجاری نے مجھے گھورتے ہوئے طنزیہ لہجے میں پوچھا پھر بڑے معنی خیز انداز میں بولا'' کیا بھوجن پسند نہیں آیا۔''

اس بار بھی میں نے موہن لال کی بات کا جواب نہیں دیا۔ حقارت سے منہ پھیر کر اپنے ہونٹ کاٹنے لگا۔ اس کے سوا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ نرملا کے چہرے پر بھی مجھے سنجیدگی کے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ موہن لال کی آواز نے غالباً اسے بھی بوکھلا دیا تھا۔

''آرام سے بیٹھو افضل بیگ، مجھے دیکھ کر تم کھڑے کیوں ہو گئے۔'' سونا گھاٹ کے پجاری کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔ میں نے گھوم کر غصیلی نظروں سے موہن لال کو دیکھا پھر جلدی سے اپنی چوکی پر بیٹھ گیا۔

''افضل بیگ، میری باتوں پر سوچ و چار کر لیا تم نے یا ابھی اور سمے درکار ہے۔'' موہن لال نے نرملا کے قریب جا کر ایک خالی چوکی پر بیٹھتے ہوئے مخاطب کیا۔

''نہیں۔'' میں نے ترش روئی سے جواب دیا ''مجھے تمہاری کوئی شرط منظور نہیں۔''

''دھرم بہت پیارا ہے تم کو۔ کیوں؟''

''ہاں۔''میں نے تلملا کر جواب دیا۔

''ابھی تک' کیا اب بھی تم اپنے دھرم کا دم بھرتے ہو۔ جب کہ۔۔۔''

موہن لال مسکرا کر بولا۔

''موہن لال۔''میں نے اس کی بات کاٹ کر تیزی سے کہا تم جو چاہو میں کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن دھرم کے معاملے میں تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔

''دھرم۔۔''موہن لال کا لہجہ معنی خیز تھا''افضل بیگ' تم جس دھرم کی بات کرر ہے ہواسے تو تم خود ہی نشٹ کر چکے ہو۔''

''کیا مطلب!''میں نے چونکتے ہوئے موہن لال کی طرف دیکھا

''تم اپنی زہریلی اور لچھے دار باتیں ختم کر کے سیدھی طرح مجھ سے گفتگو نہیں کر سکتے۔''

''تم سمجھنا چاہتے ہو افضل بیگ کہ میں کیا کہہ رہا ہوں تو لو سنو۔'' موہن لال نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ''ابھی تم نے جس گوشت کو سوادلے لے کر کھایا ہے وہ سور کا گوشت تھا۔ بولو افضل بیگ کیا سور کا گوشت کھانے کے بعد بھی تم مجھ سے دھرم کی بات کرو گے۔''

سور کا نام سنتے ہی میں لرز اٹھا اس خیال سے کہ میں نے سور کا گوشت کھالیا ہے۔ میری روح تڑپ اٹھی۔ میں موہن لال کو انتہائی حقارت بھری نظروں سے گھورنے لگا۔ اس مردود نے میرے ساتھ جو کچھ کیا' وہ میرے لیے نا قابلِ برداشت تھا۔ غصے کے مارے میں سر تا پاؤ کانپ رہا تھا۔ تاہم میں جانتا تھا کہ اس موزی سے ٹکر لینا میرے لیے موت کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا۔ چنانچہ میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اسے نفرت بھری نظروں سے گھورتا رہا اور دل ہی دل میں خود کو بھی لعن طعن کرتا رہا۔

مجھے رہ رہ کر بڑی شدت سے ابکائی آ رہی تھی لیکن میں ضبط کیے ہوئے تھا۔ میں نہیں چاہتا کہ موہن لال کو میری ہنسی اڑانے کا موقع ملے۔ مجھے اس وقت نرملا بھی ناگن کی طرح نظر آ رہی تھی جس نے اپنے حسن کے حشر سامانیوں کی آڑ لے کر مجھے ڈس لیا تھا۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں ان دونوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا مگر اس وقت سوائے میں اپنی بے بسی پر کف افسوس ملنے کے اور کچھ بھی نہ کر سکتا تھا میں چاروں طرف سے خود کو گھرا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

موہن لال کچھ دیر تک میرے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات اور میری دلی کیفیت کا اندازہ لگاتا رہا پھر میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے بولا۔

''چپ کیوں ہو افضل بیگ۔ تم تو مجھے نیچا دکھانے اور میری شکتی کا راز جاننے کے لیے آئے تھے۔''

''میں اب بھی تم کو نیچا دکھانے کی طاقت رکھتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ

تم اپنے پیروں اور کالے علم سے کام نہ لو۔'' موہن لال نے میری بے بسی کا مضحکہ اڑایا تو میں اپنا غصہ ضبط نہ کر سکا اور سینہ تان کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''بیٹھ جاؤ افضل بیگ کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑے ہو۔'' موہن لال نے بڑے پر وقار لہجے میں کہا پھر مجھے گھورتے ہو بولا ''تم بھول جاتے ہو کہ تم کس کے سامنے ایسے شبد نکال رہے ہو۔ کیا اب بھی تمہیں میری شکتی پر کوئی شک ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمہارے ساتھ رعایت برت رہا ہوں۔''

میں کوئی جواب دینے کی بجائے خاموش کھڑا اسے گھورتا رہا۔ موہن لال نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں تھا۔ تاہم اس کے سامنے ہتھیار ڈالنے کو میں اپنی توہین سمجھتا تھا۔

''مجھے پتا ہے افضل بیگ کہ تم ایک بلوان منش ہو پر تم مورکھ بھی بہت

ہو۔"

"تم میرے سلسلے میں آخر یہ رعایت کیوں کر رہے ہو۔" میں نے غصے سے پوچھا۔

"اس کی چنتا مت کرو۔ ایک دن تم خود جان جاؤ گے لیکن اس راز تک پہنچنے سے پہلے تمہیں بڑی کٹھناؤں سے گزرنا ہوگا اور ہاں اس کے لیے تمہیں اپنا دھرم بھی بدلنا ہوگا۔"

"موہن لال۔" "مذہب بدلنے کے نام پر میں ایک بار آپے سے باہر ہو گیا۔" "ہو سکتا ہے کہ تم نے اپنی ناپاک خواہشات کی تکمیل کی خاطر دھوکے سے مجھے حرام چیز کا گوشت کھلوا دیا ہو لیکن اگر مجھے معلوم ہوتا تو تم مرتے مر جاتے مگر اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہوتے۔"

"تم بہت نادان ہو افضل بیگ۔۔۔ میری مانو تو ہٹ دھرمی چھوڑ دو۔ اب سمے نہیں ہے۔

سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری کا لہجہ اس قدر سرد اور دھمکی آمیز تھا کہ میں فوراً ہی کوئی جواب دینے کی ہمت نہ کر سکا۔ بھوک پیاس کے سابقہ تجربوں کو یاد کر کے میں دل ہی دل میں کانپ اٹھا۔ میرا ذہن بار بار مجھے یہی مشورہ دے رہا تھا کہ میں اپنی ضد چھوڑ کر موہن لال کی خواہشات کے آگے جھک جاؤں اور خود کو مزید اذیتوں سے بچا لوں لیکن میرا ضمیر ہر بار آڑے آ جاتا تھا۔ ابھی میں انہی خیالات میں الجھا ہوا تھا کہ موہن لال نے مجھے مخاطب کیا۔

''افضل بیگ میں جانتا ہوں تم کس سوچ و چار میں الجھے ہوئے ہو۔۔ تم دھرم کی خاطر جیون داس کرنا چاہتے ہو تو یہ تمہاری بھول ہے۔ میرے بیر ہر سمے پرچھائی کی طرح تمہارے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ میری آگیا کے بغیر تم مرنا بھی چاہو تو مر بھی نہیں سکتے۔۔۔ دیوی دیوتاؤں کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں افضل بیگ۔'' موہن لال نے

مجھے لال پیلی نظروں سے گھورتے ہوئے سپاٹ آواز میں کہا۔
''موہن لال میں نے حالات کے پیشِ نظر تلملا کر کہا''
''کیا تمہارے اندر اتنی شکتی نہیں کہ تم مجھے تڑپا تڑپا کر مارنے کی بجائے ایک ہی وار میں ختم کر دو۔''
میں تمہاری یہ اچھا اسی دن پوری کر سکتا تھا افضل بیگ' جب تمہارے من میں میری شکتی جاننے کا دھیان جاگا تھا۔ پرنتو گنیش دیوتا اور پاربتی دیوی کی مرضی کچھ اور ہے۔'' موہن لال نے نہ جانے کیوں اپنا ہونٹ چباتے ہوئے غضب ناک لہجے میں کہا' 'اگر میں چاہوں تو تم اس سمے بھی میرے چرنوں میں پڑے دیا کی بھکشا مانگتے نظر آؤ اور میری بھگتی سویکار کر لو۔''
میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ موہن لال کی بات کا کیا جواب دوں۔ میرا ذہن معطل ہو چکا تھا۔ میں بری طرح تھک چکا تھا' انکار کی

صورت میں کیا کچھ ہوگا۔ مجھے، معلوم تھا' میں نے بڑی بے بسی کے عالم میں ایک نظر موہن لال کے غضب ناک چہرے پر ڈالی۔ اس کی بڑی بڑی خوف ناک آکھوں میں مجھے شعلے بھڑ کتے محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے جلدی سے اپنی نظریں اس کے چہرے سے ہٹالیں اور نرملا کو دیکھنے لگا جو سکتے کی حالت میں بیٹھی یک ٹک مجھے دیکھے جا رہی تھی۔

زندگی کی تلخیوں نے مجھے مردم شناسی کا تھوڑا بہت فن بھی سکھا دیا تھا۔ نرملا کی آنکھوں میں مجھے مکروفریب کے بجائے پیار وہمدردی کا جذبہ جھلکتا نظر آیا تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ اپنی مرضی کا کوئی دخل نہیں تھا بلکہ وہ سونا گھاٹ کے پجاری کے اشاروں پر چلنے کے لیے مجبور تھی اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس کی نگاہوں میں محبت اور ہمدردی کا جذبہ کبھی نہ ہوتا۔

قبل اس کے کہ میں نرملا کے چہرے سے نظر ہٹا کر موہن لال کی بات کا جواب دیتا۔ نرملا نے مجھے بڑے التجا آمیز انداز میں اشارے سے تلقین کی کہ میں موہن لال کی بات مان لوں۔ ہر چند کہ اس وقت میں جن حالات سے دو چار تھا' ان میں محبت کا تصور۔۔ بھی محال تھا لیکن اس کے باوجود میں محسوس کر رہا تھا کہ میرا دل نرملا کی طرف کھنچے جا رہا ہے اور اس جذبے کے ساتھ ہی زندہ رہنے کی تمنا بھی میرے دل میں کروٹیں لے رہی تھی۔ میں کوشش کے باوجود نرملا کے چہرے سے اپنی نظر نہ ہٹا سکا۔

"کہاں کھو گئے ہو افضل بیگ۔"

موہن لال نے مجھے دوبارہ مخاطب کیا تو میں اس طرح چونکا جیسے کچی نیند سے بیدار ہو گیا ہوں۔ نرملا کے چہرے سے نظر ہٹا کر میں نے موہن لال کو دیکھا جس کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیلی ہوئی

تھی۔ میں ابھی کوئی جواب دینے کے لیے سوچ رہا تھا کہ موہن لال نے کہا۔

''افضل بیگ' اگر تم میری بھگتی قبول کرلو تو میں۔۔نرملا پجاری تمہیں دان دی جاسکتی ہے۔''

''میں تیار ہوں۔۔''میں نے بے اختیار جلدی سے کہا اور نرملا کی طرف دیکھنے لگا جو میرا فیصلہ سن لینے کے بعد بڑے دلکش اور معصومانہ انداز میں نظریں جھکائے مسکرا رہی تھی۔

''مجھے پورا وشواس تھا افضل بیگ کہ تم میرا کہا مان جاؤ گے۔''موہن لال نے فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا پھر میرے قریب آ کر میرا شانہ تھپتھپاتے ہوئے بولا''افضل بیگ میں تمہیں دیے ہوئے وچن کے مطابق تمہیں اپنی چوتھائی شکتی دان کرنے کو تیار ہوں۔ پرنتو اس کے لیے پہلے تمہیں کچھ دنوں بڑا کڑا جاپ کرنا ہوگا اور یہ ثابت

کرنا ہوگا کہ تمہارے من میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔''

میں نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔ موہن لال نے میرے چہرے پر چھائی ہوئی بے بسی دیکھی تو بڑے فلسفیانہ انداز میں مجھے سمجھانے لگا۔

''افضل بیگ' جیون اس دھرتی پر سب سے سندر چیز کا نام ہے۔ اگر اس سندرتا میں کسی من پسند کنیا کا پریم بھی ہے۔ نرملا تمہارے لیے ایک اچھی ساتھی ثابت ہوگی۔''

''میں اب بھی خاموش رہا۔ میرا ضمیر مجھے رہ رہ کر ملامت کر رہا تھا لیکن اب میں نے اپنے ضمیر کا گلا بڑی سختی سے دبا رکھا تھا۔ نرملا کو پا کر زندہ رہنے کی خواہش ہر لمحے بڑھتی جا رہی تھی۔ مجھے زندگی بڑی حسین نظر آ رہی تھی۔ نرملا کی غرائی اور شوخ مسکراہٹوں نے نہ جانے مجھ پر کیا جادو کر دیا تھا کہ میں موم کی طرح پگھل کر رہ گیا تھا۔ میں نے فیصلہ کر

لیا تھا کہ زندگی جیسی قیمتی اور انمول شے کو اب کسی قیمت پر اذیتوں کے حوالے نہ کروں گا۔ اس کے برعکس زندہ رہ کر زندگی کے مزے لوٹوں گا لیکن میں نے اپنے چہرے کے تاثرات سے حتی الامکان یہی کوشش کی کہ موہن لال میرے دل کا بھید نہ جان سکے اور یہی سمجھے کہ میں نے اس کے آگے مجبوراً گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔

نرملا بادستور میرے سامنے موجود تھی اور بار بار کن انکھیوں سے میری طرف دیکھے جا رہی تھی۔ موہن لال نے مجھے خاموش دیکھا تو اسے کچھ دیر کے لیے کمرے سے چلے جانے کو کہا۔ ہر چند کہ مجھے موہن لال کا یہ حکم بے حد شاق گزرا لیکن میں نے اسکے خلاف احتجاج نہیں کیا۔

نرملا کے کمرے سے چلے جانے کے بعد سونا گھاٹ کا پجاری پراسرار پجاری چند لمحے تک خاموش کھڑا ٹکٹکی باندھے مجھے گھورتا رہا پھر مجھے

ساتھ لیے ایک ملحقہ کمرے میں آ گیا جو غالباً کسی کی خواب گاہ تھی اور دوسرے کمروں کی طرح قیمتی ساز و سامان سے سجی ہوئی تھی۔ میں موہن لال کے اشارے پر اس کے سامنے بیٹھ گیا تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''افضل بیگ' دیوی دیوتاؤں کی مہان شکتی کے سامنے دل کے بھید کبھی چھپے نہیں رہ سکتے۔ مجھے معلوم ہے' تم کیا سوچ رہے ہو۔'' میں خوش ہوں کہ تم نے جیون دان دینے کے فیصلے کو بدل کر خود کو نئے جیون میں ڈھالنے کا فیصلہ کر لیا۔ اب تم نئی شکتی کا مزا لوٹو گے۔''

میں نے چونک کر موہن لال کو دیکھا' مجھے حیرت تھی کہ آخر اس نے میرے دل کا بھید کیسے پالیا جبکہ میں نے اپنے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری کر رکھی تھی۔ تاہم مجھے اس بات پر زیادہ اچنبھا نہیں ہوا۔ اس لیے کہ میں سونا گھاٹ کے پجاری کے کرشمے اپنی آنکھوں سے دیکھ

چکا تھا۔ کچھ دیر تک میں اسے سپاٹ نظروں سے گھورتا رہا پھر میں نے دبی آواز میں کہا۔

''موہن لال۔۔ میں تمہاری اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ زندہ رہنے کی خواہش نے مجھے اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ایک بات یاد رکھنا' اگر تم اپنے وعدے سے پھرے یا میرے ساتھ کوئی دھوکا کرنے کی کوشش کی تو پھر مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔''

''دھوکا۔۔''موہن لال بڑے پروقار انداز میں ہنسا پھر ٹھوس لہجے میں بولا ''افضل بیگ' کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھے تمہارے ساتھ دھوکا کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ کیا تم میری شکتی سے کچھ اور تماشا دیکھنا چاہتے ہو۔ کیا تمہیں یہ وشواس نہیں کہ ایک لمحے میں تمہیں منش سے چوپایہ بنایا جا سکتا ہے۔''

''مجھے اب کیا کرنا ہوگا۔''میں نے جلدی سے گفتگو کا رخ بدلنے کی

خاطر کہا۔ ''موہن لال کی قوتوں کا تماشا میں پہلے بہت دیکھ چکا تھا اس لیے اب اس کے ساتھ مزید الجھنا بعید از دانش مندی تھا۔

''سب سے پہلے تمہیں ایک ایسا چیلا بن کر دکھانا ہوگا جو گرو کی آگیا کا پالن کرنا اپنا دھرم سمجھتا ہے۔ اس کے بغیر تمہاری تپسیا بیکار ہوگی۔''

''کیا تم اپنی شکتی کے ذریعے میرے دل کا حال نہیں جان سکتے۔'' میں نے اسے بڑی نرمی سے مخاطب کیا۔

''میں جانتا ہوں کہ تم میری آگیا کا پالن کرو گے۔ پرنتو مجھے یہ بھی پتا ہے کہ تم نے نرملا کی خاطر میرا سیوک بننے کا فیصلہ کیا ہے۔''

''ہاں۔۔۔ یہ غلط نہیں ہے۔'' میں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

''افضل بیگ۔'' موہن لال نے اپنے غلیظ ہونٹوں پر بڑی مکروہ مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا ''اپنے وچن کے مطابق چاہو اسے استعمال کر سکتے ہو پر پوری طرح نرملا کو اسی سمے حاصل کر سکتے ہو

جب تم چاہو اور گیان دھیان کی کڑی پرکشا میں سپھل ہو جاؤ۔ نرملا اب تمہارے ساتھ ہے۔ میں نے وچن دیا ہے۔ پرکشا کے بعد نرملا پوری طرح تمہاری ہو جائے گی اور پھر نرملا کیا' تم پاپ اور پن کے چکر کو خود سمجھنے لگو گے۔ تم جان جاؤ گے کہ منشوں نے اپنے لیے خود ہی کیسا جال بن رکھا ہے۔ دھرتی افضل بیگ ایک دھوکا ہے اور منش ایک مورکھ جانور ہے۔ ہاں گیان دھیان سے منش پیدا ہوتا ہے۔ جو سب کچھ جانتا ہے' جس نے یہ شکتی حاصل کر لی اس نے اپنے جیون داس میں خوشیاں بھر لیں۔ سب لوگ اس سنسار میں اندھے بن کر رہتے ہیں۔ دھرم کے سچے پجاریوں کی ہی آنکھیں ہوتی ہیں اور آنکھوں میں یہ روشنی یونہی آجاتی' اس کے لیے خود کو بدلنا ہوتا ہے۔ آدھا جیون تیاگ دینا ہوتا ہے۔ دیوتا طرح طرح سے پرکشا لیتے ہیں اور پھر کہیں جا کر کچھ دان دیتے ہیں۔ تم تو بہت دھنی ہو افضل

بیگ تم پر دیوتا مہربان ہیں۔
میں سر جھکائے بیٹھا موہن لال کی نا قابل فہم باتیں سنتا رہا۔ کچھ دیر تک وہ مجھے گناہ وثواب اور دنیا کے رنگے سیاروں کی بارے میں بتاتا رہا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔
''افضل بیگ' میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ایک دن تم دیو دیوتاؤں اور بلوانوں کی سی شکتی کے مالک بن جاؤ گے۔ یہ بھی اوش ہے کہ تم اپنی مہان شکتی کے نشے میں مجھ سے ٹکر لینے کی کوشش کرو گے پرنتو یہ دھیان ہمیشہ رکھنا کہ تم میرے سیوک ہو اور سیوک ہی رہنا' تمہارے لیے بہتر ہے۔''
''اگر یہ بات ہے تو تم مجھے اپنا چیلا بنانے پر کیوں بضد ہو۔'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ موہن لال کے چہرے پر اچانک چھا جانے والی گمبھیر سنجیدگی میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

''اس کی چِنتا مت کرو۔'' موہن لال خشک آواز میں بولا ''ایک سمے آئے گا جب تم سب کچھ جان جاؤ گے۔''

''میرے لیے اب کیا حکم ہے۔'' اس بار میں نے قدرے اکتائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''تمہیں یہاں سے اجودھیا کا رخ کرنا ہوگا۔'' جہاں چھ ماہ تک تمہیں ایک مندر میں بیٹھ کر گنیش دیوتا اور پاربتی دیوی کے لیے کڑا جاپ کرنا ہوگا۔'' موہن لال نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ''اجودھیا پہنچ کر تمہیں مہان سیوک ارجن سنگ سے ملنا ہوگا پھر جیسا وہ کہے گا ویسا ہی کرنا۔''

''لیکن میں اجودھیا جا کر ارجن کو کہاں تلاش کرتا پھروں گا۔'' میں نے چوکی پر پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

''تمہیں اس کے لیے بھٹکنا نہیں پڑے گا۔ ارجن کو تمہارے پہنچنے کی

اطلاع مل جائے گی۔ اس کے علاوہ نرملا بھی ارجن کو جانتی ہے۔''

''ٹھیک ہے میں کل ہی نرملا کو ساتھ لے کر روانہ ہو جاؤں گا۔''میں نے تیزی سے جواب دیا' میں سب کچھ جلد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

سو میں نے موہن لال سے کہا۔

''تم نے مجھے یہ نہیں بتایا۔ موہن لال کے وعدے کے مطابق تم اپنی چوتھائی شکتی مجھے کب دان کرو گے۔''

موہن لال میرے سوال پر مسکرایا پھر سپاٹ لہجے میں بولا۔

دیوی دیوتا اپنے دیے ہوئے وچن سے کبھی نہیں پھرا کرتے افضل بیگ۔ تم اجودھیا پہنچ کر جاپ شروع کر دو۔ ابھی تو تمہیں بہت کام کرنا ہے اور وہاں آج سے تمہارا نام افضل بیگ کے بجائے کرشن کمار

ہوگا۔''

''موہن لال' کیا اب مجھے بتاؤ گے کہ یہ کون سا علاقہ ہے اور وہ پہاڑی کون سی ہے جس پر مجھے قید کیا گیا تھا۔'' میں نے اپنے نام کے سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس سے تم جس علاقے میں ہو اس کے بارے میں تم کو کچھ نہیں پتا۔ پرنتو جس پہاڑ پر تم پہلے تھے وہ وندھیا چل کر ایک ایسا دشوار گزار سلسلہ ہے جہاں آج تک تمہارے سوا کسی دوسرے منش کا گزر نہیں ہوا۔''

''مجھے یہاں تک کون لایا تھا۔'' میں نے دوسرا سوال کیا تو موہن لال معنی خیز انداز میں مسکرا کر بولا۔

''افضل بیگ' کیا نرملا پجاری کے پیار میں تم یہ بھی بھول گئے کہ تم اس سے کس کے سامنے بیٹھے ہو۔''

''میرا خیال ہے کہ یہ حرکت تمہارے بیروں کی۔۔'' میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے پھر موضوع بدل کر کہا'' اجودھیا تک جانے

کے لیے سفر کا کیا بندوبست ہے۔''

''تم بہت جلدی کر رہے ہو۔ دو چار دن تم نرملا کے ساتھ گزارو۔ پر یہ خیال رہے کہ نرملا تمہاری ہو کر بھی تمہاری نہ ہوگی۔ اسے مکمل طور پر حاصل کرنا تبھی ممکن ہے جب تم پرکشا میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ ابھی تمہیں بھی دنوں تک اس کے لیے بے چین رہنا ہوگا پھر میں سارا بندوبست کر دوں گا۔''

موہن لال سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں کمرے سے باہر آیا تو نرملا سامنے وراںڈے میں کھڑی میری راہ تک رہی تھی۔ اس نے جن نظروں سے مجھے دیکھا' ان میں نہ جانے کیا کشش تھی کہ میں سب کچھ بھول کر اس کی طرف کھینچا چلا گیا۔ وہ مجھے ایک دوسرے کمرے میں لے گئی۔ وہ کمرا ساز و سامان کے اعتبار سے ان تمام کمروں سے بہتر تھا۔ جنہیں میں اب تک دیکھ چکا تھا۔

''یہ آپ ہی کا کمرا ہے مہاراج۔'' نرملا نے دبی زبان میں کہا'' اب آپ آرام کیجئے اور اگر کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو داسی کو آواز دے لیجئے گا۔''

''نرملا'' میں نے اسے پیار سے دیکھ کر شکایت بھرے لہجے میں کہا ''ایک بات کہوں' مانوں گی۔''

''آپ آگیا کریں گے مہاراج۔ داسی کی کیا مجال ہے کہ انکار کر دے۔''

''تم مجھے مہاراج کی بجائے' میرے نام سے مخاطب کیا کرو۔''

''یہ گھور پاپ ہوگا مہاراج۔'' نرملا نے جلدی سے کہا'' اگر موہن لال جی مہاراج کو بھنک پڑ گئی تو میرا سارا جیون کشٹ اٹھائے گزرے گا۔ میں آپ کی داسی جو ہوں۔''

'' موہن لال تمہیں مجھے بخش چکا ہے اور اب اسے تمہارے اوپر کوئی

حق نہیں رہا۔''میں نے پیار سے سمجھایا۔

''مجھے پتا ہے مہاراج پرنتو۔''

''نرملا۔''میں نے جلدی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا''کیا تمہیں یہ جان کر خوشی نہیں ہو گی کہ میں نے محض تمہاری خاطر اپنا دھرم بھی بدل دیا ہے۔''

''یہ آپ کی کرپا ہے مہاراج۔''نرملا شرما کر بولی۔

''تمہاری وجہ سے میں نے اپنا نام بھی بدل دیا ہے۔ آج میں افضل بیگ کی بجائے کرشن کمار ہوں۔''

''کرشن کمار۔۔۔''نرملا کے سندر ہونٹوں پر مدھر بھری مسکان ابھری میں نے اس کی کومل آنکھوں سے پیار جھلکتے دیکھا تو اس کے قریب جا کر سرگوشی میں کہا۔

''نرملا' مجھے وچن دو کہ آئندہ سے تم مجھے صرف کرشن کہا کرو گی۔''

''کرشن مہاراج۔'' وہ شوخی سے بولی۔

''مہاراج نہیں' صرف کرشن۔'' میں نے اسکے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہا تو وہ لجا گئی۔

پھر میرے اصرار پر اس نے وعدہ کرلیا کہ اکیلے میں وہ مجھے کرشن کہے گی لیکن دوسروں کی موجودگی میں کرشن مہاراج کے نام سے مخاطب کرے گی۔

نرملا کے ساتھ بیٹھا میں بڑی دیر تک دنیا جہان کی باتیں کرتا رہا۔ وہ مجھے ہندو دھرم اور اپنے دیوی دیوتاؤں کے بارے میں بتاتی رہی۔

جب میں نے اسے یہ بتایا کہ موہن لال نے مجھے جاپ کرنے کے لیے اجودھیا جانے کے لیے کہا ہے تو اس کا حسین چہرہ کندن کی طرح دمک اٹھا۔ اسے اجودھیا کی تیرتھ گاہوں کو دیکھنے کا بے حد شوق تھا۔

مختصر عرصہ میں نرملا کی محبت نے میرے ذہن میں ایسا سحر کر دیا تھا کہ

میں سب کچھ بھول کر اس کی محبت میں محو ہو گیا۔ شاید اس لیے کہ میں بچپن ہی سے پیار کا بھوکا تھا جن کے لیے میری روح ایک مدت دراز سے پیاسی تھی۔

تین روز تک میں اسی قدیم مندر نما عمارت میں نرملا کے ساتھ رہا۔ چوتھے دن موہن لال نے ہم دونوں کو روانگی کا حکم دیا۔ میں حیران تھا کہ اجودھیا تک کے طویل سفر کا بندوبست کیا ہو گا۔ میرے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی اور جسم پر جو لباس تھا' اس کے سوا بدلنے کے لیے کوئی دوسرا لباس بھی نہ تھا۔ نرملا کے بارے میں بھی مجھے علم ہو چکا تھا کہ وہ موہن لال کی ایک ادنیٰ داسی ہے۔ چنانچہ جب موہن لال نے مجھ سے روانگی کے لیے کہا تو میں نے پوچھا۔

''ہمارے سفر کا کیا بندوبست ہو گا۔''

''افضل بیگ' جب تم میری بھگتی سویکار کر چکے ہو تو تمہیں ان باتوں

کی کوئی چنتا نہیں کرنی چاہیے۔''موہن لال نے مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا''میرے بیر تمہارے سفر کا بندوبست کر چکے ہیں۔اب تم دونوں اپنی آنکھیں بند کرلو اور جب تک میں نہ کہوں' دوبارہ آنکھیں نہ کھولنا۔''

میں نے سپاٹ نظروں سے موہن لال کو دیکھا پھر کچھ سوچ کر نرملا کا ہاتھ تھاما اور آنکھیں بند کرلیں۔آنکھ بند کرتے ہی موہن لال کی آواز میرے کانوں سے ٹکرانے لگی۔غالباًوہ کوئی جاپ پڑھ رہا تھا۔جس کا ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہ آسکا۔میں نرملا کا ہاتھ تھامے کھڑا سوچ رہا تھا کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری کی آواز بدستور میرے کانوں میں ٹکرا رہی تھی۔کچھ دیر بعد مجھے محسوس ہوا جیسے میرے پاؤں زمین پر ٹکے ہونے کی بجائے فضا میں معلق ہیں اور میں ہوا میں اڑتا چلا جارہا ہوں۔میرا دل چاہا کہ آنکھیں کھول کر

دیکھوں کہ یہ کیا اسرار ہے لیکن موہن لال کی آخری ہدایت کے پیش نظر میں نے آنکھیں بند ہی رکھیں۔ کہیں کسی نئی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جاؤں تاہم میں نے نرملا کی کلائی پر اپنی گرفت اور مضبوطی سے جمالی تھی۔

میں نرملا کی کلائی پر اپنی گرگت مظبوطی سے جمائے آنکھیں بند کیے رہا سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری کی آواز بدستور میرے کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔ مجھے اس بات کا یقین آ گیا کہ اس وقت میں فضا میں معلق کسی نامعلوم منزل کی سمت اڑا جا رہا ہوں۔ موہن لال نے مجھے بڑی سختی سے تاکید کر رکھی تھی کہ جب تک وہ نہ کہے میں آنکھیں بند رکھوں چنانچہ میں نے آنکھیں نہیں کھولیں لیکن اپنے پاؤں کو جنبش دے کر اس بات کا اندازہ لگانے میں کامیاب ہو گیا کہ زمین پر کھڑا ہونے کے بجائے فضاؤں میں معلق ہوں۔

"کرشن ۔۔۔اب اپنی آنکھیں کھول لو۔"

میں نے نرملا کی آواز سنی تو آنکھیں کھول دیں۔اس کی خوب صورت غزالی آنکھوں میں مجھے مسرتوں کے ہزاروں دیپ جلتے نظر آرہے تھے۔اس کے نازک گلابی ہونٹ بڑے دلنشیں انداز میں مسکرا رہے تھے۔میں نے سوچا شاید وہ مجھے پا لینے کی وجہ سے باغ و بہار بنی ہوئی ہے۔یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ وہ موہن لال کی دسترس سے دوری اختیار کرنے کی وجہ سے خوش ہے۔

نرملا کے چہرے سے نظریں ہٹا کر میں نے قرب و جوار کا جائزہ لیا تو بھونچکا رسا رہ گیا۔اپنے والد کے ساتھ ایک بار پہلے بھی میں اجودھیا کا سفر کر چکا تھا۔اس لیے مجھے مندروں اور مورتیوں کی اس بستی کو پہچاننے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ہاں ایک لمحے کے لئے تعجب ہوا کہ اتنی جلدی وندھیا چل کی پہاڑیوں سے اجودھیا تک کیسے آگیا

لیکن اس خیال نے مجھے زیادہ پریشان نہیں کیا۔ سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری کی قوتوں کو میں اچھی طرح اور سمجھ چکا تھا۔ ناممکن کو ممکن بنا دینا' اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

''کرشن ۔۔'' نرملا نے مجھے خاموش پا کر مسکراتے ہوئے کہا'' ہم اس سے رام چندر جی کی پوتر جنم بھومی اجودھیا میں کھڑے ہیں۔''

''مجھے معلوم ہے۔'' میں جلدی سے بولا۔

''سنا ہے یہاں ہر سال میلا لگتا ہے' جس میں چھ لاکھ سے زیادہ یاتری شریک ہوتے ہیں۔''

''ہاں ۔۔ تم نے ٹھیک سنا ہے لیکن سب سے پہلے ہمیں ارجن کو تلاش کرنا چاہیے۔''

''ارجن نہیں ۔۔ ارجن مہاراج۔'' نرملا نے اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے مجھے سمجھایا'' جب تک تم موہن لال جی مہاراج کی

آ گیا کا پالن نہ کرلو اور اپنے جاپ اور گیان دھیان اور کٹھن پرکشا میں سپھل نہ ہو جاؤں اس سمے تک تمہیں اجودھیا کے مہان پجاری کو ارجن مہاراج کے شبھ نام سے پکارنا ہوگا۔''

''نرملا۔۔'' میں نے پجارن کی مخمور نظروں میں جھانکتے ہوئے کہا ''تمہیں حاصل کر لینے کے بعد میں خود کو دنیا کا سب سے زیادہ خوش نصیب انسان سمجھنے لگا ہوں لیکن۔۔''

''نہیں کرشن۔۔نہیں۔'' نرملا نے جلدی سے اپنا ہاتھ میرے منہ پر رکھ دیا پھر بڑے بھولپن اور لگاوٹ سے بولی ''میں جانتی ہوں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو پر ابھی ایسے شبد زبان سے نہ نکالو۔۔ منش جات کو تو اس دھرتی پر اپنا جیون بتانے کے کارن ہزاروں کٹھنائیوں سے گزر پڑتا ہے۔''

''میں بڑے سے بڑے طوفان کا مقابلہ کر سکتا ہوں نرملا مگر مذہب

کے معاملے میں۔۔"

میں نے نرملا کی کلائی تھام کر بڑے جذباتی لہجے میں کہا لیکن قبل اس کے کہ میں اپنا جملہ مکمل کرتا نرملا نے مجھے جلدی سے ٹوک دیا اور معصومانہ انداز میں سمجھانے لگی۔

"کرشن تمہارے من میں جو کچھ ہے اُسے میں اچھی طرح سمجھتی ہوں پرنتو تم نے موہن لال جی مہاراج کو دیے ہوئے وچن سے منہ موڑنے کی کوشش کی تو ہم دونوں کبھی سکھی نہ رہ سکیں گے۔ تم مرد ہو شاید کٹھناؤں کو جھیل جاؤ پر میں عورت جات اس کشٹ کو برداشت نہ کر پاؤں گی۔ بولو۔۔ کیا تم اس داسی کو برباد ہو جانے دو گے۔"

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا نرملا۔" میں نے شدت جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔ "تمہیں خوش دیکھنے کے لیے میں بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار ہوں۔"

''سچ۔۔'' اس نے شرمیلی نگاہوں کو اٹھا کر مجھے دیکھا تو میں خودی کے عالم میں بولا۔

''نرملا۔۔میری زندگی! اگر تمہیں کبھی میری جان کی ضرورت پیش آئی تو میں وہ بھی تم پر نچھاور کردوں گا۔۔جب جی چاہے آزما کر دیکھ لو۔''

''اگر یہ بات ہے تو وچن دو جب تک تم مہان شکتی کے مالک نہیں بن جاتے اور دیوی دیوتاؤں کی جاپ کو پورا نہیں کر لیتے میری خاطر کوئی ایسا شبد زبان سے نہیں نکالو گے جو ہمارے لیے کشٹ اٹھانے کا کارن ہو۔''

نرملا نے کچھ ایسے ہوش ربا انداز میں یہ جملے ادا کیے کہ میں انکار نہ کر سکا اور میں نے اس سے صدق دل سے وعدہ کرلیا کہ جو کچھ وہ کہے گی' میں اس پر عمل کروں گا۔

کچھ دیر تک ہم دونوں یوں ہی عالم سرمستی میں ایک دوسرے سے

عہدو پیمان کرتے رہے پھر ارجن مہاراج کی تلاش میں چل پڑے۔ اجودھیا شہر جو اتر پردیش میں لکھنؤ کے مشرق میں واقع ہے اور جس کی آبادی تقریباً ساڑھے بیاسی ہزار افراد پر مشتمل ہے اس وقت بڑا ہی خوب صورت لگ رہا تھا۔ ڈوبتے سورج کی کرنیں بڑے بڑے مندروں کے کلس کا آخری بوسہ لے رہی تھیں۔ درختوں کے سائے پھیل کر لمبے ہونے لگے تھے۔ میں دنیا و مافیہا سے بے خبر نرملا کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اس کی محبت میں سرشار چلا جا رہا تھا کہ نرملا نے مجھے روکتے ہوئے کہا۔

''کرشن۔۔ تمہیں اس بات کا دھیان بھی رکھنا ہوگا کہ میں دیوتاؤں کے چرنوں کی ایک معمولی پجارن ہوں۔''

''پہلے رہی ہوگے لیکن اب تم صرف میری ہو۔'' میں نے اس کے سراپا پر نظر ڈالتے ہوئے جواب دیا ''موہن لال تمہیں مجھے دان کر

چکا ہے۔''

''ہاں مگر پجاری نے یہ شرط بھی لگائی تھی کہ تمہیں میرے شریر اور میری آتما پر اسی سے پورا ادھیکار حاصل ہوگا جب تم جاپ اور گیان دھیان کی کڑی پرکشا میں سپھل ہو جاؤ گے۔''

''تمہیں جیتنے کی خاطر میں بڑی سے بڑی آزمائش میں بھی پورا اتروں گا۔'' میں ٹھوس لہجے میں بولا۔

''میں جانتی ہوں کہ تم ضرور سپھل ہو گے لیکن۔۔''

''لیکن کیا۔۔'' میں نے نرملا کو جملہ نامکمل چھوڑ کر اداس ہوتے دیکھا تو بے چینی سے پوچھا۔

''کرشن۔۔ایک پجارن ہونے کے سبب میرا فرض ہے کہ دیوتاؤں اور ان کے مہان پجاریوں کی ہر آگیا کا پالن کروں۔اس لیے میں ہاتھ باندھ کر تم سے پرارتھنا کرتی ہوں کہ اگر کبھی تم مجھے کسی پجاری کی

سیوا کرتے دیکھو تو اپنے من میں میری طرف سے کوئی میل نہ لانا۔''
نرملا نے مجھے اپنی مجبوریوں کا احساس دلانے کی کوشش کی تو میں تڑپ کر بولا۔

''ایسا ناممکن ہے نرملا۔ اگر کسی نے تمہاری طرف بری نگاہوں سے دیکھا تو میں اس کی آنکھیں نکال دوں گا۔''

''ایسا کبھی نہ کرنا۔۔'' نرملا بڑی وارفتگی کے عالم میں بولی ''میں تم کو وچن دیتی ہوں کہ کوئی میرا شریر نہیں چھو سکے گا لیکن مہان پجاریوں کی سیوا کرنا میرا دھرم ہے۔ میں اس کے لیے اس سمے تک مجبور رہوں گی جب تک تم اپنا جاپ پورا نہیں کر لیتے۔ اس کے بعد تمہاری ہو جاؤں گی۔۔صرف تمہاری۔''

ہر چند کہ میرا دل اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہ تھا کہ نرملا میرے ہوتے ہوئے کسی اور کی خدمت گزاری کرے لیکن جب اس نے

مجھے سمجھانے کے لیے اپنے انمول آنسوؤں کا سہارا لیا تو مجھے اس کی بات ماں لینی پڑی لیکن ایک بات میں نے اسے اچھی طرح باور کرا دی تھی کہ اگر ارجن مہاراج یا کسی دوسرے پجاری نے اس کے سلسلے میں حدود کو پھلانگنے کی کوشش کی تو پھر میں کسی قیمت پر اس کی کسی بات کو نہ مانوں گا۔ نرملا نے میری اس بات کو فوراً مان لیا اور میرا ہاتھ تھام کر فوراً آگے بڑھنے لگی۔

ابھی ہم کچھ دور گئے تھے کہ میں نے دو آدمیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ صورت شکل سے یہ دونوں پجاری ہی لگ رہے تھے۔ ان کے سر گھٹے ہوئے تھے۔ ماتھوں پر بھبھوت ملا ہوا تھا۔ گلوں میں صندل لکڑی کے موٹے موٹے دانوں والی مالا لٹک رہی تھی۔ دونوں کے جسم پر ایک ایک دھوتی تھی اور پاؤں میں انہوں نے لکڑی کے کھڑاؤں پہن رکھے تھے۔ میں ابھی ان دونوں کو دیکھ ہی رہا تھا کہ وہ

میرے قریب آ کر بڑے ادب سے میرے سامنے جھک گئے پھر سیدھے کھڑے ہو کر انتہائی احترام سے پوچھا۔

''کیا آپ کا شبھ نام کرشن کمار ہے۔''

''ہاں۔۔۔ میں کرشن کمار ہوں اور یہ نرملا پجارن ہے۔'' میں نے نرملا کی طرف اشارہ کیا جوان پجاریوں کے نظر آتے ہی میرا ہاتھ چھوڑ کر مجھ سے دور ہٹ گئی تھی۔

''پرنام۔'' دونوں نے یک زبان ہو کر کہا پھر ایک بولا۔

''ہم ارجن مہاراج کے چیلے آپ دونوں کا سواگت کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔''

''ہمیں ابھی اور کتنی دور چلنا ہوگا۔'' میں نے پوچھا

''مہاراج کا استھان زیادہ دور نہیں ہے۔ یہاں سے بہ مشکل سو گز کا فاصلہ ہوگا۔''

''ہوں۔۔چلو۔''میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔
میرا حکم پاتے ہی دونوں جھک کر دو قدم پیچھے ہٹے پھر میری اور نرملا کی رہبری کرنے لگے۔ پجاریوں کا بیان غلط نہیں تھا۔ بڑے مندر تک پہنچنے کے لیے ہمیں سو گز سے زیادہ نہیں چلنا پڑا تھا۔ مندر کے ساتھ ساتھ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر لاتعداد کٹیاں بنی ہوئی تھیں جن کے باہر ننگ دھڑنگ سادھو اور پجاری ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ ابھی ہم بڑے مندر سے تھوڑے فاصلے پر ہی تھے کہ مندر کے گھنٹے زور زور سے بجنے لگے اور کٹیاؤں کے باہر گھومتے پھرتے سادھو اور پجاری چونک کر ہماری طرف دیکھنے لگے۔ میں نرملا سے کچھ دریافت کرنا چاہتا تھا لیکن میرے کچھ پوچھنے سے پیشتر ہی اس نے میرے قریب آتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔
''یہ سب تمہارے سوگت کے لیے کیا جا رہا ہے۔ ہمارے مندر کا یہی

راوج ہے کہ جب کوئی مہاپرش اپنے پوتر چرن ان کی اور (سمت) اٹھاتا ہے تو اس کے سواگت کے لیے مندر کے گھنٹے بجائے جاتے ہیں۔"

مندر چونکہ قریب آگیا تھا اس لیے میں نے نرملا سے کچھ دریافت کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ میری رہبری کرنے والے دونوں پجاری مندر سے ملحق ایک بڑی کٹی کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف سادھوؤں اور پجاریوں کا اچھا خاصا مجمع اکٹھا ہو گیا۔ ان کی نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں لیکن میں نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور اپنے رہبر پجاریوں کی طرف گھور کر بولا۔

"کیا ارجن مہاراج اسی کٹی میں رہتے ہیں؟"

"ہاں مہاراج، آپ بے دھڑک اندر جا سکتے ہیں۔" پجاریوں میں ایک نے جواب دیا۔

میں نے نرملا کا ہاتھ تھام کر اندر جانے کے لیے قدم اٹھایا ہی تھا کہ وہی پجاری جس نے میری بات کا جواب دیا تھا تیزی سے میری راہ میں حائل ہو گیا پھر نرملا کو گھورتا ہوا مجھ سے بولا۔

''ارجن مہاراج اپنی کٹی میں کسی استری کا داخلہ پرسن (پسند) نہیں کرتے۔''

مجھے پجاری کی یہ مداخلت بے حد شاق گزری۔ قریب تھا کہ میں سخت بات زبان سے نکال بیٹھتا لیکن نرملا نے ٹھیک اسی وقت میرے ہاتھ کو دبا دیا پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھے اشارے سے بتایا کہ پجاری جو کچھ کہہ رہا ہے وہ غلط نہیں ہے۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا پھر نرملا کا ہاتھ چھوڑ دیا اور کٹی کے دروازے پر پڑے ہوئے پردے کو ہٹا کر اندر داخل ہو گیا۔

سب سے پہلے جس آدمی پر میری نظر پڑی وہ ایک قد آور ہٹا کٹا

پجاری تھا جو کٹی کے درمیان چیتے کی کھال نما مرگ چھالے پر آنکھ بند کئے بیٹھا ہاتھ میں مالا لیے کوئی جاپ کرر ہا تھا۔ جسم کی مناسبت سے اس کا چہرہ بھی خاصہ بڑا تھا جس پر کرختگی کے تاثرات نمایاں تھے۔
اس کے بھرے بھرے بازوؤں اور چوڑے چکلے سینے پر بڑے بڑے سیاہ بال نظر آرہے تھے۔ دوسرے پجاریوں کی طرح اس کا سر گٹھا ہوا نہیں تھا بلکہ اس پر بھی بڑے بڑے بال موجود تھے جنہیں سمیٹ کر سر کے اوپر جوڑے کی شکل میں باندھ لیا گیا تھا۔ مرگ چھالا کے قریب مٹی کا ایک پیالہ رکھا تھا جس میں لوبان سلگ رہا تھا اور سفید دھوئیں کی لکیریں اٹھتی نظر آرہی تھیں۔
کٹی کے اندر پلنگ یا تخت کے قسم کی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ دروازے کے قریب بائیں جانب کونے میں ایک بستر تہ کیا ہوا تھا۔ بستر کے قریب ہی ٹین کا ایک زنگ آلود ٹرنک موجود تھا جس پر پیتل کی ایک

صاف شفاف لٹیا رکھی ہوئی تھی۔ اندر سے کٹی کی دیواریں کچی مٹی سے بنائی گئی تھیں۔ جنہیں پنڈول سے لیپا پوتا گیا تھا۔ عقبی سمت میں بھی باہر جانے کے لیے ایک دروازہ موجود تھا۔ اس کٹی کے آس پاس پندرہ بیس گز کے فاصلے پر کوئی اور کٹی موجود نہیں تھی پہلی نظر میں، میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ غالباً کٹی کا عقبی دروازہ مندر کے صحن میں کھلتا ہوگا۔

اندر داخل ہو کر میں تقریباً پندرہ منٹ تک خاموش کھڑا اس ہٹے کٹے پجاری کو گھورتا رہا جو بدستور اپنے جاپ میں مگن تھا۔ اس کے چہرے پر نظر آنے والی کرختگی کو دیکھ کر میں نے اس کے بارے میں کوئی اچھی رائے قائم نہیں کی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ انتہائی سخت گیر طبیعت کا مالک ہوگا۔

بہر حال میں خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر اس خیال سے کہ نہ جانے

پجاری ابھی اور کتنی دیر اپنی پوجا پاٹ میں مصروف رہے میں واپسی کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ اس کی سخت آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''کہاں چلے کرشن کمار۔۔''

میں نے گھوم کر دیکھا تو ہٹا کٹا پجاری اپنی بڑی بڑی آنکھیں کھولے مجھے گھور رہا تھا۔اس کی آنکھوں میں مجھے نفرت کی چنگاریاں اڑتی نظر آرہی تھیں۔ابھی میں کوئی جواب سوچ ہی رہا تھا کہ اس نے مجھے دوبارہ مخاطب کیا۔

''نرملا پجارن بھی تمہارے ساتھ آئی ہے۔''

''ہاں۔''میں نے مختصر جواب دیا۔

''موہن لال نے مجھے تمہارے بارے میں تمام باتیں بتادی ہیں۔۔ تم قسمت کے دھنی ہو کرشن کمار جو دیوتاؤں نے تمہیں سویکار کرلیا۔

پرنتو کیا تم آنے والی کٹھائیوں کا مقابلہ کر سکو گے۔''

''موہن لال نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے اجودھیا میں چھ ماہ رہ کر گنیش دیوتا اور پاربتی دیوی کے لیے جاپ کرنا ہوگا۔''میں نے پجاری کی بات کونظر انداز کرتے ہوئے کہا۔اس کے لب و لہجے سے مجھے حقارت کی بو آ رہی تھی۔اگر مجھے نرملا کے ساتھ کیئے ہوئے وعدے کا پاس نہ ہوتا تو ممکن تھا میں اس کی سرد مہری کا کوئی منہ توڑ جواب دے بیٹھتا۔

''چھ ماہ تم تپسیا کر بھی سکو گے۔''پجاری نے پھر میرا مذاق اڑانے کی کوشش کی۔

''کیا تم ہی ارجن مہاراج ہو۔''اس بار میں نے بھی بگڑے ہوئے تیور سے پوچھا۔اس کی بات میں جان بوجھ کر نظر انداز کر گیا تھا۔ پجاری جو حقیقتاً ارجن مہاراج ہی تھا میرے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر

معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر بولا۔

''ہاں بالک۔۔میں ہی ارجن مہاراج ہوں۔''

''کیا موہن لال نے میرے بارے میں یہ بات نہیں بتائی تھی کہ مجھے اجودھیا کیوں بھیجا گیا ہے۔''

''شانتی۔۔شانتی۔۔''ارجن نے ہاتھ اٹھا کر کہا پھر مجھے اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا''مجھے سب کھبر (خبر) ہے'پرنتو میں تمہارے من کوٹٹولنا چاہتا ہوں۔دیوی دیوتاؤں کی بھگتی سویکار کرنے کے لیے من کا اجلا ہونا جروری (ضروری) ہے۔''

''تو کیا ابھی میرا امتحان پورا نہیں ہوا۔''میں نے ارجن کے قریب آلتی پالتی مار کر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''تم جاپ شروع کرنے کے لیے بہت بیاکل نظر آتے ہو۔کیوں۔'' ارجن معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

''ہاں۔۔وقت برباد کرنا میرے اصول کے خلاف ہے۔'' میں نے اکھڑے لہجے میں جواب دیا تو ارجن یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ کچھ دیر تک وہ مجھے گھورتا رہا پھر بولا۔

''اگر تمہاری یہی اِچھا (خواہش) ہے تو پھر سنو۔۔تمہیں چھ ماہ تک ایک پرانے کھنڈر میں تنہا بیٹھ کر دیوتاؤں کے لیے جاپ کرنا ہوگا۔ جب تک تم اپنا جاپ پورا نہیں کر لیتے تمہیں برت رکھنا ہوگا۔اس عرصے میں تم کسی منش سے مل بھی نہیں سکو گے۔''

''کیا نرملا میرے ساتھ نہیں ہوگی۔'' میں نے بے چینی سے پوچھا۔

''نرملا۔۔'' ارجن کے ہونٹوں پر ایک لمحے بڑی زہر آلود مسکراہٹ ابھری لیکن پھر فوراً ہی وہ سنجیدگی اختیار کر کے بولا ''نرملا تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ جب تک تم گیان دھیان میں لگے رہو گے کسی استری کا سایہ بھی تمہارے شریر پر نہیں پڑنا چاہیے۔اگر ایسا ہوا تو تم

اپنی پرکشا میں سپھل نہیں ہو پاؤ گے۔''

''ٹھیک ہے۔میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔''میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔

اس بات کو بھی دھیان میں رکھنا کہ جاپ کرتے سمے بیر اور گندی آتمائیں تمہیں ڈرانے کی کوشش کریں گی۔اگر تم ان بیروں سے ڈر گئے تو سمجھ لو کہ تمام جیون کشٹ اٹھانا پڑے گا۔

''میں بیروں اور گندی بلاؤں سے نمٹنا جانتا ہوں۔ارجن مہاراج' اس لیے تم اس کی چنتا نہ کرو۔''میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

''میں جانتا ہوں کرشن کمار کہ تمہاری لگن سچی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم چھ ماہ سے پہلے ہی اپنا جاپ پورا کرلو پر ایک بات ہمیشہ دھیان میں رکھنا' استری کا پیار منش کو مکتی کے راستے سے ہٹا دیتا ہے اس لیے تم کبھی کسی کنیا کے چکر میں مت پڑنا۔''

''یہ سوچنا میرا ذاتی معاملہ ہے ارجن مہاراج۔''میں نے روکھے لہجے میں کہا''تم مجھے صرف جاپ کرنے کا طریقہ سمجھا دو اور وہ جگہ بتا دو جہاں بیٹھ کر مجھے جاپ کرنا ہوگا۔''

''اتنی جلدی کیوں کرتے ہو کرشن کمار۔۔ایک دو روز آرام کر لو پھر میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔''

''میں یہاں آرام کرنے نہیں آیا ہوں۔''میں نے اس بار سنجیدگی سے کہا۔

''تمہاری مرضی۔''ارجن مہاراج نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا''تم جا کر اشنان اور بھوجن کر لو پھر میں تمہیں آج اس کھنڈر تک پہنچا دوں گا جہاں بیٹھ کر تمہیں جاپ کرنا ہے۔''

میں اٹھ کر باہر آیا جہاں نرملا میری منتظر تھی۔

ارجن مہاراج کے چیلوں نے مجھے ایک خالی کٹیا میں پہنچا دیا جہاں

کچھ دیر آرام کرنے کے بعد میں نے قریبی گھاٹ پر جا کر اشنان کیا اس کے بعد پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور نرملا کو ان باتوں کی تفصیل بتانے لگا جو میرے اور ارجن مہاراج کے درمیان ہوئی تھیں۔

''ارجن مہاراج کا کہنا غلط نہیں ہے۔'' نرملا نے میری بات سن کر کہا ''تم اگر اپنا من جاپ کی اور (طرف) تیاگ دو تو چھ ماہ سے بہت کم سمے میں اپنی پرکشا میں سپھل ہو جاؤ گے۔''

''میری اپنی کوشش بھی یہی ہوگی کہ جلد از جلد اپنا گوہر مقصود حاصل کر لوں لیکن مجھے تمہاری فکر ہے۔''

''میری فکر کیوں ہے۔'' نرملا نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نہ جانے کیوں ارجن مہاراج کے چیلوں کی طرف سے میرا دل مطمئن نہیں ہے۔'' میں نے دبی زبان میں کہا ''ہو سکتا ہے کہ وہ میری عدم موجودگی میں تمہیں پریشان کرنے کی کوشش کریں۔''

''چیلیا اور بھگت اتنی ہمت نہیں کر سکتے۔'' نرملا جلدی سے بولی ''تمہیں بھی میرے اوپر وشواس ہونا چاہیے۔''

''وہ تو ہے لیکن نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے تمہارے سلسلے میں میرے ساتھ کوئی دھوکا ہونے والا ہے۔'' میں نے بڑی صاف گوئی سے اس پر اپنے خیالات کا اظہار کر دیا۔

نرملا میری بات پر بڑی بے پروائی سے مسکرائی پھر مجھے اپنی وفاداری کا یقین دلانے لگی۔ دیر تک میں نرملا کے ساتھ کٹی کے اندر بیٹھا باتیں کرتا رہا۔ ایک دو بار میرے دل میں آئی کہ جاپ شروع کرنے سے پہلے نرملا کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لوں لیکن نرملا نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا۔ نہ جانے اسے کیوں کر میری خواہشات کا علم ہو گیا تھا چنانچہ وہ مسکرا کر بولی۔

''کرشن کمار۔۔ میں جانتی ہوں کہ اس سے تمہارے من میں کیا آشا

کلبلا رہی ہے لیکن ابھی یہ سب کچھ ناممکن ہے۔ جب تک تم جاپ پورا نہ کرلو میرے شریر کو ہاتھ لگانے کا دھیان بھی من میں نہ لانا۔''

'' نرملا۔'' میں نے اس کا نرم و نازک ہاتھ تھام کر بے خودی کے عالم میں کہا'' مجھے وچن دو جب تک میں اپنی آزمائش میں کامیاب نہ ہو جاؤں تم میری راہ تکتی رہو گی اور کسی کو اپنے قریب نہ آنے دو گی۔''

''کیا تمہیں میرے اوپر وشواس نہیں ہے۔''

''وشواس تو ہے لیکن کیوں نہ جانے میرا دل نہیں مانتا۔''

''دھرج سے کام لو کرشن۔'' نرملا نے زیرلب مسکرا کر جواب دیا'' سمے بیتنے میں دیر نہیں لگتی۔ جب تم کامیابی حاصل کرلو تو ہزاروں سندر ناریاں اپنے تن من دھن سے تمہارے اوپر قربان ہونے کو تیار ملیں گی۔''

''لیکن میں صرف تم سے پیار کروں گا۔'' میں نے اس وقت صدق

دل سے کہا۔

نرملا نے شوخ نظروں سے مجھے دیکھا پھر مسکرا کر نظریں جھکا لیں۔ کٹی میں جلتے ہوئے چراغ کی روشنی نرملا کے پیکر کو ہمیں بنا رہی تھی۔ میں ابھی نرملا کے سراپا کو دل بھر کے دیکھنے بھی نہ پایا تھا کہ باہر سے جے جے کار کے نعرے بلند ہونے لگے۔ نرملا فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی'

''ارجن مہاراج آ رہے ہیں۔''

میں نے نرملا کے چہرے پر ایک آخری نظر ڈالی پھر کٹی سے باہر آ گیا جہاں ارجن مہاراج اور ان کے بہت سے چیلے جمع تھے۔ میں نے مجمع پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالی پھر آخری مہاراج کے قریب جا کر بولا۔

''میں بالکل تیار ہوں مہاراج۔''

''میں جانتا ہوں۔'' ارجن مہاراج نے مجھے معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا پھر مجھے ساتھ لے کر ایک سمت کو چل دیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک ہم پیدل چلتے رہے۔ مندر سے خاصا دور آجانے کے بعد ارجن مہاراج نے اپنے ایک چیلے کے علاوہ باقی تمام کو لوٹ جانے کا حکم دیا۔ میں نے ان باتوں کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ میری تو بس یہی خواہش تھی کہ جلد از جلد اپنا عمل شروع کر دوں اور اسے مکمل کر کے نرملا کو ہمیشہ کے لیے اپنا لوں۔

چیلوں کو واپس کرنے کے بعد ارجن مہاراج دوبارہ آگے بڑھنے لگے اس وقت چاروں طرف گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ وہ پجاری جسے روک لیا گیا تھا لالٹین ہاتھ میں اٹھائے ہمارے آگے آگے چل رہا تھا۔ ہوا کی سائیں سائیں کی آواز اور مندر سے ابھرنے والی گھنٹیوں کی آواز نے ماحول کو عجیب پر اسرار بنا دیا تھا۔ کبھی کبھی دور کسی بھیڑیے کی مکروہ آواز ہوا کے دوش پر دور تک لہراتی چلی جاتی تھی۔

بہت دیر تک ہم یوں ہی آگے بڑھتے رہے پھر ایک جگہ پہنچ کر ارجن

مہاراج رک گیا اور مجھے مخاطب کر کے بولا۔

''ہم اب کھنڈرات میں داخل ہونے والے ہیں۔ کیا تمہیں ڈر تو نہیں لگ رہا۔''

''ڈرنا مردوں کی شان کے خلاف ہے۔'' میں نے تیزی سے جواب دیا۔

''ان کھنڈرات سے قریب ہی شمشان ہے جہاں مردے جلائے جاتے ہیں۔ ان کی آتمائیں ویران کھنڈرات میں بھٹکتی رہتی ہیں۔ پرنتو مجھے وشواس ہے کہ تم ان سے ڈرو گے نہیں۔''

میں سمجھ رہا تھا کہ ارجن مہاراج مجھے یہ باتیں کیوں بتا رہا تھا۔ غالباً وہ مجھے ان کھنڈرات کے پراسرار سے واقف کرا کے خوف زدہ کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے زندگی میں کبھی دہشت اور خوف کو اپنے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیا تھا چنانچہ کچھ دیر تک تو میں خاموشی سے اس کی باتوں کو

سنتا رہا پھر سپاٹ لہجے میں کہا "ارجن مہاراج اگر ان کھنڈرات میں واقعی بھٹکی ہوئی روحیں گھومتیں پھرتی ہیں تو یہ بات میرے لیے خوشی کا باعث ہوگی۔ جاپ کرتے وقت مجھے تنہائی کا احساس نہیں ہوگا۔"

میرا جواب سن کر ارجن مہاراج نے خاموشی اختیار کر لی اور دوبارہ آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ اب ہم واقعی کھنڈرات کے علاقے میں داخل ہو چکے تھے۔ جہاں کی فضا سخت تعفن آمیز تھی۔ تاریکی کی وجہ سے میں اس تعفن کی وجہ تو نہ جان سکا لیکن اتنا ضرور سمجھ گیا تھا کہ پورے اجودھیا کی غلاظت ان ہی کھنڈرات میں پھینکی جاتی ہے۔ بدبو کے مارے میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا لیکن میں دل پر جبر کیے آگے بڑھتا رہا۔ معاً مجھے موہن لال کی کہی ہوئی ایک بات یاد آ گئی۔

"ارجن مہاراج۔" میں نے بڑے پجاری کو مخاطب کیا "اجودھیا کی روانگی کے وقت موہن لال نے کہا تھا کہ مجھے بڑے مندر میں بیٹھ کر

گنیش دیوتا اور پاربتی دیوی کے لیے جاپ کرنا ہوگا۔"

"مجھے معلوم ہے لیکن اب موہن لال جی مہاراج کی اچھا ہے کہ تم کھنڈرات میں بیٹھ کر جاپ کرو۔" ارجن مہاراج نے بڑی سرد مہری سے جواب دیا "یہاں تمہیں گوبر گنیش کی پوجا بھی کرنی ہوگی۔"

ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ خیال بڑی سرعت سے ابھرا کہ کہیں ارجن میرے ساتھ کوئی فریب تو نہیں کر رہا ہے لیکن پھر میں نے یہ بات اپنے دل سے نکال دی۔ حالات کے پیش نظر میں نے یہی مناسب سمجھا کہ خود ذہنی خلفشار سے آزاد رکھا جائے اور جیسا موقع پیش آئے اسی مناسبت سے عمل کیا جائے۔ یوں بھی جب میں اوکھلی میں سر دے چکا تھا تو پھر موصلی سے ڈرنا بے سود تھا۔

کچھ دور چلنے کے بعد ارجن مہاراج ایک جگہ رک گیا اور مجھ سے مخاطب ہوا۔

''یہی وہ استھان ہے جہاں بیٹھ کر تم کو جاپ کرنا ہوگا۔''میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ارجن مہاراج بہت دیر تک مجھے جاپ کرنے کے طریقے بتاتا رہا اور ان خطرات سے آگاہ کرتا رہا جو جاپ کے دوران مجھے پیش آسکتے تھے۔ میں چپ چاپ کھڑا پوری توجہ سے ایک ایک بات کو ذہن نشین کرتا رہا پھر مجھے وہ منتر بتایا گیا جس کا جاپ مجھے چالیس لاکھ بار کرنا تھا۔ مجھے اس طویل اور اجنبی زبان کے منتر کو یاد کرنے میں بڑی دشواری پیش آئی لیکن میں نے اسے یاد کر ہی لیا تو ارجن مہاراج نے کہا۔

''اس منتر کے جاپ میں عام طور پر چھ ماہ پورے ہو جاتے ہیں پرنتو تم اگر پوری لگن سے کام لو تو کم سے میں بھی اپنی پرکشا میں سپھل ہو سکتے ہو۔''

''مجھے یقین ہے کہ میں بہت کم عرصے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔''

میں نے پورے اعتماد سے جواب دیا۔

''جب تک تم پھل نہ ہو جاؤ، تمہیں برت رکھنا ہوگا۔'' ارجن مہاراج نے کہا ''برت کے درمیان تم کسی قسم کے ان (اناج) کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ تمہیں صرف پھل اور گئو ماتا کے دودھ سے گزارہ کرنا ہوگا۔''

''مجھے معلوم نہیں۔''

''ایک بار پھر کان کھول کر سن لو کہ جاپ پورا کرنے سے پہلے اگر تم نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو تمہاری ساری تپسیا نشٹ ہو جائے گی اور دیوتا تمہیں شراپ (سزا) دیں گے۔'' ارجن مہاراج بڑے روکھے لہجے میں بولا ''بیروں اور گندی آتماؤں سے بھی تم اسی صورت میں بچ سکتے ہو کہ منڈپ سے باہر نہ نکلو اور ان پر کوئی دھیان نہ دو۔''

''جاپ پورا ہو جانے کے بعد مجھے کیا کرنا ہوگا۔'' میں نے ارجن کی باتوں کو ذہن نشین کرنے کے بعد پوچھا۔

''تم مہان شکتی کے مالک بن جاؤ گے۔ تمہیں گنیش دیوتا اور پاربتی دیوی کے حکم پر چلنا ہو گا اور ہاں۔۔ جاپ پورا کر لینے کے بعد تمہیں نرملا پجارن کے شریر پر پورا پورا ادھیکار ہو جائے گا۔''

''موہن لال نے مجھے وچن دیا تھا کہ وہ مجھے اپنی چوتھائی شکتی دان کر دے گا'' میں نے نرملا کے تذکرے کو ٹالتے ہوئے کہا۔

''اگر مہاراج نے تمہیں وچن دیا تھا تو وہ اسے ضرور پورا کریں گے۔'' ارجن مہاراج بڑی سنجیدگی سے بولا ''مہان پجاری کبھی اپنے دیے ہوئے وچن سے پیچھے نہیں ہٹا کرتے۔''

میں کافی دیر تک ارجن مہاراج سے گفتگو کرتا رہا پھر جب وہ اپنے چیلے کے ساتھ مجھے کھنڈر میں تنہا چھوڑ کر چلا گیا تو میں نے جلدی سے اس کے بتائے ہوئے منتر کو چالیس بار پڑھا اور ناہموار زمین پر ایک بڑا دائرہ بنا کر اس کے بیچوں بیچ بیٹھ کر جاپ کرنے لگا۔

جاپ ایک طویل اور تھکا دینے والا مرحلہ تھا۔ جو اذیت میں برداشت کی اس کا اظہار ناممکن ہے۔ ویران کھنڈروں میں متعفن جگہ بیٹھ کر شب و روز منتر پڑھتا رہا۔ میں اب یہ سب کچھ سوچتا ہوں تو مجھ پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ یہ تو چھ ماہ کی بات تھی۔ میرا خیال ہے عام آدمی کو اس پراسرار جگہ بیٹھ کر چند لمحے گزارنا بھی مشکل ہو جاتے۔

مجھے اس بات کا اقرار کرنے میں مطلق کوئی عار نہیں شروع شروع میں میرا دل اچاٹ ہو جاتا تھا اور سنجیدگی سے فرار کے متعلق غور کرنے لگتا تھا لیکن پندرہ بیس دن گزر جانے کے بعد میرے اندر جو نمایاں تبدیلی آئی وہ عجیب و غریب تھی۔ میں مکمل طور پر خود کو ہندو دھرم کا پیرو سمجھنے لگا اور پورے جوش و خروش کے ساتھ جاپ میں مگن ہو گیا۔ میری لگن کا اندازہ اس بات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مجھے وقت کا ہوش بھی نہ رہا۔ سچ پوچھئے تو میں نیم بے ہوشی کی حالت میں تھا۔ میں ہمہ وقت

جاپ میں مصروف رہتا۔کئی کئی روز تک کچھ کھائے پیئے بغیر گزر دیتا۔
ارجن مہاراج کے کہنے کے مطابق میں نے منڈپ سے باہر جانے کی کوشش نہیں کی۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ پھل اور دودھ کون لایا کرتا تھا لیکن جب بھی میں اس کی ضرورت محسوس کرتا' چیزیں میرے سامنے ہوتیں۔

رفتہ رفتہ میری حالت اس مجذوب جیسی ہوگئی جسے دنیا کا کوئی ہوش نہیں رہتا۔ نہ ہی دن رات کی تمیز باقی رہتی ہے۔ میں پوری طرح اپنے عمل میں ڈوب کر رہ گیا۔ مجھے یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ جاپ کرتے مجھے کتنے مہینے بیت چکے ہیں یا میں چالیس لاکھ بار میں سے کتنی بار اس منتر کو پڑھ چکا ہوں۔ مجھے اس کی ضرورت بھی نہ تھی اس لیے کہ ارجن مہاراج نے مجھے یہی بتایا تھا کہ جاپ پورا ہوتے ہی مجھے خود بخود کسی نہ کسی طرح اس کا اندازہ ہو جائے گا چنانچہ میں بالکل دیوانوں کی

طرح اپنے عمل میں مصرف رہا۔ بھوک و پیاس کا احساس تقریباً فنا ہو کر رہ گیا تھا۔

مجھے ٹھیک طور پر یاد نہیں کہ میرے کامیابی میں کتنے دن رہ گئے لیکن اتنا ضرور یاد تھا کہ رات کی تاریکی میں اب مجھے گندی بلاؤں نے قسم قسم کے روپ دھار کر ڈرانا شروع کر دیا تھا۔ کبھی مجھے یوں لگتا میں ہوا میں بلند ہوتا چلا جا رہا ہوں اور پھر کافی بلندی سے زمین کی طرف پھینک دیا گیا۔ کبھی ایسا لگتا جیسے میری نظروں کے سامنے الاؤ روشن ہے جس پر ایک بڑے کڑھاؤ میں تیل ابل رہا ہے اور ڈراؤنی صورت والی بلائیں اس ارادے سے میری طرف لپک رہی ہیں کہ مجھے اٹھا کر اس کڑھاؤ میں ڈال دیں۔ کبھی کبھی خونخوار درندوں کی طرح آوازیں میرے کانوں میں ٹکرانے لگتیں لیکن مجھے کبھی ان چیزوں سے کوئی خوف نہیں محسوس ہوا۔ بس ایک لمحے کے لیے یہ ڈراؤنے منظر میرے

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۳)

میری نظروں کے سامنے ابھرتے پھر جیسے ہی بلند آواز میں منتر پڑھنا شروع کرتا' سب کچھ غائب ہو جاتا۔ ایک دو بار ایسا بھی ہوا جب میں نے محسوس کیا کہ جیسے نرملا پریوں کے لباس میں کھڑی مجھے اشاروں سے اپنی طرف بلا رہی ہے لیکن میں نے اس پر بھی کوئی دھیان نہ دیا اور اپنے جاپ میں غرق رہا۔ ایک ہی منتر کو شب و روز دہراتے دہراتے میں کچھ اس درجہ اس کا عادی ہو گیا تھا کہ اب نہ تو مجھے حلق خشک ہونے کا خیال ستاتا نہ ہی کسی تھکن اور اکتاہٹ کا احساس ہوتا بلکہ منتر کے الفاظ خود بخود جاری رہتے۔ اب میں جذبات و احساسات سے مبرا ایک شخص تھا جسے نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں ہے' کیا کر رہا ہے۔ میں ایک ایسی خودکار مشین بن گیا جو صرف اور صرف منتر پڑھنا جانتی تھی۔

مجھے آج بھی وہ بھیانک رات بخوبی یاد ہے جب میں اپنے عمل میں

غرق تھا اور گندی بلاؤں اور خوف ناک جانوروں نے چاروں طرف سے مجھ پر یلغار کر رکھی تھی۔ کبھی کبھی میرا دل چاہتا کہ میں اٹھوں اور ان بلاؤں کو تہس نہس کر ڈالوں لیکن پھر سب بھول کر منتر پڑھنے لگ جاتا۔ اس رات یہ سلسلہ بڑی دیر تک جاری رہا پھر اچانک گندی بلائیں اور خوف ناک جانوروں کے ڈراؤنے چہرے میرے سامنے سے غائب ہو گئے۔ نہ جانے کیوں آپ ہی آپ مجھ پر غنودگی سی طاری ہونے لگی۔ میں نے ایک دوبار اپنے سر کو زور زور سے جھٹکا دیا تاکہ ذہن میں طاری ہونے والی بوجھل غنودگی کو دور کر سکوں لیکن اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا اور پھر اچانک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے میری ننگی پشت پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی میرے کانوں میں ایک نسوانی آواز ابھری۔

''کرشن کمار۔۔ہم نے تمہاری تپسیا کو سویکار کیا۔''

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ آواز نرملا کی نہیں تھی پھر وہ کون تھی اور منڈپ کے اندر کس طرح داخل ہوگئی تھی لیکن ذہن پر چھانے والی غنودگی یکلخت کئی گنا بڑھ گئی۔ میں سر گھماتے وقت چکرا کر گرا تھا اور پھر مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔

جب میں ہوش میں آیا تو چاروں طرف صبح کا نور پھیلا ہوا تھا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا پھر اپنے جسم پر نظر ڈالی تو بھونچکا رہ گیا۔ میرے سر کے بال اور داڑھی بے تحاشا بڑھی ہوئی تھی۔ جسم پر میل کی موٹی موٹی تہہ جمی ہوئی تھی جس کی وجہ سے بدن کی رنگت سیاہ پڑھ گئی تھی۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے ناخن بھی بے حد بڑھے ہوئے تھے۔ بدن پر جو کپڑے موجود تھے۔ وہ پسنے اور میل کی وجہ سے بری طرح چکٹ گئے تھے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میں اپنے جسم میں ایک عجیب وغریب قسم کی توانائی محسوس کرر ہا تھا۔ یوں جیسے میری شریانوں

میں خون نہیں بلکہ پگھلا ہوا سیسہ گردش کر رہا ہو۔ معاً مجھے گزشتہ رات والی بات یاد آئی تو مجھے یقین ہو گیا میرا جاپ مکمل ہو چکا ہے۔ اس خیال سے کہ میں بے پناہ شکتی کا مالک بن گیا ہوں میں عالم سرمستی میں جھومتا ہوا اٹھا اور منڈپ سے باہر نکل آیا۔ میری کیفیت اس وقت کسی ایسے وحشی سے مختلف نہ تھی جو سالہا سال تک آبادی سے نکل آیا ہو۔ مجھے اس بات کا مطلق علم نہیں تھا کہ میں نے اس کھنڈر میں کتنا عرصہ گزارا ہے، نہ ہی مجھے کسی قسم کی تھکن کا کوئی احساس تھا۔

کھنڈرات سے نکل کر مجھے سب سے پہلے جس شخصیت کا خیال آیا، وہ نرملا تھی۔ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ نرملا کو اب مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ میں اسے پا لینے کے خیال سے لمبے لمبے قدم اٹھانے لگا۔ اچانک مجھے خیال گزرا کہ کیوں نہ اپنی پراسرار قوت کو آزما لیا جائے۔ اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی میں رک گیا اور قرب و جوار کا

جائزہ لینے لگا۔ معا میری نظر برگد کے ایک تناور درخت پر جم کر رہ گئی۔ جو دس بارہ سال پرانا نظر آرہا تھا۔ کچھ دیر تک میں پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھتا رہا پھر یکلخت میں بڑے جلال کی حالت میں اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور غصے کی کیفیت میں اس درخت کی سمت جھٹک دیا۔ میرا ہاتھ کو جھٹکنا تھا کہ برگد کا تناور درخت سوکھے تنے کی طرح جڑ سے اکھڑ کر زمین پر آرہا۔ یہ اس خیال کا کھلا ثبوت تھا کہ میں پراسرار و حیرت انگیز قوتوں کا مالک بن چکا ہوں اور اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی اوپر غرور کا نشہ طاری ہو گیا کہ اب میں بھی موہن لال کی طرح مہان شکتی کا مالک ہوں۔

اپنی قوت کے اس پہلے کرشمے کو دیکھنے کے بعد میں دوبارہ پرانے مندر کی طرف سرشاری کی کیفیت میں قدم بڑھانے لگا۔ میں سوچ رہا تھا کہ جب نرملا کو میری کامیابی کا علم ہوگا تو وہ عالم وارفتگی میں خود کو

میرے حوالے کردے گی اور خوشی سے دیوانی ہو جائے گی اور پھر میں اسے ہمیشہ کے لیے اپنی آغوش کی زینت بنالوں گا۔

ابھی میں ان خیالات میں ڈوبا آبادی کے اندر داخل ہی ہوا تھا کہ میری نظر ایک پجاری پر پڑی جو جوگیا رنگ کے لباس میں ملبوس تھا اور میری ہی سمت چلا آرہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں پیتل کی ایک لٹیا تھام رکھی تھی اور دوسرے ہاتھ میں پیتل کی ایک تھالی تھی جس میں پھل موجود تھے۔ مجھے یاد آگیا کہ جاپ کے دوران مجھے اس قسم کے برتنوں میں پیٹ بھرنے کی چیزیں مہیا کی جاتی تھیں۔ اس خیال پر مجھے ہنسی آگئی کہ وہ پجاری آج بھی میرے لیے پھل اور دودھ لے کر کھنڈرات کی طرف جارہا تھا۔

میں اپنی جگہ رک کر اسے دیکھتا رہا پھر جب وہ قریب آیا تو میں نے اسے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا۔ یہ وہی پجاری تھا جس نے سب سے

پہلے اجودھیا پہنچنے پر میرا اور نرملا کا سوگت کیا تھا۔ میں اسے مسکراتی نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ دیکھیں وہ نزدیک آنے پر مجھے پہچانتا ہے یا نہیں۔

پجاری اپنے خیالوں میں ڈوبا کھڑاؤں کی کھٹ پر کرتا چلا آ رہا تھا۔ میرے قریب سے گزرتے وقت جب اس نے میرے چہرے پر نظر ڈالی تو یوں ٹھٹک کر رہ گیا جیسے اس کی روح فنا ہو گئی ہو۔ اس کی پھٹی پھٹی آنکھوں سے حیرت اور خوف ملے جلے تاثرات عیاں تھے۔ کچھ دیر تک وہ بت بنا کھڑا مجھے گھورتا رہا پھر تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کے ہاتھوں میں دبے ہوئے برتن چھوٹ گئے۔ دودھ اور پھل زمین پر بکھر گئے پھر دوسرے ہی لمحے وہ مہاراج کہہ کر لپکا اور میرے اور میرے قدموں میں آ گرا۔ یہ دوسری کامیابی تھی جس نے میرے ذہن پر چھائے ہوئے نشے کو دوچند کر دیا چنانچہ میں نے بڑے غرور سے اسے

مخاطب کیا۔

''اٹھو پجاری۔۔۔ڈرونہیں۔۔۔میں وہی کرشن کمار ہوں جس کے لیے تم دودھ اور پھل لے کر جارہے تھے۔''

''مہاراج کی جے ہو۔'' وہ اٹھا اور ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑا ہو گیا لیکن اس کے جسم پر ابھی تک لرزہ طاری تھا۔''

''ارجن مہاراج کا کیا حال ہے۔'' میں نے ٹھوس آواز میں سوال کیا پھر یکلخت برا سا منہ بنا کر بولا'' وہ ہمارے سواگت کے لیے نہیں آیا۔''

''مہاراج۔۔وہ۔۔ارجن مہاراج۔۔ابھی آپ کی پرکشا کا سمے پورا جو نہیں ہوا تھا۔'' پجاری نے ہکلاتے ہوئے بمشکل اپنا جملہ پورا کیا تو مجھے اور غصہ آ گیا۔ میں نے بڑی نفرت سے کہا۔

''کیا ارجن کے پاس اتنی شکتی بھی نہیں کہ وہ میرے بارے میں کچھ

جان سکتا۔''

''مم۔۔میں۔۔'' پجاری بری طرح ہکلانے لگا۔ میرے لب و لہجے کی سختی نے غالباً اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا کر دیے تھے۔

''جاؤ۔۔'' میں ہاتھ اٹھا کر سخت آواز میں بولا ''ارجن سے کہو کہ کرشن کمار مہاراج اسے بلاتے ہیں۔''

پجاری نے ہاتھ جوڑے اور تیزی سے پلٹ کر بھاگتا ہوا پرانے مندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں اسی جگہ کھڑا رہا اور سوچتا رہا کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔ ارجن میرے سوگت کو آتا ہے یا نہیں؟

دس منٹ بعد پجاری دوبارہ دوڑتا ہوا واپس آیا اور میرے سامنے کھڑا ہو کر کانپنے لگا۔ میں نے اسے تنہا دیکھا تو لال پیلا ہو کر پوچھا۔

''کیوں۔۔۔کیا ارجن میرے سواگت کو نہیں آنا چاہتا۔''

''شش۔۔۔شما کر دیجیے مہاراج۔'' پجاری گڑگڑانے لگا

''مم۔۔میرا اس میں کوئی دوش نہیں ہے۔''

''ارجن کیوں نہیں آیا۔''میں نے دوبارہ گرج کر پوچھا۔

''وہ۔۔نر۔۔نرملا پجارن۔۔میں کٹی میں۔۔نن۔۔نہیں جا سکتا۔''
پجاری نے خوف سے کپکپاتے ہوئے ٹوٹے پھوٹے لہجے میں جواب دیا۔اس کے چہرے کی رنگت ہلدی کی طرح زرد پڑ چکی تھی۔

میں نے اس کے جملے کا مفہوم سمجھا تو جیسے میرے اندر کا آتش فشاں ابل پڑنے کو بے چین ہو گیا۔میں نے پجاری کو نفرت سے گھورتے ہوئے غضب ناک لہجے میں پوچھا۔

''کیا نرملا پجارن ارجن کی کٹی میں موجود ہے۔''

''ہاں۔۔ہا۔۔آں۔۔مم۔۔مہاراج۔''پجاری سہم کر میرے قدموں میں گر پڑا تو میں نے حقارت سے اسے ایک زوردار ٹھوکر ماری اور کڑک کر بولا۔

''کتا۔۔اگر تیرا کہا جھوٹ نکلا تو میں تجھے ایسا کشٹ دوں گا کہ تو سارا جیون یاد رکھے گا۔''

''مہاراج۔۔مم۔۔میں بروس ہوں۔'' پجاری دوبارہ میرے قدموں میں گر کر لوٹنے لگا۔

''کم ذات۔۔سچ سچ بتا کہ کیا چکر ہے۔'' میں اسے دوسری ٹھوکر مار کر غصیلی آواز میں پوچھا۔

''مہاراج۔۔وہ نرملا پجارن اور۔۔ارجن مہاراج۔۔دونوں ایک ساتھ۔۔''

''بکواس مت کرو۔۔'' میں آگ بگولا ہو کر بولا ''اگر یہ سچ ہے تو میں پاربتی کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ ارجن کو خارش زدہ کتوں کی موت ماروں گا۔۔اجودھیا کے ایک ایک پجاری کو جہنم رسید کر دوں گا۔''

غصے کے مارے میری حالت اس آدم خود شیر جیسی ہو گئی جس پر کسی

اناڑی شکاری نے اوچھاوار کیا ہو۔ چنانچہ میں نے غیظ و غضب کی حالت میں سب سے پہلے پجاری کو انگلی کے ایک اشارے سے موت کے گھاٹ اتارا پھر اس کی لاش کو ٹھوکر مار کر بڑے مندر کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے اپنے دل میں مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ ارجن نے نرملا کے سلسلے میں میرے اعتماد کو دھوکا دیا ہے تو میں اپنی شکتی سے اسے بھی جلا کر بھسم کر ڈالوں گا۔

اسی غضب ناک حالت میں میں غصے سے اپنا ہونٹ کاٹتا بڑے مندر تک پہنچ گیا اور ارجن کی کٹی کا پردہ اٹھا کر دندناتا ہوا اندر داخل ہو گیا لیکن کٹی کے اندر پہلا قدم رکھتے ہی میں ٹھٹک کر رہ گیا۔ میری آنکھوں میں انتقام کے شعلے یکلخت بھڑک اٹھے جو کچھ میں نے دیکھا اس نے میرے پورے بدن میں آگ لگا دی تھی۔

میں نے جو کچھ دیکھا اس کی توقع میں زندگی بھر نہیں کر سکتا تھا۔ وہ

سب بہت ہی حیران کن' بڑا ہی چونکا دینے والا منظر تھا۔ میں غضب ناک حالت میں ارجن کی کٹی کے دروازے پر کھڑا اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ جس نے میری شریانوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش تیز کر دی تھی۔

نرملا پجارن جس نے وندھیا چل سے اجودھیا تک مجھے اپنی وفاداری کا یقین دلایا تھا اس وقت مجھے ایک ویشا کے روپ میں نظر آ رہی تھی۔ ارجن کھشش بنا اس کو نوچ کھسوٹ رہا تھا۔ وہ نرملا جسے میں نے سیتا وساتری سمجھ کر پیار کیا تھا' انتہائی بے شرمی کی حالت میں ارجن کے پاس موجود تھی۔

''نرملا۔۔'' یہ منظر دیکھ کر میں اپنے جسم کی تمام تر قوت سے دہاڑا۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے اندر اتنی طاقت کہاں سے آ گئی تھی۔ میری آواز کوئی عام شخص سنتا تو سماعت کھو بیٹھتا۔

کٹی میں میری ہولناک آواز گونجی تو نرملا اور ارجن دونوں لرز اٹھے۔
ارجن نے ایک لمحے کے لیے مجھے گھور کر دیکھا پھر جوش میں کانپتا ہوا تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اچانک اس کے تیور آدم خور شیر کی طرح خطر ناک ہو گئے' بھوک کی حالت میں جس کے ہاتھوں سے اس کا شکار جھپٹ لیا گیا ہو۔ نرملا پجارن جلدی سے اپنا لباس سنبھالتی ہوئی اٹھ کر کٹی کے عقبی دروازے پر چلی گئی تھی۔

''کمینی۔۔۔ ویشا۔۔۔'' میں نے ارجن کو نظر انداز کر کے نرملا کو قہر آلود نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا ''میں نے تجھے دیوی سمجھا تھا لیکن تو کتیا سے بھی بدتر ثابت ہوئی۔۔۔ میں تجھے اس فریب اور دغابازی کی ایسی کڑی سزا دوں گا کہ تو سارا جیون انگاروں پر لوٹے گی اور تجھے کسی کروٹ چین نہ ملے گا۔''

''کرشن۔۔۔ مم۔۔۔ میں۔۔۔ نر۔۔۔ دوش۔۔۔''

"بکواس بند کر کلنکنی ۔ ۔" میں نرملا کی بات کو درمیان سے اچاک کر زور سے گرجا۔ "میں جانتا ہوں کہ اب تو کیا کہے گی۔ تو اپنے نردوس ہونے کا بے سرا راگ الاپے گی۔ پر اب تجھے میرے ہاتھوں سے اس دھرتی کی کوئی شکتی نہیں بچا سکتی۔"

ارجن اب تک خاموش کھڑا خونیں نظروں سے مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ میری خلاف توقع آمد وہ خاصا بوکھلایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ شاید اس لیے کہ اسے یقین نہیں تھا میں اتنی جلدی اپنی پرکشا میں سپھل ہو جاؤں گا۔

میں ارجن کو نظر انداز کیے نرملا کو لعن طعن کر رہا تھا۔ نرملا کی کیفیت اس وقت کسی ایسے پنچھی جیسی تھی جو ایک ہی وقت میں دو خطرناک شکاریوں کے درمیان پھنس کر رہ گیا ہو۔ اس کے معصوم چہرے پر پھیلی ہوئی زردی بتا رہی تھی کہ وہ بے حد خوف زدہ ہے۔ اس کی کنول

جیسی آنکھوں میں رحم کی التجا کسی بجھتے ہوئے چراغ کی لو کی طرح ٹمٹماتی نظر آرہی تھی۔

کچھ دیر تک ارجن میرے اور نرملا کے درمیان ایک خاموش تماشائی کی طرح کھڑا گھن گرج سنتا رہا پھر اچانک اس کے تیور بدل گئے وہ اعتماد سے اور گمبھیر لہجے میں بولا۔

''کرشن کمار۔۔ہوش میں آؤ۔میرے ہوتے ہوئے تمہیں نرملا کو دوش دینے کا کوئی ادھیکار نہیں ہے۔''

''ارجن۔۔''میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے ارجن کے مکروہ چہرے پر نظر ڈالی''پہلے میرا خیال تھا کہ تم حقیقتاً کوئی دھرماتما ہو گے پرنتو تم بھی راکھشش ثابت ہوئے۔تم نے میرے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔ جس کی سزا تمہیں ضرور ملے گی لیکن پہلے میں نرملا سے نمٹوں گا۔''

''تم۔۔نرملا کو کشٹ دو گے۔''ارجن نے مسکراتے ہوئے کہا''تم

بہک رہے ہو۔ اتنی شکتی آ گئی ہے تمہارے شریر میں کہ میری سویکار کی ہوئی پجارن کو کوئی کشٹ دے سکو۔ اپنے آپ کو سنبھال لو کرشن کمار۔''

''یہ تو سمے تجھے بتائے گا ارجن کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ تم میری شکتی کا غلط اندازہ لگا رہے ہو۔'' میں نے غصے سے جواب دیا ''میں کہتا ہوں تمہاری خیریت اسی میں ہے تم اپنی گندی زبان کو بند رکھو۔''

''مورکھ۔۔'' ارجن نے بگڑتے ہوئے تیور سے کہا ''تو نے ابھی صرف ایک جاپ پورا کیا ہے اور اپنی شکتی پر اتنا گھمنڈ کر رہا ہے۔ تجھے نہیں معلوم میں دیوی دیوتاؤں کے لیے ایسے نہ جانے کتنے جاپ پورے کر چکا ہوں۔ میرے سامنے ایسے شبد نکالتے ہوئے تجھے سوچنا سمجھنا چاہیے۔ میرے ہوتے ہوئے تو نرملا کی اور (سمت) آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ تو ابھی بالک ہے۔ جا یہاں سے چلا جا۔

مہاتماؤں بیچ نہ پڑ۔۔۔دور ہو جا میری نظروں سے۔''

''ہوں۔۔''میں نے ارجن کو غصیلی نظروں سے دیکھا۔''تو تم میری شکتی کا تماشا دیکھنا چاہتے ہو۔''

''شکتی۔''ارجن میری بات پر ہنس کر بولا''میں نے کہا نا کرشن تو ابھی بالک ہے۔شکتی کسے کہتے ہیں اسے جاننے کے لیے تجھے بہت پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔میں تجھے شما کر سکتا ہوں۔''

میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔میری خواہش تھی کہ ارجن کی موجودگی میں پہلے نرملا کو سزا دوں اس کے بعد ارجن سے دو دو ہاتھ کروں لیکن ارجن میرے راستے میں سینہ تانے کھڑا مجھے تاؤ دلا رہا تھا۔

''ارجن'میں تجھے آخری بار حکم دیتا ہوں کہ میری راہ میں آنے سے باز آجا۔ورنہ تجھے پچھتانا ہوگا۔''میں نے بے حد سرد لہجے میں اسے

مخاطب کیا لیکن ارجن جو مجھے اب تک صرف ایک سیوک سمجھے ہوا تھا بڑے پروقار انداز میں ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''کرشن کمار' شانتی سے کام لے۔۔ میں تیرا گرو ہوں اور تجھے پھر یہی مشورہ دیتا ہوں کہ استری کی خاطر دیوی اور دیوتاؤں کی دان کی ہوئی شکتی کا ٹکراؤ اچھا نہیں۔ پرنتو اگر تو نہیں مانتا تو مجبوراً مجھے یہ بتانا ہوگا کہ ایک گرو میں کیا کیا شکتیاں ہوتی ہیں۔ میں نے ورشوں بھاڑ نہیں جھونکی۔''

''حرام زادے' میں تجھ جیسے ناپاک آدمی کو اپنا گرو سمجھوں' یہ کبھی ممکن نہیں ہوسکتا۔۔ اگر تیرے اندر اتنی شکتی ہے کہ تو مجھے نیچا دکھا سکے تو اپنی شکتی کو آزما کر دیکھ لے۔''

ارجن کا چہرہ غصے کے مارے لال بھبوکا ہوگیا۔ اس کی بڑی بڑی خوف ناک آنکھوں سے شعلے ابلنے لگے۔ چند لمحوں تک وہ مجھے لال

پیلی نظروں سے گھورتا رہا پھر اس کے ہونٹ تیز تیز ہلنے لگے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کوئی جاپ پڑھ رہا ہے۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ خیال ابھرا کہ پہلے ارجن کو جی بھر کر اس کی من مانی کر لینے دوں پھر پلٹ کر اس پر جوابی حملہ کروں لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے اس خیال کو ذہن سے نکال دیا۔

دشمن کو سنبھلنے کا موقع دینا دانش مندی کے خلاف تھا چنانچہ میں نے لپک کر ارجن کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اس زور سے جھٹکا دیا کہ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ سر کے بل فرش پر گرا اور قلابازی کھاتا ہوا دوسری طرف جا پڑا۔ میرا حملہ اس قدر اچانک اور تیز تھا کہ ارجن کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ مل سکا لیکن بہر حال وہ شیطانی قوتوں کا مالک تھا۔ زمین پر گرتے ہی وہ برق رفتاری سے اچھل کر دوبارہ کھڑا ہو گیا پھر اس نے اپنا سیدھا پاؤں پوری قوت سے زمین پر دے مارا۔ ابھی میں

ارجن پر دوسری بار حملہ کرنے کے لیے خود کو تیار کر ہی رہا تھا کہ میری نظر ایک کوڑیالے سانپ پر پڑی جو اپنا پھن زمین سے دو فٹ بلند کئے لہراتا ہو میری طرف آ رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ سانپ ارجن کی کالی طاقت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔

کوڑیالا سانپ میرے قریب آیا تو میں اچھل کر اس کے حملے کو بچا گیا ہر چند میں پاربتی دیوی اور گنیش دیوتا کے لیے اپنا جاپ مکمل کر چکا تھا لیکن ہنوز کالے علم اور جنتر منتر ناواقف تھا چنانچہ فوری طور پر میں اس خطرناک بلا سے بچنے کی خاطر اچھل کود کرنے کے سوا کچھ نہ کر سکا۔

ارجن میری اس اچھل کود پر قہقہے لگانے لگا اور کرخت لہجے میں بولا۔

''کیوں کرشن کمار۔۔اگر اب بھی تم ایک نادان اور مورکھ سیوک کی طرح مجھ سے اپنی غلطی کی معافی مانگو تو میں تم کو شما کر سکتا ہوں۔''

قبل اس کے کہ میں ارجن کی بات کا جواب دیتا ایک نسوانی آواز نے

میرے کانوں میں آہستہ سے سرگوشی کی۔

''کرشن۔۔۔جب ہم نے تمہاری تپسیا اور تمہاری بھگتی کو سویکار کرلیا ہے تو پھر تم ہمارے ایک معمولی پجاری سے کیوں ڈر رہے ہو۔آگے بڑھ کر مردوں کی طرح مقابلہ کرو۔۔وشواس رکھو کہ ہم تمہارے قریب ہیں۔اب ارجن کے پیر تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔''

میں اس آواز کو سن کر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔اسی آواز کو میں پہلے اس وقت بھی سن چکا تھا' جب میں کھنڈروں میں بیٹھا ارجن کے بتائے ہوئے منتر کا جاپ کرر ہا تھا۔معا میرے ذہن میں پاربتی دیوی کا نام ابھر آیا پھر مجھے اس بات کا احساس بھی ہوا کہ میں ایک سانپ کے مقابلے میں اب تک بزدلی کا ثبوت دیتا ہوں چنانچہ میں اپنی جگہ ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔

زہریلا سانپ پھن اٹھائے مجھ پر حملہ آور ہونے کے لیے تیزی سے

میرے قریب آرہا تھا۔ پلکیں جھپکائے بغیر میں اس موذی کو گھورتا رہا قریب آکر اس نے جیسے ہی میرے اوپر پھن مارا میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی گرفت میں جکڑ لیا اور غصے کی حالت میں اس کے منہ کو اپنے دانتوں سے بھنبھوڑ کر ایک طرف اچھال دیا پھر ارجن کو قہر آلود نظروں سے گھور کر گرج دار آواز میں بولا۔

''ارجن۔۔تم نے دیکھا۔اب میری باری ہے۔میں تمہیں سنبھلنے کی مہلت دیتا ہوں۔''

اتنا کہہ کر میں اپنا سیدھا ہاتھ بڑے جلالی انداز میں ارجن کی سمت بڑھایا اور درمیانی انگلی کو جھٹکنے لگا۔ مجھے محسوس ہوا جیسے میری انگلی سے ایک شعلہ سا لپکا ہو اور پھر جو کچھ ہوا وہ میری خواہشات کے عین مطابق تھا۔ شعلے نے ارجن کو چشم زدن میں جلا کر راکھ کر دیا۔ ہٹے کٹے پجاری کی جگہ اب فرش پر ایک جلا ہوا استخوانی ڈھانچہ پڑا ہوا تھا

اور یہ سب کچھ اتنی سرعت میں ہوا کہ مجھے اس کی حیرت ہو رہی تھی۔ ارجن کو موت کے گھاٹ اتار کر میں نرملا کی طرف متوجہ ہوا جو خوف اور دہشت کے مارے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس کی خوف زدہ رنگت ہلدی کی مانند زرد پڑ چکی تھی۔ لگ رہا تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے تیورا کر گر پڑے گی۔

''کیوں نرملا۔۔ ارجن تجھے بہت پیارا تھا۔''میں نے نرملا کو گھورتے ہوئے حقارت سے کہا تو وہ ہکلانے لگی۔

''کک۔۔کرشن۔۔مم۔۔مجھے۔۔شما کر دو۔''

''کرشن نہیں۔۔کرشن کمار مہاراج کہو مورکھ لڑکی۔''میں نرملا کو اس کی بات یاد دلاتے ہوئے بولا''تو نے ہی تو ایک بار مجھے بتایا تھا کہ مہان اور بلوان پجاریوں کو شبھ نام پکارا جاتا ہے مگر تو سب کچھ بھول چکی ہے۔''

''مہاراج۔''نرملا نے اپنی اکھڑی سانسوں پر کسی قدر قابو پاتے ہوئے کہا''اپنی داسی کو شما کر دو۔۔میں تم سے پرارتھنا کرتی ہوں۔''

''پرارتھنا۔۔اور وہ بھی رحم کی۔''میں نفرت سے بولا''یہ شبد تم نے اس وقت کیوں نہیں کہے جب ارجن تمارے کارن مجھے اپنی کٹی سے نکال رہا تھا۔''

نرملا نے کوئی جواب نہ دیا۔سہمی سہمی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔

داسی۔۔تجھے یاد ہے کہ ایک بار تو نے کیا کہا تھا''ارجن مہاراج اپنی کٹی میں کسی استری کا داخلہ پسند نہیں کرتے۔''میں نے نرملا کے سراپے کو نفرت سے دیکھتے ہوئے کہا''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تو آج اس پلید پجاری کی آغوش میں کیوں مچل رہی تھی؟''

''کرشن۔۔

''کرشن مہاراج کہہ کلنکنی۔تجھے نہیں معلوم میں نے اپنا جاپ پورا کر

لیا ہے۔''میں زور سے گرج کر بولا'' مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ تو میرے ساتھ دغا کرے گی۔ تو نے ایک مہان شکتی کے پوتر پیار کا اپمان کیا ہے۔ اب تو اپنے لیے خود ہی کوئی سزا تجویز کر لے۔''

''مم۔۔مہاراج۔۔۔ مجھے شما کر دوں۔''نرملا ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگی ''میں ابھاگن تم سے بھکشا مانگتی ہوں۔''

''ابھاگن نہیں پاپن کہو۔۔''میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

نرملا نے میرے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔ میں اپنے اندر اس سے شدید بہت شدید نفرت محسوس کر رہا تھا اور اب میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اسے ضرور سزا دوں گا۔ اگر میں چاہتا تو جس طرح ارجن کو ایک اشارے سے جلا کر راکھ کے ڈھیر میں بدل دیا تھا اسی طرح نرملا کا تیا پانچا بھی کر دیتا لیکن میں اس وقت بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ نرملا کو اس کے نفرت انگیز رویے کی

ایسی سزا دوں جسے وہ تمام عمر یاد رکھے۔ خاصی دیر تک میں کسی کربناک سزا کے متعلق سوچتا رہا پھر میں نے فیصلہ کیا کہ نرملا کے چہرے کے خوب صورت نقش کو مسخ کر دوں تاکہ وہ دوبارہ کسی کو عشق کے نام پر دھوکا نہ دے سکے حالانکہ میرا جی اس کا خون پینے اور گلا گھونٹ کر مار دینے کے لیے مضطرب تھا۔

نرملا بدستور رحم طلب نظروں سے مجھے گھورے جا رہی تھی۔ میرے چہرے کے تاثرات بدلے تو وہ سرتاپا لرز اٹھی اور چلا کر بولی۔

''نہیں مہاراج نہیں۔۔ یا تو تم مجھے شما کر دو۔۔ یا جان سے مار ڈالو۔ جو تم سوچ رہے ہو۔ دیوتاؤں کے لیے ایسا نہ کرو۔''

نرملا کو میرے من کا راز کیوں معلوم ہو گیا' میں یہ نہ جان سکا لیکن اس کی ہذیانی کیفیت سے میری نفرت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ میرا خون کھول اٹھا۔ انتہائی غصے کی کیفیت میں آگے بڑھ کر میں نے اس کے

لمبے لمبے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیا اور سخت آواز میں بولا۔

''پاپن۔۔ جب مہان پجاریوں کے شریر کی آگ بجھانا تو اپنا دھرم سمجھتی ہے تو پھر ان کی ہر مرضی پر سر جھکا دینا بھی تیرا فرض ہے۔ کیا تجھے اپنے ناپاک چہرے کی یہ سندرتا میری مرضی سے زیادہ پیاری ہے۔''

نرملا نے میری آنکھوں میں انتقام کے شعلے بھڑکتے دیکھے تو ہسٹریائی انداز میں چیخنے لگی۔ میں نے حقارت سے اسے ایک طرف دھکیل دیا پھر پاربتی دیوی کا نام لے کر اپنا ہاتھ نرملا کے چہرے کی طرف اٹھا دیا دوسرے ہی لمحے میری خواہش پوری ہوگئی۔ نرملا کے چہرے کی رنگت یکلخت سیاہ پڑ گئی۔ اس کے گالوں پر بڑے بڑے داغ دھبے ابھر آئے اس صورت اس قدر مکروہ ہوگئی کہ میں نے بھی اپنی نظریں پھیر لیں اور اسے زمین پر تڑپتا اور بلبلاتا چھوڑ کر کٹی سے باہر آگیا جہاں

پجاریوں اور سادھوؤں کا جم غفیر کھڑا تھا۔
میں نے مجمع پر ایک نظر ڈالی تو ہجوم مجھے راستہ دینے کے لیے کائی کی طرح چھٹ گیا۔ میں ننگ دھڑنگ اور ہٹے کٹے سادھوؤں اور پجاریوں کو حقارت سے گھورتا ہوا لمبے لمبے قدم اٹھاتا آگے بڑھنے لگا۔
میں پجاریوں اور مندروں کے علاقے کو چھوڑ کر پھر اسی شمشان گھاٹ کی طرف چل پڑا جہاں میں نے اپنا جاپ مکمل کیا تھا۔ وہ جگہ اب مجھے بڑی گھناؤنی لگی' وہاں ہر جگہ غلاظت کے ڈھیر تھے اور تعفن کے سبب ایک لمحے کو بیٹھا نہیں جاتا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ میں نے اس بھیانک استھان پر مہینوں بیٹھ کر کس طرح اپنا جاپ مکمل کیا تھا۔ اس وقت تو مجھے ایک ہی دھن سوار تھی کہ میں اپنی تپسیا میں کامیاب ہو جاؤں۔ میں گندگیوں' بلاؤں اور ویرانیوں کے اس علاقے میں نرملا

کی وجہ سے بیٹھا تھا۔ نرملا کا خیال آتے ہی میرا دل اداس ہو گیا۔ میں نے اس کی جفا کی سزا تو دے دی تھی لیکن مجھے اپنے دل پر ایک عجیب طرح کا بوجھ سا محسوس ہو رہا تھا۔ اب بھی نرملا میرے اعصاب پر سوار تھی۔ نرملا کے بعد اب میرا اس دنیا میں کون تھا۔ میں نے ایک بار یہ بھی سوچا کہ مجھے خودکشی کر لینا چاہیے۔ اس دنیا میں ہر جگہ دھوکا ہی دھوکا ہے۔ سب کچھ بیکار ہے۔ نرملا نے مجھ سے میرا اعتماد چھین لیا تھا اور اب میں خود کو بے آسرا' تنہا اور شکست خوردہ محسوس کر رہا تھا۔ مجھے اب نہ دیوی دیوتاؤں پر اعتماد تھا اور نہ غیر معمولی روحانی طاقتوں پر۔ میں نے یہ بھی سوچا تھا کہ مجھے اپنی بقیہ زندگی اسی ویران اور اجاڑ مقام پر جیسے تیسے بسر کر دینی چاہیے۔ میں اگر آبادی میں گیا تو وہاں انسان ہوں گے اور جہاں انسان ہوں گے' وہاں فریب ہوگا۔ انسانوں سے دور رہنا ہی ٹھیک ہے۔ میں کہاں سے کہاں تک آ گیا تھا۔ میں نے

نرملا کی خاطر کیا کیا نہ کیا لیکن اس نے آہ۔۔اس نے میرا خیال تک نہ کیا۔۔میرے لیے اب زندگی میں کیا دھرنا ہے۔میرا ذہن منتشر تھا میرے قدم بھاری تھے۔میری آنکھیں بوجھل تھیں اور میں پریشان خیالات لیے ان کھنڈروں سے گزر رہا تھا کہ مجھے ایک اہم بات یاد آ گئی۔ مجھے ابھی ایک کام اور کرنا ہے۔اپنے بھائیوں سے بدلہ کہ اس پراسرار سرگزشت کے محرک اول وہی لوگ تھے۔ہاں مجھے جلد سے جلد یہاں سے اپنے بھائیوں کی تلاش میں چل دینا چاہیے۔ بھائیوں سے انتقام لینے کے خیال ہی سے میں نے اپنے خون میں حرارت محسوس کی پھر مجھے سونا گھاٹ کے پجاری کا خیال آیا۔اس نے تو مجھ سے نرملا کو دان دینے کا عہد کیا تھا۔میری مٹھیاں بھنچ گئیں اور میں تیز تیز چلنے لگا۔

مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میں دوبارہ زندہ ہو رہا ہوں۔ساری دنیا

سے انتقام کے لیے میں ساری دنیا کے بدنیت لوگوں کے خاتمے کے لیے بے تحاشا منصوبے بناتا چلا جارہا تھا مجھے پاربتی کا خیال آگیا جسے اب تک میں نے ایک نظر بھی نہ دیکھا تھا لیکن جس کی آواز میں دوبارہ سن چکا تھا۔ یہ بات اب تک میرے ذہن میں کھٹک رہی تھی کہ آخر پاربتی نے میرے مقابلے میں ارجن کو کیوں مرجانے دیا جبکہ موہن لال کے بیان کے مطابق ارجن مہان شکتی کا مالک تھا اور دیوی دیوتاؤں کے جاپ کرنے کے لیے اس نے اپنا پورا جیون تیاگ دیا تھا۔

یہ پاربتی کیا چاہتی ہے؟ ابھی میں پاربتی کے بارے میں ان باتوں پر غور کرہی رہا تھا کہ خوشبو کا ایک تیز جھونکا مجھے اپنے گردوپیش میں محسوس ہوا۔ ویران کھنڈروں میں جہاں ہر طرف غلاظت اور گندگی تھی اور تعفن پھوٹ رہا تھا صندلی خوشبو کا گزر میرے لیے انتہائی تعجب خیز

تھا۔ کسی انجانے خیال کے تحت میں نے تیزی سے گھوم کر اپنے اطراف کا جائزہ مگر وہاں میرے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ ہر شے سے ویرانی ٹپک رہی تھی۔

نہ جانے کیوں میری چھٹی حس کسی آنے والے خطرے کا اعلان کر رہی تھی لیکن میں نے اس وہم کو ذہن سے جھٹک کر دوبارہ اپنی منزل کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ ابھی میں بمشکل دس پندرہ قدم ہی بڑھا ہوں گا کہ صندلی خوشبو کا وہی جھونکا پھر میری ناک سے ٹکرایا۔ اس بار خوشبو میں لوبان کی مہک بھی شامل تھی۔ میں ایک بار پھر ٹھٹک کر رک گیا۔ میں نے توجہ سے اس خوشبو کے بارے میں سوچنا چاہا لیکن میرے ذہن پر جیسے دھند چھا گئی تھی۔ میرا دماغ آہستہ آہستہ بوجھل ہوتا جا رہا تھا۔ اس خیال سے ممکن ہے کہ یہ کیفیت نرملا کی بے وفائی کے صدمے سے میرے اوپر طاری ہو۔ میں نے دو ایک بار پھر اپنے

سر کو جھٹکا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میں ایک بار پھر اسی کیفیت سے دوچار ہو رہا تھا جو مجھ پر پاربتی دیوی کے لیے جاپ کرنے کے دوران پیدا ہوئی تھی۔ میری آنکھیں بوجھل ہونی شروع ہو گئی تھیں۔ میں نے حتی الامکان کوشش کی کہ اس کیفیت سے چھٹکارا حاصل کروں لیکن میری ساری کوششیں رائیگاں ثابت ہوئیں اور پھر۔۔ مجھے بس اتنا ہی یاد ہے کہ میں بے ہوشی سے دوچار ہو گیا تھا۔

میں کتنی دیر بے ہوش رہا مجھے ٹھیک طور پر کچھ یاد نہیں ہے۔ ہاں اتنا ضرور یاد ہے کہ جب دوسری بار میری آنکھ کھلی تو میری نظر سب سے پہلے اس فانوس سے ٹکرائی جو میرے اوپر چھت پر لٹکا ہوا تھا۔ میں ہڑبڑ کر اٹھا تو دیکھا کہ نہ وہ اجودھیا کے ویران کھنڈرات ہیں اور نہ ہی گندگی کی وہ مسموم فضا بلکہ اس وقت میں ایک بیش قیمت ساز و سامان سے آراستہ کمرے میں موجود تھا جہاں ہر طرف ویسی ہی خوشبو موجود

تھی جیسی میں نے کھنڈرات میں محسوس کی تھی۔ جس بستر پر میں بیٹھا تھا' وہ بھی انتہائی نرم اور آرام دہ تھا۔ کمرے میں موجود ہر چیز سے نفاست ٹپک رہی تھی اور فانوس میں روشن برقی قمقمے پورے کمرے کو منور کیے ہوئے تھے۔ میری داڑھی بھی منڈھی ہوئی تھی۔

چند لمحے تک میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے ہر شے کو تکتا رہا پھر بستر سے اچھل کر نیچے آ گیا۔ مجھے اچانک موہن لال یاد آ گیا۔ میں نے سوچا کہیں یہ موہن لال کی شرارت نہ ہو۔ ایک بار پہلے بھی اس نے مجھے ایسے خوب صورت جال میں پھانس کر اپنے اشاروں پر ناچنے کے لیے مجبور کر دیا تھا۔ یہ خیال میرے ذہن میں ابھرا تو میرے انتقام کا جذبہ بھڑک اٹھا۔ میرے ساتھ اب جو کچھ ہوا تھا اس کی ذمہ داری صد فی صد موہن لال کے اوپر عائد ہوتی تھی۔ میں نے ان اذیتوں کو یاد کیا جو موہن لال نے مجھے پہنچائی تھیں تو میرا چہرا غصے سے

سرخ ہو گیا۔ اب میں موہن لال سے مطلق خائف نہیں تھا۔ مجھے کامل یقین تھا کہ اب میں بھی مہان شکتی حاصل کر چکا ہوں اور موہن لال سے ٹکرانے کی طاقت رکھتا ہوں۔

''کس وچار میں گم ہو کرشن کمار۔۔''

کمرے میں دلکش نسوانی آواز گونجی تو میں چونک پڑا۔ یہ آواز میں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر ادھر ادھر دیکھا لیکن کمرے میں کوئی دوسرا موجود نہیں تھا۔

''کون ہو تم۔'' میں گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''مجھے نہیں پہچانتے۔'' وہی مترنم آواز کمرے میں گونجی۔

''تم جو کوئی بھی ہو میرے سامنے آ کر بات کرو۔'' اس بار میں نے کرخت انداز میں کہا۔

''کرشن۔۔میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔'' سازوں پر رقصاں

کوئی آواز دوبارہ ابھری۔ ''غور سے مجھے دیکھنے کی کوشش کرو۔''
اچانک مجھے احساس ہوا جیسے میری نظروں کے سامنے سے کوئی دبیز پردہ دھوئیں کی طرح ہٹ گیا ہو۔ اب میں اس عورت کو بخوبی دیکھ رہا تھا جو میرے سامنے دروازے کے قریب کھڑی مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ سر سے پاؤں تک اس نے دھانی رنگ کی ایک ساڑی لپیٹ رکھی تھی جسکے اندر سے اس کا مرمریں جسم جھانک رہا تھا۔ اس کے چہرے کے نقش ونگار اس قدر حسین اور جاذب نظر تھے کہ ایک لمحے کے لیے میں اس کے حسن کی رعنائیوں میں محو ہو کر رہ گیا پھر مجھے موہن لال کا خیال آیا تو میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میں نے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے۔

''کون ہو تم؟''

جواب میں حسین وجمیل عورت رسیلے ہونٹوں پر ایک خوب صورت سی

مسکراہٹ ابھری۔ آہستہ آہستہ شاہانہ انداز سے قدم اٹھاتی 'وہ مسہری پر جا کر بیٹھ گئی۔ میرے سوال کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کی خمار آلود نظریں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

''میں کیا کہہ رہا ہوں۔'' میں نے جھلا کر عورت کو مخاطب کیا ''سیدھی طرح میری بات کا جواب دو ورنہ میں سختی سے پیش آنا بھی جانتا ہوں۔''

اس بار بھی عورت کے ہونٹوں پر ایک پروقار مسکراہٹ ابھری۔ اس نے مجھے چمکیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے' ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''کرشن کمار' کیا تمہارے اندر ابھی واقعی اتنی شکتی نہیں ہے کہ مجھے پہچان سکو۔''

عورت کی مترنم آواز کمرے میں ابھری تو مجھے یوں لگا جیسے بے شمار نقرئی گھنٹیاں ایک ساتھ کھنک اٹھی ہوں۔ مجھے اعتراف ہے میں نے

اس سے قبل اتنی حسین عورت نہیں دیکھی تھی۔ میں اس کے اس حسن سے مسحور ہوتا جا رہا تھا لیکن میں طے کر چکا تھا کہ اس سے کسی قسم کی لگاوٹ کی بات نہیں کروں گا چنانچہ میں نے اپنی تیوری پر بل ڈال کر قہر آلود نظروں سے اسے گھورا پھر نفرت سے بولا۔

''مجھے پورا وشواس ہے کہ تم موہن لال کے کہنے پر یہاں آئی ہو لیکن اتنا یاد رکھو کہ میں اب افضل بیگ نہیں ہوں بلکہ کرشن کمار ہوں۔ مہان شکتی کا مالک جس کے آگے تم جیسی سندر ناریوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔''

میں اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔ مجھے یقین تھا کہ عورت میرے کرخت لہجے اور بگڑے ہوئے تیور کو دیکھ کر ضرور ہراساں ہو گی لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ بجائے اس کے کہ وہ خوف زدہ ہوتی مجھے بدستور نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔

''بولتے رہو کرشن کمار، چپ کیوں ہو گئے۔''

''بکومت۔'' میں نے کڑک کر کہا ''میں تمہیں ایک آخری موقع اور دیتا ہوں کہ مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دو۔ نہیں تو تمہیں ایسا کشٹ دوں گا کہ تم تمام جیون یاد رکھو گی۔''

''اوہ، تم تو سچ مچ کے بلوان معلوم ہوتے ہو۔'' عورت نے مسکرا کر جواب دیا پھر نرم آواز میں بولی۔

''کرشن کمار، ارجن نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ ابھی تم مہان شکتی کے مالک نہیں بن سکے۔ تمہاری مثال اس نادان بالک جیسی ہے جو انگارے کو پھول سمجھ کر ہاتھ میں لینے کی ضد کرتا ہے۔ پرنتو اسے اپنی غلطی کا خیال اس سمے ہوتا جب آگ اس کے شریر کو جلا دیتی ہے۔''

عورت کے جواب نے میرے غصے کو اور بھڑکا دیا۔ میں نے بڑی جلالی کیفیت میں اپنا ہاتھ بلند کیا اور انگلیاں جھٹکنے لگا۔ میرے ہاتھوں

سے آگ کے شعلے نکل کر عورت کی طرف لپکے۔ مجھے قوی امید تھی کہ نیلے پیلے شعلے اس کے کومل جسم کو پلک جھپکتے ہی جلا کر بھسم کر دیں گے لیکن اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے ان شعلوں کو اس کے جسم سے ٹکرا کر بے اثر ہوتے دیکھا۔ عورت بڑی لا پروائی سے بیٹھی بدستور مجھے دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں بڑی تمکنت اور دبدبہ تھا۔

﴿ آگے جاری ہے ﴾

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۴)

میں نے بھڑکتے ہوئے شعلوں کا انجام دیکھا تو بھوبچکا رہ گیا اور آنکھیں پھاڑے کھڑا سکتے کی حالت میں اسے دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ ارجن کے بتائے ہوئے جاپ کو پورا کر لینے کے بعد یہ میری پہلی ناکامی تھی جس نے مجھے ششدر کر دیا تھا۔ ابھی میں اس اسرار پر غور کر ہی رہا تھا کہ عورت کے ہونٹوں پر جنبش ہوئی۔

''کرشن کمار۔۔اب کیا وچار ہے تمہارا۔''

میں نے عورت کو کوئی سخت جواب دینا چاہا لیکن نہ جانے اسکی آواز میں کیا سحر تھا کہ میں اپنی خواہش کی تکمیل نہ کر سکا۔ الفاظ جیسے میرے سینے کی گہرائیوں ہی میں گھٹ کر رہ گئے۔ میری قوت گویائی سلب ہوتی جا رہی تھی۔ جہاں تک میرے ذہن کا تعلق تھا' وہ اب بھی کام کر رہا تھا۔ میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ آخر یہ عورت کون ہے جو میری شکتی سے بھی زیادہ مہان شکتی کی مالک ہے۔ مجھے اجودھیا کے

ویران کھنڈرات سے اس کمرے تک کیوں لایا گیا؟

میں اپنے خیالات میں محو تھا کہ اچانک میرے ذہن میں پاربتی دیوی کا نام ابھرا۔ پاربتی۔۔۔ جس کے بارے میں نرملا نے مجھے بہت کچھ بتا رکھا تھا۔ جوشیو جی مہاراج کی حیرت انگیز اور پراسرار قوتوں کا نسواں مظہر ہونے کے ساتھ ساتھ بے شمار صفات کی مالک تھی اور جسے خود کو مختلف بھیس اور مختلف سانچوں میں ڈھال لینے کی دسترس حاصل تھی۔

''کیا سوچ رہے ہو کرشن کمار۔'' عورت نے مجھے دوبارہ کسی ملکہ کی طرح مخاطب کیا تو میں جھرجھری لے کر رہ گیا۔ کوئی جواب نہ دے سکا۔ پھٹی پھٹی نظروں سے اسے گھورتا رہا۔ میرا ضمیر مجھے میری اس بزدلی اور کم ہمتی پر ملامت کر رہا تھا لیکن میں نہ ان باتوں کو صرف سوچ سکتا تھا' ان پر عمل کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۴)

"کرشن کمار۔۔میرے قریب آؤ۔"

عورت نے میری بوکھلاہٹ پر مسکراتے ہوئے آہستہ آہستہ سے کہا۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن بے سود۔ نہ جانے کس سحر کے زیر اثر کسی معمول کی طرح میں اسکے حکم پر عمل کرنے پر مجبور تھا۔

میرے قدم آپ ہی آپ مسہری کی طرف اٹھنے لگے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے روئی کے نرم نرم گالوں کی مانند بادل اتر کر میرے قدموں میں بچھ گئے ہیں اور میں ان بادلوں کے درمیان سے گزرتا ہوا آہستہ آہستہ اس عورت کے قریب جا رہا ہوں جو مسہری پر بیٹھی مجھے بڑی اپنائیت سے دیکھے جا رہی تھی۔ میں ہر لمحہ اس کے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔۔اور قریب۔۔اور قریب۔۔اور قریب۔۔ اور پھر میں اس کے ایک قدم کے فاصلے پر پہنچ کر رک گیا۔ حسین و جمیل عورت کی آنکھوں کا سحر میری بے خودی میں اضافہ کر رہا تھا۔

''کرشن کمار۔۔کیا تم اب بھی مجھے نہیں پہچان سکے۔''

''تم۔۔دیوی ہو۔۔پاربتی دیوی۔''میں بہ مشکل اتنا کہہ پایا۔

''ہاں۔۔تم نے آخر مجھے پہچان ہی لیا۔''عورت نے پروقار لہجے میں کہا۔''تم اپنی قسمیت پر ناز کرو جو اتنی جلدی تمہیں میرا درشن پراپت (حاصل) ہو گیا۔نہ جانے کتنے داس اور داسیاں ایسے ہیں جو اپنا پورا جیون میری بھگتی میں تیاگ چکی ہیں۔پرنتو انہوں نے میری ایک جھلک بھی نہیں دیکھی۔''

''مہان دیوی۔۔یہ سب تیری کرپا ہے۔''میں کسی بھرے ہوئے ٹیپ کی طرح بولا پھر بے اختیار جھک کر میں نے پاربتی کے چرنوں کو تھام لیا۔

''کوئی چنتا مت کرو کرشن کمار۔۔''وہ میرے سر پر ہاتھ پھر کر بولی ''میں نے تمہاری بھگتی کو سویکار کر لیا ہے اور اس سے تمہیں مکتی کی راہ

بتانے کے کارن آئی ہوں۔''

''دیوی۔۔میں نے ایک سچے عقیدت مند کی طرح بس اتنا ہی کہا تھا پھر نہ جانے کس کے زیر اثر اس کے چرنوں پر سر رکھ دیا۔

''اٹھو کرشن کمار۔۔میں تمہیں آج ایسی شکتی دان کرنے آئی ہوں جو شیو جی مہاراج کے علاوہ کسی کو پراپت نہیں ہوئی ہے۔''پاربتی دیوی نے بڑی شفقت سے جواب دیا پھر مجھے ہاتھ تھام کر اٹھایا اور اپنے برابر بٹھالیا۔ میں نے چاہا کہ نظریں اٹھاؤں اور اس مہان دیوی کا جی بھر کر درشن کروں لیکن مجھے ہمت نہ ہوئی۔سر جھکائے خاموشی سے میں اس کے برابر بیٹھا رہا۔اسکے جسم اور لباس سے پھوٹنے والی خوشبو کی تیزی مجھے بے خود بنا رہی تھی۔میرے ذہن پر بے ہوشی کی کیفیت طاری تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں آسمانوں میں اڑا جا رہا ہوں میرا ذہن ہر لمحے روئی کے نرم نرم گالوں تلے ڈوبتا جا رہا تھا۔میری

آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہونے لگیں تھیں اور پھر میں نے جو کچھ محسوس کیا اس کا اظہار پر میں قادر نہیں۔

جب میں اس طلسم سے بیدار ہوا تو میں نے خود کو مسہری پر لیٹا پایا۔ پاربتی دیوی مسہری سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی مجھے شفیق نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پہلے کے مقابلے میں مجھے زیادہ گہری معلوم ہو رہی تھی۔ خود میں بھی عجیب سرور انگیز کیفیت سے دو چار تھا لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہیں رہ سکی۔ میں یہ سوچ کر کہ میں اس سے مسہری پر دراز ہوں اور عظمت کی دیوی کھڑی ہوئی ہے جلدی سے اٹھا اور ہاتھ باندھ کر پاربتی دیوی کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔

''کرشن کمار۔۔۔میرا شریر چھو لینے کے بعد اب تم مہان شکتی کے مالک بن چکے ہو۔'' پاربتی دیوی نے مترنم لہجے میں کہا ''تمہارے من میں

جواچھا (خواہش) ہوگی وہ میرے حکم سے اوش پوری ہوگی۔ پرنتو اس بات کا دھیان رکھنا کہ تمہارے جیون میں اب کوئی دوسری ناری داخل نہیں ہوسکتی۔ اگر تم نے کبھی ایسا کیا تو تمہارا جاپ اور تپسیا اکارت ہو جائے گی۔ جس کنیا کو تم ہاتھ لگاؤ گے اس کا شریر جل کر راکھ ہو جائے گا۔''

''دیوی۔۔۔میں تیری آگیا کا پالن کرنا اپنا دھرم سمجھوں گا۔'' میں کسی فرمابردار سیوک کی طرح بولا۔

''میں تمہیں وچن دیتی ہوں کہ جب تک تم میرے کہے پر چلو گے، میرا کوئی پجاری تمہارے شریر کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ یاد رکھو ارجن کی شکتی مہان تھی تم اس کے آگے کبھی نہ ٹھہر سکتے تھے۔ میں نے صرف تمہارے کارن ارجن کو اس دنیا سے واپس کر دیا ہے۔

''دیوی۔۔۔تیرا یہ داس اس کرپا کو کبھی نہ بھولے گا۔'' میں نے بدستور

نظریں جھکائے ہوئے کہا۔

''کرشن کمار، تمہیں معلوم ہے میں سب کچھ جانتی ہوں۔ مجھ سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ تمہارے من میں کیا ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں پر اس بات کو گرہ میں باندھ لو کہ موہن لال کے سلسلے میں تمہیں ہر سمے چوکنا رہنا ہوگا۔'' پاربتی نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''موہن لال کو اس وقت کشت دیا جاسکتا ہے۔ پرنتو اس نے میری بھگتی اور تپسیا میں سارا جیون تیاگ دیا ہے۔ اس نے میرے لیے بہتیرے جاپ کیے ہیں۔ مجھے معلوم ہے وہ میرے لیے اپنا جیون بھی دان کرسکتا ہے۔ اس کارن میری اچھا ہے کہ تم اس سے دور دور رہو اور اگر وہ تم سے ٹکرانے میں پہل کرے تو تم کو دھرج رکھنا چاہیے۔''

''مہان دیوی۔'' میں نے دبی زبان میں کہا ''موہن لال کے بارے میں میں تجھ سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ موہن لال بہت ظالم

اور۔۔۔"

پاربتی دیوی نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے روک دیا۔ "شانتی کرشن کمار! موہن لال کیا ہے اور کیسا ہے۔ یہ میں جانتی ہوں۔ تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں۔ موہن لال یہ جانتا ہے کہ تم پر میں خاص نظر رکھتی ہوں۔ اس کے من میں تمہارے اور سے۔ تمہارے من میں اس کی اور سے کھوٹ ہے۔ تم دونوں میرے بڑے اچھے سیوک ہو۔ پرنتو اتنا یاد رکھو کہ موہن لال اپنی مہان شکتی اور بہت بڑا بھگت ہونے کے بعد بھی پاربتی دیوی کے اتنے قریب نہیں آ سکا جتنے تم۔ میری اچھا ہے کہ تم موہن لال کو بھول جاؤ۔ اس سے بھڑنے کا وچار من سے نکال دو۔ تم دونوں میرے بہت اچھے سیوکوں کی طرح رہو۔ بس یہی میری اچھا ہے۔"

"دیوی۔۔۔ تیری اچھا پر میری جان قربان ہے۔ میں موہن لال کو شا

کرتا ہوں لیکن موہن لال نے پہل کی تو اے مہان دیوی' میں کیسے خاموش رہ سکتا ہوں۔'' میں نے انکسار اور عجزی سے کہا۔

''کرشن کمار' پاربتی زمانوں سے موجود ہے۔ تم ایک دیوی کے شرن میں آنے کے بعد بھی اتنے خوف زدہ نظر آرہے ہو۔ کیا تمہیں ہمارے مہان ہونے کا شبہ ہے۔ کیا تم اتنے مورکھ ہو کہ دیوتاؤں کی شکتی کو نہیں جانتے۔'' پاربتی کے لہجے میں اس بار بڑا دبدبہ تھا۔ میں اس کی سحر انگیز آواز سے لرزنے لگا۔

''عظیم دیوی۔۔'' میں نے گڑگڑا کر کہا'' مجھے شما کردے۔ مجھے تیرے تیرے مہان ہونے پر کوئی شبہ نہیں۔ میں دیوتاؤں کی شکتی کو جانتا ہوں اور مجھے اپنی قسمت پر ناز ہے کہ میں تیرے شرن میں موجود ہوں۔'' میں بے اختیار یہ جملے ادا کر رہا تھا۔

پاربتی دیوی نے مجھے مسکرا کر دیکھا اور میں نے موقع غنیمت جان کر

پوچھ لیا ''اب میرے لیے تیری کیا آ گیا ہے۔''
تم اپنے بھائیوں سے بدلہ لینے کے لیے مچل رہے ہو۔ وہ ان دنوں دکن میں ہیں۔ تم وہیں جاؤ اور کچھ دنوں آرام کرو پھر میرا من چاہیے گا تمہیں واپس بلا لیا جائے گا۔''

''دیوی میں اپنے بھائیوں سے بدلہ لینے کے لیے واقعی بہت بے چین ہوں اور سب سے پہلے انہیں تلاش کرنا چاہتا ہوں۔''

''جاؤ کرشن کمار پاربتی کا سایہ تمہارے اوپر ہے۔ میں تم سے خوش ہوں کہ تم نے برملا پجارن کے کارن اپنے من کو بیاکل نہیں ہونے دیا اور اس چہرے کی سندرتا کو ختم کر دیا۔'' اس بار پاربتی کا لہجہ معنی خیز تھا۔

''مہان شکتی حاصل کر لینے کے بعد پجاریوں اور بھگتوں کو کسی ایک باری کی خاطر پریشان نہیں ہونا چاہیے اور پھر تمہارے اوپر تو ایک دیوی مہربان ہے۔ تمہیں ان جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہیے۔''

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموش سر جھکائے کھڑا رہا۔ آج بھی جب میں سوچتا ہوں کہ پاربتی کے سامنے میں اس قدر مسحور کیوں ہو گیا تھا تو بظاہر اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ بہر حال چونکہ میں اس قسم کے بہت سارے اسرار سے گزر چکا ہوں اس لیے یہی نتیجہ اخذ کر سکتا ہوں کہ پاربتی کی پر اسرار قوت نے میرے سوچنے اور سمجھنے کی قوتوں کو مفلوج کر دیا تھا اور میں کسی پالتو کتے کی طرح وفاداری کا ثبوت دینے کی خاطر اس کے سامنے دم ہلانے پر مجبور تھا۔

''کرشن کمار۔'' پاربتی مجھے خاموش پا کر بولی ''میں جانتی ہوں کسی ناری کے لیے تم ہمیشہ بیاکل رہو گے لیکن میرے ہوتے ہوئے تمہیں اس کی چنتا نہیں کرنی چاہیے۔ جب تمہیں کسی ناری کا خیال آئے گا' میں تمہارے سامنے آ جاؤں گی۔''

پاربتی کے جملے کا کیا مقصد تھا' میں مطلق نہ سمجھ سکا لیکن اتنا ضرور جان

گیا تھا کہ وہ مجھ پر کچھ زیادہ ہی مہربان ہے۔

کچھ دیر تک وہ میرے قریب کھڑی مجھے دیوی دیوتاؤں کی شکتی اور دھرم کی اونچ نیچ شاہانہ جلال کے ساتھ سمجھاتی رہی پھر مجھے محسوس ہوا کہ وہ میرے قریب نہیں ہے۔ وہ نہ جانے کہاں تحلیل ہوگئی۔ میں اچانک غائب ہو جانے سے ہکابکا رہ گیا پھر میں نے ایک معمول کی طرح اس محل سے کچھ سامان زادِراہ کے طور پر ساتھ لیا۔ میرے پاس کوئی پیسہ نہیں تھا مگر قیمتی زیورات اور نقدی بھی محل سے ہی فراہم ہوگئی میں نے اسے پاربتی دیوی کی مہربانی سمجھ کر رکھ لیا اور محل سے باہر چلا آیا۔ میری ضرورت کی ہر چیز محل سے مل گئی تھی۔ مجھے سمتوں کا پتا نہیں تھا لیکن چند کوس پیدل چلنے کے بعد میں اجودھیا پہنچ گیا۔ جہاں سے میں دکن کی طرف آسانی سے روانہ ہو سکتا تھا۔ میں اپنے سفر کی سر گزشت کو مختصر کرتا ہوں۔ بہرحال یہ کہ چند دنوں کے بعد میں

حیدرآباد کے ایک پر رونق اسٹیشن پر کھڑا تھا۔ میرے جسم پر بیش قیمت لباس تھا اور میں کسی نواب سے کم نظر نہیں آرہا تھا۔ میں نے اپنا شیو بھی بنا لیا تھا اور اب میں ایک جامہ زیب وجیہہ اور پروقار شخص کی شکل میں حیدرآباد میں تھا۔

حیدرآباد ہر چند کہ میرا آبائی شہر نہیں ہے پھر بھی میں یہاں کے گلی کوچوں سے بخوبی واقف تھا۔ والد صاحب دوران ملازمت کچھ عرصہ کے لیے حیدرآباد میں بھی تعینات رہ چکے تھے اس لیے مجھے اس شہر کی اچھی خاصی سوجھ بوجھ تھی چنانچہ سب سے پہلے میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنی رہائش کا بندوبست کروں اس کے بعد آئندہ کا پروگرام سوچا جائے گا۔

جو لوگ حیدرآباد سے واقف ہیں اور وہاں تھوڑا عرصہ گزار چکے ہیں' وہ عابد شاہ روڈ اور چارکمان کی رونق سے ضرور واقف ہوں گے لیکن

وہ افراد جو کبھی حیدر آباد نہیں گئے ان کے لیے صرف اتنا ہی بتا دینا کافی ہے۔ کہ حیدر آباد ایک قدیم و جدید خوب صورت اور بہت ہی مہمان نواز شہر ہے۔ میں نے اپنے قیام کے لیے اعلیٰ درجے کے ہوٹل کو ترجیح دی۔ ہوٹل والے میرا بیش قیمت ساز و سامان دیکھ کر ٹپٹائے ضرور تھے لیکن جب میں نے انہیں بتایا کہ میرا قیام طویل ہوگا اور میں بزنس کے سلسلے میں حیدر آباد آیا ہوں تو وہ مطمئن ہو گئے۔ میں نے دو ہفتے کا کرایہ ہوٹل کے منیجر کو اڈوانس ادا کر دیا۔ میرے پاس اس وقت کافی رقم موجود تھی جو میں شاہانہ انداز میں خرچ کر سکتا تھا۔

اپنے کمرے میں جا کر میں نے دروازہ اندر سے بند کیا اور آرام کرنے کی غرض سے لیٹا ہی تھا کہ آنکھ لگ گئی۔ دوبارہ آنکھ کھلی تو اندھیرا پھیل چکا تھا۔ جلدی سے اٹھ کر میں نے ہاتھ منہ دھویا اور ناشتا کرنے کی غرض سے نیچے آ گیا جہاں ڈائننگ ہال میں پہلے ہی خاصی

چہل پہل تھی۔ میں نے خاموشی سے ایک بیرے کو اپنے لیے چائے کا آرڈر دیا اور ایک میز پر بیٹھ کر اپنے بھائیوں کے بارے میں سوچنے لگا۔

بیرا چائے لے کر آیا تو میں نے اپنے لیے ایک پیالی تیار کی اور جلدی دو چار گھونٹ حلق کے نیچے اتارتا چلا گیا۔ ایک عرصے کے بعد مجھے قاعدے کی چائے نصیب ہوئی تھی۔ چنانچہ پہلا کپ ختم کر کے میں نے دوسری پیالی بنائی اور اپنے پینے میں مشغول ہو گیا۔ ابھی میں نے نصف پیالی ہی پی تھی کہ کسی نے میری پشت پر ہاتھ رکھ کر مجھے میرے اصلی نام سے پکارا۔ میں نے گھوم کر مخاطب کرنے والے کو دیکھا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میرے سامنے اس وقت میرا ایک دیرینہ جگری دوست قادری موجود تھا۔ میں پیالی رکھ کر اٹھا اور قادری سے بڑی گرمجوشی سے بغلگیر ہو گیا۔

کافی دیر تک ہم بے تکلفی سے بیٹھے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ قادری مجھ سے میرے بارے میں دریافت کرتا رہا اور میں اسے مطمئن کرنے کی خاطر اِدھر اُدھر کی ہانکتا رہا لیکن پھر قادری نے مجھ سے ایک ایسی بات کہہ دی کہ میرا موڈ یکلخت خراب ہوگیا۔

''آج تمہارے سب سے بڑے بھائی ملے تھے لیکن انہوں نے تمہارے بارے میں کوئی ذکر نہیں کیا۔ تم ٹھہرے تو ان ہی کے پاس ہوگے۔''

''نہیں۔'' میں نے بمشکل خون کا گھونٹ پی کر اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔

''پھر تمہارا قیام کہاں ہے۔''

''اسی ہوٹل میں۔۔''

''تعجب ہے۔'' قادری نے کہا ''بھائی کے ہوتے ہوئے بھی تم ہوٹل

میں مقیم ہو۔''

''میں آج ہی حیدر آباد آیا ہوں۔''میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے جواب دیا۔''بھائی صاحب کا پتا موجود نہیں تھا اس لیے ہوٹل ہی میں ٹک گیا۔''

''کیوں مذاق کرتے ہو افضل بیگ۔''قادری نے غیر یقینی انداز میں کہا''بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہیں اپنے بڑے بھائی کا پتا نہ معلوم ہو۔ اگر ایسا تھا تو تم کسی پولیس والے سے دریافت کر سکتے تھے۔''

''کیا مطلب۔''میں نے چونکتے ہوئے کہا''کیا بھائی صاحب آج کل حیدر آباد میں ہی تعینات ہیں۔''

''تعینات کی بھی ایک ہی کہی تم نے۔میاں صاحب زادے حیدر آباد کا تو بچہ بچہ نواب صاحب سے واقف۔''قادری نے بڑی سنجیدگی سے کہا''اگر برا نہ مانو تو ایک راز کی بات بتا دوں۔''

''کہو۔''

''جب سے تمہارے بھائی حیدر آباد میں مقیم ہوئے ہیں۔ یہاں کی طوائفوں کی بن آئی ہے۔ آئے دن ان کے بنگلے پر مجرا ہوتا رہتا ہے۔ جس میں پولیس کے اعلیٰ افسران بھی شریک ہوتے ہیں۔ ایس پی ماتھر تو ہر وقت تمہارے بھائی کے دروازے پر ہاتھ باندھے کھڑا رہتا ہے۔ عورتوں کے معاملے میں وہ بے حد ندیدہ واقع ہوا ہے۔''

'ہوگا۔'' میں نے بے پروائی سے کہا'' مجھے ان باتوں سے بھلا کیا سروکار۔''

قادری بہت دیر تک بیٹھا مجھ سے بھائی صاحب کی رنگ رلیوں اور عاشقانہ مزاج کے بارے میں گفتگو کرتا رہا اور میں یوں ہی ہوں ہاں میں جواب دیتا رہا۔ قادری کی زبانی یہ اطلاع پا کر کہ میرے بھائی صاحب باقاعدہ جاگیردار ہو گئے ہیں۔ مجھے مطلق کوئی خوشی نہیں ہوئی

بلکہ میرا جذبہ انتقام اور بھڑک اٹھا۔
باتوں باتوں میں، میں نے انکے بنگلے کا پتہ بھی دریافت کرلیا تھا۔ قادری نے مجھے اپنے گھر مدعو کیا جسکی میں نے بہت ردو کد کے بعد حامی بھر لی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے بیرے کو بلا کر بل کی ادائیگی کی اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ ایک قریبی دکان سے میں نے اپنے لیے دو تین ماڈرن قسم کے جوڑے خریدے اور واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ اب وہ لمحہ آن پہنچا تھا جس کا مجھ مدتوں سے انتظار تھا۔ جس کی وجہ سے میں نے زندگی کی نہج کو بدل ڈالا تھا جس کے لیے میں نے بڑی قربانیاں دی تھیں۔ میں نے شمشان گھاٹ کے متعفن ماحول میں سخت جاپ کیا اور پراسرار شکتی حاصل کرنے کے لیے طرح طرح کی اذیتیں سہی تھیں۔ اب وہ لمحہ آن پہنچ تھا۔ جوں جوں وقت گزر رہا تھا میں مضطرب ہوا جا رہا تھا۔ میں جلد سے جلد

اپنے بھائیوں کو ان کے کیئے کی عبرت ناک سزا دینا چاہتا تھا۔ جس قدر میں اپنے ماضی' اپنے ریاض اور اپنی اذیتوں کے بارے میں سوچتا' اسی قدر میرا خون کھولنے لگتا۔ نرملا کے دھوکے کے بعد تو میں یوں بھی انسانوں کو کم تر و حقیر سمجھنے لگا تھا۔ اگر پاربتی درمیان میں نہ آتی تو میں تمام انسانوں کا خون پی لیتا۔

اس دن گھڑیاں سست چل رہی تھیں۔ میں کمرے میں بری طرح ٹہل رہا تھا اور اپنے بھائی کو دیے جانے والی سزاؤں کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ وقت تھا کہ کاٹے نہیں کٹ رہا تھا۔

رات گیارہ بجے تک میں اپنے کمرے میں بیٹھا پیچ و تاب کھاتا رہا پھر میں نے اچھی قسم کا لباس پہنا اور ہوٹل سے نکل کر ایک گاڑی میں اپنے بھائی کے بنگلے کی طرف چل دیا۔ جوں جوں میری منزل قریب آتی جا رہی تھی توں توں میرے ذہن میں سلگتی چنگاریاں شعلے کا روپ

اختیار کرتی جا رہی تھیں۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اپنے بڑے بھائی کو جس نے بزرگوں کی جائداد کو بٹوارے کے وقت میری حق تلفی کی تھی اور مجھے گرفتار کرا دینے کی دھمکی دے کر دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا تھا' ایسی سزا دوں گا جسے وہ تمام عمر یاد رکھے گا۔

خون کی گردش کے ساتھ ساتھ میری رفتار بھی تیز سے تیز ہوتی جا رہی تھی۔ میں اپنے اندر ایسی توانائی محسوس کر رہا تھا جو بڑی سے بڑی طاقتوں کو ایک لمحے میں نیست و نابود کر دیتی ہے۔

میں اپنے خیالات میں محو تھا کہ ڈرائیور کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ مجھ سے کہہ رہا تھا۔ ''صاحب وہ سامنے جو برقی قمقمے روشن نظر آ رہے ہیں' وہی بڑے جاگیردار صاحب کی کوٹھی ہے۔''

میں نے ڈرائیور کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ جس مکان کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا' وہ برقی روشنیوں کا ایک محل نظر آ رہا تھا۔ میرا

خون جوش مارنے لگا۔ انتقام کی آگ میرے سینے کو جلائے ڈال رہی تھی۔ مجھے وہ یاد آ گیا جب میرے والد کا انتقال ہوا تھا۔ میرا خیال تھا کہ باپ کی موت کے بعد میرے بڑے بھائی مجھ سے شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کریں گے اور باپ کی جدائی محسوس نہ ہونے دیں گے لیکن چند ہی دنوں بعد بھائیوں کی آنکھیں بدل گئیں۔ باپ کا کفن ابھی پوری طرح میلا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ آبائی جائداد کے بٹوارے کا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ ہر چند کہ مجھے یہ بات پسند نہ آئی تھی کہ اتنی جلدی جائداد کا بٹوارا کیا جائے لیکن میں خاموش رہا۔ میں نے یہی سوچا تھا کہ جو کچھ میرے حصے میں آئے گا اسے صبر و شکر سے قبول کر لوں گا کسی قسم کا لڑائی جھگڑا کر کے والد صاحب کی روح کو تکلیف نہ پہنچاؤں گا لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب مجھے بالکل ہی نظر انداز کر دیا گیا۔ میں نے دبی زبان میں وجہ پوچھی تو

میرے بڑے بھائی نے نا صرف یہ کہ۔۔ مجھے ڈانٹا ڈپٹا بلکہ یہ دھمکی بھی دی کہ اگر میں نے اپنے حق کے سلسلے میں زبان کھولی تو وہ مجھے گرفتار کروادیں گے۔

گزرے ہوئے واقعات یکے بعد دیگرے میرے ذہن میں ابھرتے رہے۔اف ان لوگوں نے میری زندگی کس قدر اجیرن کردی تھی۔

اب تک میرے ساتھ جو کچھ بھی ہوا تھا اس کی تمام تر ذمہ داری میرے بڑی بھائی پر عائد ہوتی تھی جو میرا حق مار کر صاحب جائداد بنے بیٹھے تھے۔ بقول قادری حیدرآباد (دکن) کا بچہ بچہ انہیں ایک بڑے جاگیردار کی حیثیت سے جانتا تھا۔اس کے برعکس حالات نے مجھے افضل بیگ سے کرشن کمار بننے پر مجبور کردیا تھا۔بہرحال میں پوری طرح ٹھان چکا تھا کہ ان جاگیردار صاحب کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ بھی تمام عمر مجھے یاد رکھیں گے۔میرا خون کھول رہا تھا۔

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۴)

گاڑی مطلوبہ کوٹھی کے قریب پہنچ کر رکی تو میں نے دیکھا کہ بڑی بڑی جھلملاتی کاروں کی ایک قطار وہاں موجود ہے۔ اندر سے گانے بجانے کی دلکش آوازیں آرہی تھیں۔ میں ابھی کوٹھی کی بیرونی سجاوٹ کو دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک باوردی ملازم لپکتا ہوا گاڑی کے قریب آیا اور دروازہ کھول کر ایک طرف ہوگیا۔ میں نے ملازم کی سج دھج کو بغور دیکھا پھر دل ہی دل میں کھولتا ہوا نیچے اتر آیا۔

ملازم کی رہنمائی میں جس وقت میں اس بڑے ہال میں پہنچا جہاں راگ رنگ کی محفل جمی ہوئی تھی تو میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ پورا ہال بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ فرش پر قیمتی قالین تھا جس پر شہر کے رؤسا گاؤ تکیے جمائے رقص و سرور کی محفل سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ دو خواجہ سرا تھرکتے مٹکتے نوابین کو شراب فراہم کرنے میں مصروف تھے۔ ہال میں ایک سمت چبوترے نما اسٹیج بنا ہوا تھا جس پر

ایک خوب صورت طوائف رقص کرنے میں مصروف تھی دوسری طوائفیں مہمانوں کے ساتھ ادھر اُدھر بیٹھی ان کا دل بہلانے کے لیے اپنی عشوہ طرازیوں کا جادو جگا رہی تھیں۔ یہ بزم اہل بادشاہوں کے ایوانوں کی یاد تازہ کر رہا تھا۔ چھت پر فانوس لٹکے ہوئے تھے۔ حسین وجمیل دوشیزاؤں کا ہجوم تھا۔ راگ رنگ تھا' سرگوشیاں تھیں۔ خواب طرب انگیز کا دور دورہ تھا اور ہر شخص اس صنم خانہ رنگ و بو میں مدہوش نظر آ رہا تھا۔ بڑے بھائی کی زندگی اس انداز سے بسر ہو رہی ہے' یہ میرے تصور میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔

معاً میری نظر اپنے بڑے بھائی پر جو ہال میں بائیں جانب بڑے ٹھاٹھ سے بیٹھے تھے۔ ان کے اردگرد تین پری جمال شوخ و شنگ لڑکیاں بیٹھی مسکرا مسکرا کر ان کا دل لبھا رہی تھیں۔ بھائی صاحب کے دائیں جانب ایک نواب بزرگ موجود تھے۔ بائیں جانب جو شخص

بیٹھا تھا وہ گھٹے ہوئے جسم کا مالک تھا۔ چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ سخت گیر طبیعت کا مالک ہوگا لیکن اس وقت وہ جس انداز میں بھائی صاحب سے گفتگو کر رہا تھا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ان خاص مداحوں میں سے ہے۔ لڑکیوں کو گھورنے تکنے کے معاملے میں بھی وہ بے حد بے تاب نظر آ رہا تھا۔ اس وقت مجھے قادری کی بات یاد آ گئی۔

قادری نے مجھے بتایا تھا کہ ایس پی ماتھر بھائی صاحب کے سامنے ہاتھ باندھے ہر وقت موجود رہتا ہے اور یہ عورت کے معاملے میں وہ بہت زیادہ ندیدہ واقع ہوا ہے۔

میں نے ایک بار پھر اس کو غور سے دیکھا۔ ڈیل ڈول اور رکھ رکھاؤ کے اعتبار سے بھی وہ مجھے کوئی سخت گیر پولیس والا آفیسر ہی نظر آ رہا تھا۔ چند لمحے تک میں بھائی صاحب کے ٹھاٹ باٹ اور محفل کے رنگ

ڈھنگ کو دیکھتا رہا پھر نوابانہ شان سے سب سے بے نیاز ہو کر اعتماد سے آگے بڑھا۔ ایک گاؤ تکیہ اٹھایا اور اپنی نشست جمالی۔ میرے ارد گرد بیٹھے ہوئے افراد شراب و شباب سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ایک مرہٹی رقاصہ بدستور طبلے کی تھاپ پر تھرک رہی تھی لیکن میں دیدہ و دانستہ بھائی صاحب ہی کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ دراصل میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ مجھے دیکھ کر پہچانتے بھی ہیں یا نہیں۔ ایک بار اتفاقیہ ہماری نظریں بھی چار ہوئیں مگر بھائی صاحب نے مجھ پر کوئی خاص توجہ نہ دی۔ مجھے دیکھ کر یقیناً انہیں کچھ یاد نہ آیا ہوگا ممکن ہے وہ اب یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ افضل بیگ کہیں مر کھپ گیا ہوگا۔ کون ان ہنگاموں میں کسی کو یاد رکھ سکتا ہے اور بھائی صاحب کے لیے مجھے یاد نہ رکھنا ہی بہتر تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر یہی سمجھے ہوں گے جیسے میں بھی مدعوین میں سے ایک تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ ان نگاہوں کا مرکز تو

حسین و جمیل لڑکی تھی جوان کے سیدھے ہاتھ پر موجود تھی اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے راز و نیاز کی باتیں کرنے لگتی تھی پھر وہ شخص تھا جس پر مجھے ایس پی ماتھر ہونے کا شبہ ہوا تھا۔

اگر میں چاہتا تو ایک ہی اشارے سے بھائی صاحب کو ٹھکانے لگا سکتا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ اس طرح اپنا انتقام پورا کروں کہ پوری محفل دیکھے اور بھائی صاحب بھی تمام زندگی یاد رکھیں۔ چنانچہ میں خاموش بیٹھا کسی مناسب موقع کا منتظر تھا۔ ایک کے بعد دوسری پھر تیسری طوائف کا نمبر آتا رہا۔ شراب کا دور چلتا رہا۔ محفل رنگ پر آتی رہی۔ ایک خواجہ سرا نے مجھے بھی شراب کی پیش کش کی جسے میں نے اشارے سے رد کر دیا۔ مجھے ان ہنگاموں سے مطلق کوئی سروکار نہیں تھا۔ میں اندر ہی اندر گزرے ہوئے واقعات کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اچانک ایک سریلی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے پلٹ کر

دیکھا تو ایک خوب صورت لڑکی میرے قریب بیٹھی نہ جانے کتنی دیر سے مجھے تکے جا رہی تھی۔ کچھ دیر پیشتر میں نے اسے دوسرے لوگوں کے ساتھ دیکھا تھا۔ وہ میرے قریب کب اور کیوں کر آئی تھی اس کا مجھے علم نہ تھا لیکن جب اس نے مجھے مخاطب کیا تو مجبوراً مجھے اپنی توجہ اس کی طرف مبذول کرانی پڑی۔ وہ لڑکی حقیقتاً بڑی حسین تھی جن سرشار نگاہوں سے وہ مجھے دیکھ رہی تھی' ان کا مفہوم بھی بخوبی سمجھ چکا تھا لیکن میں جان بوجھ کر انجان بنا رہا اور بڑی معصومیت سے بولا۔

''خاتون' کیا آپ نے مجھے مخاطب کیا تھا۔''

'جی۔'' وہ اپنے ہونٹوں پر تبسم بکھیر کر بولی ''میں بڑی دیر سے آپ کو مخاطب کرنا چاہتی تھی لیکن اس بات کا خوف بھی لاحق تھا کہ کہیں میری یہ جسارت حضور والا پر گراں نہ گزرے۔ آپ جاگیردار صاحب کے کوئی نئے مہمان معلوم ہوتے ہیں۔ میں بڑی دیر سے آپ کو تنہا اور

چپ چاپ سا دیکھ رہی ہوں۔"

"جی ہاں' میں آج آپ کی محفل میں پہلی بار آیا ہوں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"معاف کیجیے' میں پوچھ سکتی ہوں کیا حیدرآباد میں مستقل قیام نہیں ہے آپ کا۔"

"نہیں' کاروبار کے سلسلے میں کچھ دنوں کے لیے یہاں آیا ہوں۔"

"خوب' مگر جب آپ یہاں تشریف لائے ہیں تو اس محفل رقص و سرور میں شامل ہوئے۔ جاگیردار صاحب کی محفلیں سارے حیدرآباد میں مشہور ہیں۔ یہاں سب سے بڑی بات تو یہی ہے کہ اس محفل میں ہر شخص آزاد ہے اس لیے ہر شخص پوری طرح لطف لینے میں کوئی جھجک نہیں کرتا۔" لڑکی نے ہوشربا نگاہوں سے مجھے تکتے ہوئے جواب دیا۔

''کیا میں آپ کو کچھ پیش کروں۔''

''کیا آپ بقول جاگیردار صاحب آب حیات سے شوق فرماتے ہیں۔'' وہ اٹھلاتے ہوئے بولی۔

''فی الحال تو کوئی ارادہ نہیں۔'' میں نے اس کی طرف ایک بار التفات سے دیکھا اور کہا ''مگر آئندہ کے لیے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ شاید کچھ کرنا پڑ جائے۔''

لڑکی میرے جواب پر شرما گئی۔ اس کی یہ ادا مجھے بری نہیں لگی۔ وہ لڑکی التفات کی جانب مائل تھی۔ میں اس کی شریں گفتگو لہجے کے گداز اور آنکھوں کی چمک سے متاثر ہو رہا تھا۔ میرا جی اس سے گفتگو کرنے کو چاہا۔ اس کے دعوت دینے والے انداز میں کچھ ایسی پیش کش تھی مگر پھر مجھے خیال آیا کہ میں تو پاربتی جیسی دیوی کا محبوب ہوں۔ پاربتی نے مجھ سے وعدہ لیا تھا' پاربتی جو حسن و جمال کی دیوی ہے۔ میں نے

پاربتی کا نام اپنے دل میں لیا اور اس لڑکی کا خیال دل سے نکال دیا۔ البتہ مجھے اسے کچھ دیر کے لیے اعتماد میں لینا ضروری تھا۔ میں اس کے قریب آیا۔ اس کے التفات کا جواب التفات سے دیا اور اس پر نوازشوق کا تاثر قائم کیا۔ میں اس سے بھائی صاحب اور محفل میں موجود دوسرے افراد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا خواہش مند تھا۔ چنانچہ جب وہ مجھ سے بے تکلف ہو گئی تو میں نے دریافت کیا جو بھائی صاحب کے بائیں جانب بیٹھا تھا اور اس وقت بھی ایک لڑکی کو یوں گھور رہا تھا جیسے نگاہوں ہی نگاہوں میں کھا جانا چاہتا ہو۔

''اس شخص کا نام ماتھر ہے۔ پولیس کے بڑے عہدے پر فائز ہے۔'' لڑکی نے ناخوش گوار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ ''جاگیردار صاحب نے نہ جانے کیا جادو کر دیا ہے کہ یہ ان کا تابعدار بنا ہوا ہے۔

بڑی سخت گیر طبیعت کا مالک ہے۔ ایک بار جس مجرم کے پیچھے پڑ جائے اسے پانی میں ڈبو کر بھی نہیں چھوڑتا۔"

"سنا ہے جاگیردار صاحب بھی کسی زمانے میں پولیس کے محکمے میں رہ چکے ہیں۔"

"میں نے بھی یہی سنا ہے لیکن ماتھر اور جاگیردار صاحب کی دوستی کا راز تو کچھ اور ہی ہے۔" لڑکی نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"وہ کیا۔" میں نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

"بیگ صاحب کی طبیعت کچھ اور ہے۔ آپ کو تو معلوم ہی ہے۔ آئے دن یہاں محفلیں جمتی رہتی ہیں۔" لڑکی دبی زبان میں بولی "ماتھر صاحب حسین لڑکیوں کے معاملے میں بڑے ندیدے واقع ہوئے ہیں اور بیگ صاحب کے ہاں ہندوستان کی حسین لڑکیوں کا ہجوم ہمیشہ موجود رہتا ہے اسی لیے ماتھر صاحب بیگ صاحب کے زرخرد

غلام بنے ہوئے ہیں۔''

''مگر ماتھر حسین لڑکیوں کی کیا کمی ہے؟'' میں نے اس بار تعجب سے پوچھا۔

''اس کے لیے عورتوں اور لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں ہے لیکن بات یہ ہے جب سے بیگ صاحب یہاں آئے ہیں انہوں نے حسین لڑکیاں چن چن کرانہیں اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے یوں بھی وہ صاحب حیثیت ہیں اس لیے ماتھر کے پاس کوئی چارہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ وہ جاگیردار صاحب کو دوستی کا بھرم بھرتا رہے۔'' لڑکی کچھ دیر مجھے بڑی تفصیل سے بھائی صاحب اور ایس پی ماتھر کے تعلقات کے بارے میں بتاتی رہی پھر اس نے بھائی صاحب کے سیدھے ہاتھ پر بیٹھی ہوئی لڑکی کی سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا ''وہ جو آسمانی لباس میں بیٹھی ہے اس کا نام زہرہ ہے۔ حیدر آباد کے نہ جانے کتنے نواب اس

کی دہلیز پر ناک رگڑ چکے ہیں لیکن بیگ صاحب نے اسے بھی اپنا بے دام غلام بنا رکھا ہے۔ میرا خیال ہے ماتھر آج کل اسی کے چکر میں ہے۔ بڑی غضب کی گانے والی ہے۔''

''پھر تو آج بھی اس کا گانا ضرور ہوگا۔''

''کوئی محفل اس کے بغیر مکمل نہیں سمجھی جاتی۔ جاگیردار صاحب تو ان دونوں اس پر بری طرح والہ وشیدا ہیں۔''

لڑکی بڑی دیر تک میرے پاس بیٹھی ادھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی لیکن جب اس نے محسوس کرلیا کہ میرے التفات میں کوئی شدت پیدا نہیں ہوئی تو وہ منہ بنا کر اٹھ گئی۔ مجھے اسکے اس طرح جانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوئی تھی۔ پاربتی کا نام جس وقت میرے ذہن میں آیا تھا مجھے سارے ہنگامے، یہ راگ رنگ، یہ رقص وسرود، یہ محفل حسن و جمال سب بے کیف اور بے رنگ معلوم ہورہا تھا۔ میں اس محفل میں خود کو سب

سے زیادہ بڑا آدمی سب سے زیادہ طاقت ور شخص سمجھ رہا تھا اور میں تھا بھی۔ میں نے شکتی حاصل کر کے اپنے جذبوں کی قربانی دی تھی۔ پاربتی کے بعد اور کون حسین ہوگا۔ اس پر اسرار طاقت سے بڑی طاقت اور کیا ہوگی۔ میں پاربتی کے لازوال حسن اور اس مہان شکتی سے آسودہ تھا۔ اب مجھے سچ پوچھئے تو انسان حقیر نظر آتے تھے، کیڑے مکوڑے۔ انسانوں نے میرے ساتھ دھوکا بھی تو بہت کیا تھا۔ وہ سامنے میرا بھائی بیٹھا ہوا تھا جو میری دولت کے بل بوتے پر عیش و نشاط کی محفلیں گرم کر رہا تھا۔ میرا جی چاہتا تھا کہ اس ساری محفل کو آگ لگا دوں تاکہ یہ سب جل بھن کر خاک ہو جائیں۔ اب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے اس انتقام کے لیے جو اذیتیں سہی تھیں جن کربناک حالات سے دو چار ہوا تھا۔ اس آگ کو بجھانے کا وقت آ گیا تھا۔ میری نظریں اب

زہرہ پر جمی ہوئی تھیں ۔ کچھ دیر میں یونہی گاؤ تکیے پر نیم دراز اسے گھورتا رہا پھر میرے ذہن میں ایک خیال تیزی سے ابھرا۔ میں نے رقص کرنے والی طوائف کو دیکھا پھر ایک منتر جو مجھے پاربتی نے بتایا تھا پڑھ کر اس کی طرف پھونک دیا۔ میرا منتر کا پھونکنا تھا کہ چبوترے سے ایک شعلہ اٹھا اور طوائف کے جسم کو جھلسا کر غائب ہو گیا۔

محفل جو کچھ دیر پہلے تک باغ و بہار بنی ہوئی تھی یکلخت بدل گئی۔ بیٹھے ہوئے تماش بین بھی اس اچانک اور غیر متوقع حادثے پر دنگ رہ گئے دوسروں کے علاوہ بھائی صاحب اور ماتھر بھی اٹھ کر چبوترے کی طرف لپکے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ناچنے والی رقاصہ کے گرد لوگوں کا ہجوم جمع ہو گیا۔ لڑکیاں اپنی اپنی جگہوں پر سہمی بیٹھی تھیں ۔ مجھے اسی وقت کا انتظار تھا چنانچہ میں بڑے اطمینان سے اٹھا اور قدم بڑھاتا زہرہ کے قریب جا کر بڑی بے تکلفی سے بیٹھ گیا۔ وہ چبوترے کی طرف متوجہ

تھی۔

''زہرہ بائی' کیا دیکھ رہی ہو اس طرف۔'' میں نے زہرہ کو مخاطب کیا تو وہ اس طرح چونک پڑی جیسے میرے جملے بم بن کر اس پر گرے ہوں ایک نظر اس نے مجھ پر ڈالی پھر تیوری پر بل لا کر بولی۔

''کون ہو جی تم۔''

''گھبراؤ نہیں زہرہ بائی۔ میں نے یہ شعبدہ محض تمہارا قرب حاصل کرنے کے لیے دکھایا تھا۔''

''چلتے پھرتے نظر آؤ اجنبی۔'' زہرہ بگڑے ہوئے تیور سے بولی ''اگر میں نے تمہاری جسارت کی اطلاع جاگیردار صاحب کو کر دی تو پھر محفل میں تمہاری تکا بوٹی کر دی جائے گی۔''

''بڑا گھمنڈ ہے تمہیں اپنے جاگیردار ہونا پر کیوں؟'' میں نے اسے غصہ دلانے کی خاطر نفرت سے کہا۔

''ٹھہرو۔'' ابھی بتاتی ہوں تمہیں۔'' زہرہ چمک کر بولی۔ وہ جانے کے لیے اٹھی تو میں نے ہاتھ پکڑ لیا اور غصیلے لہجے میں بولا۔

''بیٹھی رہو زہرہ۔ کیوں تکلیف کرتی ہو۔ مجھے غصہ مت دلاؤ ورنہ میں تمہارا یہ حسن بھی خاک میں ملا دوں گا۔''

زہرہ نے اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے چھڑا لیا اور بل کھاتی ہوئی کھڑی ہو گئی لیکن ابھی وہ بمشکل دو چار قدم ہی آگے بڑھ سکی تھی کہ میں نے دوسرا منتر پڑھ کر اس کی طرف پھونک دیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ چیختی ہوئی فرش پر گری اور اس طرح تڑپنے لگی جیسے کوئی غیر مرئی قوت اس کا گلا دبا رہی ہو۔ بھائی صاحب نے زہرہ کی چیخ کی آواز سنی تو بوکھلائے ہوئے پلٹے۔ ایس پی ماتھر بھی ان کے ساتھ تھا۔ بھیڑ جواب تک جلس جانے والی طوائف کے گرد جمع تھی زہرہ کے گرد جمع ہو گئی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یکے بعد دیگرے دو حادثے اچانک کیسے رونما

ہو گئے۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" بھائی صاحب کی گرج دار آواز حال میں گونجی۔

بھائی صاحب زہرہ کے قریب بیٹھے پوچھ رہے تھے کہ اسے کیا ہوا لیکن وہ جواب دینے کے بجائے ماہی بے آب کی طرح تڑپے جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک میں اپنی جگہ بیٹھا یہ تماشا دیکھتا رہا پھر اٹھ کر مجمع کو ہٹاتا ہوا آگے بڑھا اور گرج دار آواز میں بولا۔

"تم سب اس عورت سے دور ہو جاؤ۔ میں اس کی بیماری کا علاج جانتا ہوں۔"

میری آواز میں کچھ ایسی ہی گھن گرج تھی کہ باقی افراد تو پیچھے ہٹ گئے لیکن بھائی صاحب اور ماتھر وہیں موجود رہے اور مجھے گھورنے لگے۔

"کون ہو تم؟" ماتھر نے مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے سوال

کیا۔

''یہ میں سے آنے پر بتاؤں گا ماتھر جی کہ میں کون ہوں۔'' میں نے ماتھر کو ٹکا سا جواب دیا پھر اپنا ہاتھ بلند کر کے میں نے ایک اور منتر پڑھا اور آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ زہرہ کے گال پر رکھ دیا۔ میرے ہاتھ کا زہرہ۔ پر لگنا تھا کہ وہ یک دم ٹھیک ہو گئی اور یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سب کو دیکھنے لگی جیسے پوچھ رہی ہو کہ اسے فرش پر کس نے لٹایا ہے پھر اس کی نظر مجھ پر پڑی تو تیزی سے اٹھی اور بھائی صاحب کا ہاتھ تھام کر بولی۔

''جاگیردار صاحب، مجھے اس شخص سے بچاؤ۔ یہ مجھے کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے۔''

میں نے زہرہ کے چہرے سے نظر ہٹا کر بھائی صاحب کی طرف دیکھا تو دل ہی دل میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ اس وقت مجھے جن نظروں

سے دیکھ رہے تھے۔ ان سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہے ہوں۔ میں نے اپنی آنکھیں ان کی آنکھوں میں ڈال دیں اور شدید غیظ و غضب کے عالم میں بھائی صاحب کو دیکھا۔ مجھے یقین ہے کہ میری آنکھوں سے اس وقت خون رس رہا تھا۔ میری حالت کو دیکھ کر بھائی صاحب تو کچھ نہ بولے لیکن ماتھر کڑک کر مخاطب ہوا۔

''کیا نام ہے تمہارا؟''

''میرا نام کرشن کمار مہاراج ہے ماتھر جی۔'' میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا'' آج ہی یاترا سے واپس آیا ہوں۔ کسی نے بتایا کہ یہاں سندر ناریاں ناچ رہی ہیں۔ سو بھیس بدل کر چلا آیا۔''

''لیکن تمہیں اندر آنے کی اجازت کس نے دی تھی۔'' ماتھر غصے سے بولا۔ جوش کے مارے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

’’بھگوان کی دھرتی پر رشی منی اور پجاریوں کو کہیں آنے جانے کے لیے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی ماتھر جی۔ پرنتو کیا میں جان سکتا ہوں کہ تم اتنے لال پیلے کیوں ہو رہے ہو۔‘‘

’’بکواس بند کرو ورنہ جیل بند کر کے سڑوا دوں گا۔‘‘

ماتھر نے گرج کر کہا۔

اچانک گزرے ہوئے واقعات دوبارہ میری ذہن میں آ گئے۔ یہی جملے جائداد کے بٹوارے کے وقت میرے بڑے بھائی نے مجھ سے کہے تھے۔ میرے زخم ہرے ہوئے تو انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ مجھے بذات خود ایسا لگ رہا تھا جیسے میرے تمام جسم سے شعلے نکل رہے ہوں۔ قریب تھا کہ میں کوئی سخت اقدام کر گزرتا کہ بھائی صاحب لپک کر میرے قریب آئے اور آہستہ سے بولے۔

’’کیا واقعی تمہارا نام کرشن کمار ہے۔‘‘

''کیوں تمہیں اچنبھا کیوں ہو رہا ہے جا گیر دار صاحب بہادر۔''
میں نے سخت لہجے میں کہا۔
''میں نہیں مان سکتا۔تم افضل بیگ ہو۔ہو بہو افضل بیگ۔''
''افضل بیگ۔''میں نے فلک شگاف قہقہہ بلند کیا پھر یکلخت سنجیدگی اختیار کر کے بولا''کس افضل بیگ کی بات کر رہے ہو جا گیر دار صاحب۔''
''تم۔۔تم صدفی صدو ہی ہو۔''بھائی صاحب نے بڑے وثوق سے کہا''میری نگاہیں دھوکا نہیں کھا سکتیں۔تمہارا نام افضل بیگ ہے۔''
''نہیں۔میرا شبھ نام کرشن کمار مہاراج ہے۔''میں حقارت سے بولا''تم جس افضل بیگ کی بات کر رہے ہو' جا گیر دار صاحب اسے مرے ہوئے ایک مدت گزر گئی۔وہ کمزور تھا اس لیے اس کا مر جانا ہی اچھا تھا۔''

بھائی صاحب حیرت سے منہ پھاڑے کھڑے مجھے دیکھتے رہے۔
زہرہ بائی کی خشمگین نگاہیں بھی میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ ایس پی ماتھر غصے میں تھر تھر کانپ رہا تھا۔ بھائی صاحب خاموش ہوئے تو وہ بولا۔

''بیگ صاحب' کیا آپ اس شخص سے واقف ہیں۔''

''ماتھر۔'' میں بگڑے ہوئے تیور سے بولا ''تمہیں کس بات کی چنتا بیاکل کر رہی ہے۔ یوں بھی جب دو منش بات کر رہے ہوں تو کسی تیسرے کا درمیان میں ٹانگ پھنسانا اچھا نہیں ہوتا۔

''ماتھر۔ تم درمیان میں نہ بولو۔'' بھائی صاحب نے جلدی سے کہا ''میں اس آدمی کو جانتا ہوں۔ اچھی طرح جانتا ہوں۔''

''تم میرے حال پر دیا مت کرو جاگیردار صاحب۔'' میں نے نفرت سے کہا پھر ماتھر کو گھور کر بولا'' ماتھر جی' تمہارے من میں کیا ہے یہ میں

اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم زہرہ بائی کے کارن مجھے نیچا دکھانے کا جو جو خواب دیکھ رہے ہو وہ کبھی پورا نہیں ہوگا۔ پرنتو اگر تم میں اتنی شکتی ہے کہ تم مجھ سے ٹکر لے سکو تو میں تمہیں منع نہیں کروں گا۔ آز مالو دو چار ہاتھ۔''

میں نے یہ جملہ جان بوجھ کر بولا تھا۔ ایس پی ماتھر میرا جواب سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ زہرہ بائی کی موجودگی میں وہ بھلا اپنی بے عزتی کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ زہرہ بائی کے علاوہ دوسرے معزز افراد کا خیال بھی اسے تھا چنانچہ ایک ہی سانس میں جو کچھ اسکے منہ میں آیا کہتا چلا گیا پھر وہ بڑی جلالی حالت میں میری طرف بڑھا ہی تھا کہ میں نے پاربتی کا نام لے کر خونخوار نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اُس نے تمام حاضرین کو حواس باختہ کر دیا۔ ایس پی ماتھر فرش پر پڑا ابری طرح تڑپ رہا تھا۔ اسکے منہ سے جھاگ نکل رہی

تھی پھر یکلخت اس کا تنو ر جسم دو چار جھٹکے لے کر ساکت ہو گیا۔
بھائی صاحب اور زہرہ بائی کے چہرے فق ہو کر رہ گئے۔ حاضرین جوتے چھوڑ کر بے تحاشا بھاگنے لگے۔ چند منٹ پیشتر جہاں راگ رنگ اور رقص و سرود کی محفل گرم تھی اب وہاں میرے بھائی صاحب زہرہ بائی اور دو خواجہ سراؤں کے علاوہ کوئی موجود نہ تھا۔ سارا ماحول بے حد پر اسرار اور ڈراؤنا ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک موت کی خاموشی طاری رہی پھر بھائی صاحب نے لڑکھڑائی آواز میں مجھے مخاطب کر کے پوچھا۔

''افضل بیگ' کیا تم نے اسے مار ڈالا۔''

''کرشن کمار مہاراج کہو جاگیر دار صاحب۔'' میں نے گرج کر کہا ''کیا تم یہ بھول گئے تھے کہ ظلم جب حد سے گزر جائے تو پاؤں تلے دبی ہوئی چیونٹی بھی کاٹ لیتی ہے۔ میں کبھی تمہارا بھائی تھا جسے تم نے

گرفتار کرادینے کی دھمکی دے کر جائداد سے محروم کردیا تھا اور دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا تھا۔ پر نتواب سمے آگیا ہے جب تمہیں بھی میری طرح سخت کٹھناؤں سے دوچار ہونا پڑے گا اور یقین کرو جاگیردار صاحب میں بھی تمہارے ساتھ کوئی رحم نہیں کروں گا۔"

بھائی صاحب چونکہ میری قوت کا مظاہرہ دیکھ چکے تھے اس لیے میری بات سن کر ان کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ منہ سے کچھ نہ بولے لیکن میں محسوس کررہا تھا کہ اس وقت ان پر سکتے کی کیفیت طاری ہے۔ زہرہ بائی ششدر کھڑی سب کچھ سن رہی تھی جب اس نے دیکھا کہ جاگیردار صاحب کی امارت میرے سامنے بے بس ہوگئی ہے تو اس نے بچ کر نکل جانا چاہا لیکن ابھی وہ دروازے تک ہی پہنچی تھی کہ میں نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

"تم کہاں جارہی ہو زہرہ بائی' کیا پریم اسی کو کہتے ہیں کہ جب چاہنے

والے پر برا وقت آئے تو محبوب جان بچا کر بھاگ جائے۔ کیا تم اس آڑے وقت میں جاگیردار صاحب کا ساتھ نہیں دو گی۔''

''مہاراج۔۔میں بے قصور ہوں۔۔مجھے معاف کردو۔'' زہرہ بائی جو بری طرح مجھ سے خائف ہو چکی تھی' گڑگڑانے لگی ''میں نے تمہارے ساتھ کوئی دھوکا اور فریب نہیں کیا۔''

''کیوں؟ کیا تم نے بھی میری تکہ بوٹی کرادینے کی دھمکی نہیں دی تھی اور کیا تم نے اب تک جاگیردار صاحب سے لاکھوں روپے نہیں بٹورے ہوں گے جن میں کچھ حصہ میرا بھی تھا۔''

''میں آپ کو منہ مانگی رقم دینے کو تیار ہوں مہاراج بشرطیکہ آپ مجھے معاف کر دیں۔''

''میں تجھے شما کرسکتا ہوں پرنتو تجھے اپنے پاپوں کے لیے تھوڑا کشٹ ضرور اٹھانا ہوگا۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر اپنا سیدھا ہاتھ

اٹھا کر درمیانی انگلی جھٹک دی۔

میرا انگلی کا جھٹکنا تھا کہ ایک شعلہ تیزی سے لپکا اور پل بھر میں زہرہ بائی کے حسین چہرے کو جلا کر مسخ کر گیا۔ درد کی شدت سے اس نے کیریناک چیخ ماری پھر بے ہوش ہو کر فرش پر بچھے قالین پر الٹ گئی۔ دونوں خواجہ سرا کولہے منکاتے تیزی سے بھاگ گئے۔ بڑے ہال میں اب میرے اور بھائی صاحب کے علاوہ

اور کوئی تیسرا نہیں تھا۔ بھائی صاحب کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ میں نے اس کی نگاہوں میں رحم کی درخواست پڑھی تو انتقام کا جذبہ اور بھڑک اٹھا لیکن میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کیا۔ بھائی صاحب کی حالت میں۔۔۔ گنگ سے کھڑے مجھے خوف زدہ نظروں سے گھورتے رہے پھر مردہ سی آواز میں بولے۔

''میں نے تمہاری جو حق تلفی کی ہے اس کا مجھے افسوس ہے لیکن اب

میں تمہیں تمہارا حق دینے کو تیار ہوں۔''

''اب سمے بیت چکا ہے جاگیر دار صاحب۔'' میں نے حقارت سے جواب دیا'' جب میں کمزور اور بے بس تھا اس وقت تم نے مجھے دھتکار دیا تھا لیکن آج جب میں دیوی دیوتاؤں کی کرپا سے مہان شکتی کا مالک بن چکا ہوں تو تم میرے سامنے سر جھکا رہے ہو۔ پرنتو مجھے یہ سودا منظور نہیں۔ میں نے آج تک جو اذیتیں برداشت کی ہیں، وہ میں جانتا ہوں اور اس کا تقاضا ہے کہ اب تمہیں ایسی سزا دی جائے کہ تم تمام جیون یاد رکھو اور اپنی دولت اور حکومت کے نشے میں آ کر کسی مجبور کا دل نہ دکھا سکو۔''

''م۔۔ میں۔۔ میں تمہارا بڑا بھائی ہوں۔'' بھائی صاحب نے ہکلاتے ہوئے کہا۔'' میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے تمہارے ساتھ بڑا ظلم کیا لیکن تمہاری بھاوج اور بھتیجوں نے تو کچھ نہیں کیا۔ اگر تم نے

مجھے زک پہنچائی تو اس کا اثر ان لوگوں پر بھی پڑے گا۔''

''کیا مجھے جائداد سے محروم کرتے وقت تمہیں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ باپ کی آتما قبر میں تڑپ اٹھی ہوگی۔''میں نے نفرت سے کہا۔

''وہ سب ٹھیک ہے مگر اب تو تم جتنی دولت چاہو' میں تمہیں دے سکتا ہوں۔''

''اب مجھے کچھ نہیں چاہیے جاگیر دار صاحب۔''میں زہر خند لہجے میں بولا''پاربتی دیوی کی کرپا سے اب مجھے اتنی شکتی حاصل ہے کہ اگر میں مٹی کو بھی ہاتھ لگاؤں تو وہ بھی سونا بن سکتی ہے۔''

''تم چاہتے کیا ہو پھر؟''

''میں جو چاہتا ہوں' وہ تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔''

میں نے غصیلی آواز میں کہا۔

''نہیں۔۔نہیں افضل نہیں۔۔میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔

بھائی صاحب خوف کے مارے تھر تھر کانپنے لگے۔ ان کو اس درجہ خوف زدہ دیکھ کر مجھے یک گونہ مسرت ہو رہی تھی لیکن میرا جذبہ انتقام ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا چنانچہ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''گھبراؤ مت جاگیردار صاحب' میں تمہیں ماتھر کی طرح جان سے نہیں ماروں گا لیکن تمہیں سزا دیے بغیر میرا کلیجہ ٹھنڈا ابھی نہیں ہوگا اس لیے میں اپنی مہان شکتی سے تم کو اندھا اور لنگڑا کر دوں گا تا کہ تمام دنیا تمہارے اس عبرت ناک انجام کو دیکھتی رہے۔ رہا مال و دولت کا سوال تو وہ میں نہیں لوں گا۔ تمہارا خزانہ تمہارے بیوی اور بچوں کے کام آئے گا۔''

میرا خیال تھا کہ بھائی صاحب ابھی میرے سامنے اور ہاتھ جوڑیں گے اور گڑگڑائیں گے لیکن میرا جملہ سنتے ہی وہ ڈر کے بھاگنے لگے۔ میں نے انہیں بزدلی سے بھاگتے دیکھا تو پاربتی کا نام لے کر ایک منتر

پڑھ کر ان کی طرف پھونک دیا پھر وہی ہوا جو میری خواہش تھی۔ بھائی صاحب نے ایک کربناک چیخ ماری اور لنگڑانے لگے۔ دونوں ہاتھ سے داہنے پاؤں کا گھٹنا تھامے وہ درد کی شدت سے تڑپ رہے تھے۔

''افضل بیگ۔۔تم کمینے ہو۔۔ذلیل ہو۔۔میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

''میں کمینہ ہوں تم بڑے دیالومنش ہو۔تم نے مجھے بھلا کون سا زندہ چھوڑا تھا جواب مارو گے۔تم اپنی تمام زیادتیاں بھول گئے۔کیا اب بھی کوئی تیر رہ گیا ہے بڑے بھائی صاحب میں تمہیں سزا دینے آیا ہوں۔میں تمہیں اندھا کر دوں گا تا کہ تم لوٹی ہوئی دولت کے دلفریب نظاروں سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جاؤ۔بس اب بہت ہو چکا۔'' میں نے نفرت سے کہا۔پھر دوسرا منتر پڑھ کر اس کی آنکھوں کی طرف پھونکا۔اس بار بھائی صاحب کے حلق سے ابھرنے والی چیخ

بڑی ہی کریناک تھی۔ گھٹنا چھوڑ کر انہوں نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیے اور زمین پر تڑپنے لگے جیسے ذبح ہوتے وقت بکرا ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ ان کی آنکھوں سے بہتے ہوئے خون سے پورا چہرا لہولہان ہو گیا تھا۔

ابھی میں یہ تماشا دیکھ ہی رہا تھا کہ ہال میں یکے بعد دیگرے تین ہٹے کٹے پولیس والے گھس آئے۔ ان کے ساتھ ایک خواجہ سرا بھی تھا جس نے غالباً حال میں ہونے والے ہنگامے کی اطلاع انہیں دی تھی۔

میں اپنی جگہ بے پرائی سے کھڑا ان کو دیکھتا رہا۔ اچانک ایک پولیس والے کی نظر اپنے ایس پی کی تلاش پر پڑی تو وہ حیرت سے اچھل پڑا اور مجھے مخاطب کر کے بڑے کرخت لہجے میں بولا''

ایس پی صاحب کا قتل کس نے کیا ہے۔''

''مجھے کیا پتا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا'' تم خود ہی چھان

بین کر کے معلوم کر لو۔''

''قاتل یہی ہے بھائی صاحب تڑپتے ہوئے بولے۔''اسے گرفتار کر لو یہی مردود ہمارا قاتل ہے۔''

تینوں پولیس والے بیک وقت میری طرف بڑھے لیکن پھر اچانک یوں ساکت ہو گئے جیسے اچانک کسی غیر مرئی قوت نے ان کے جسموں سے روح قبض کر کے انہیں پتھر کی بے جان مورتیوں میں تبدیل کر دیا ہو۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ یہ کیوں کر ہوا کہ خوشبو کا ایک تیز جھونکا میری قوت شامہ سے ٹکرایا۔ اس کے ساتھ ہی میرے کانوں میں پاربتی کی مدھر آواز گونجی۔

''کرشن کمار، ہم نے تمہیں جو مہان شکتی دان کی ہے اس کا استعمال اس طرح نہ کرو دھرتی کے رہنے والے تمہیں بھگوان سمجھ کر تمہاری پوجا شروع کر دیں۔''

''دیوی۔''میں آنکھ بند کر کے خوشی سے سرشار لہجے میں بولا''آج میری بیاکل آتما کو چین آ گیا۔ آج میرے ہردے میں دہکتی آگ کچھ کم ہوئی ہے۔ تیری بڑی کرپا ہے دیوی جو تم نے اپنے سیوک کو اپنی شکتی دان کر دی۔''

''کرشن' تمہارا یہاں دیر تک رکنا مناسب نہیں ہے۔''

اتنا کہہ کر خوشبو کا جھونکا غائب ہو گیا۔ میں نے آنکھ کھول کو ماحول کا جائزہ لیا تو مجھے ہنسی آ گئی۔ تینوں پولیس والے اور خواجہ سرا تقریباً پتھر کے بے جان بتوں کی طرح اپنی اپنی جگہ کھڑے تھے۔ وہ آگے بڑھنا چاہتے تھے لیکن ان کے قدم رک جاتے تھے۔ میں ان کے قریب سے ہو کر گزرتا چلا گیا لیکن وہ کچھ نہ کر سکے۔ وہ اپنی جگہ مضطرب کھڑے رہے۔

میں قدم بڑھاتا کوٹھی سے باہر آیا اور پیدل ہی ہوٹل کی طرف چل پڑا

گاڑی میں نے پہلے ہی واپس کر دی تھی۔ کہیں ہنگامے کی صورت میں ڈرائیور کو بھی یہ راز معلوم نہ ہو جائے کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔''

میرے دل پر چھایا ہوا بوجھ اب کسی حد تک اتر چکا تھا۔ آج میرے انتقام کا سب سے بڑا مرحلہ پورا ہو گیا تھا۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ بھائی صاحب نے مجھے یہ بتا دیا تھا کہ ان کی بیوی ابھی حیات ہیں اور بچے بھی ہو چکے ہیں ورنہ عین ممکن تھا کہ میں غیظ و غضب کی حالت میں ان کا بھی وہی حال کرتا' جو ماتھر کا کر چکا تھا۔ بہر حال مجھے اطمینان تھا کہ میں نے جاگیردار صاحب کو ایسی سزا دی ہے کہ جسے وہ مرتے مرتے بھی نہ بھلا سکیں گے۔ اب مجھے اپنے دوسرے بھائیوں سے انتقام لینا تھا۔ ہر چند کہ وہ بڑے بھائی کے مقابلے میں زیادہ قصوروار نہیں تھے لیکن جس وقت میری حق تلفی کی گئی تھی' اس وقت ان لوگوں نے بھی میری طرف سے نظریں پھیر لی تھیں اور میری حمایت میں

ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔

کوٹھی سے میرا ہوٹل جہاں میں قیام کر رہا تھا' بمشکل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر تھا لیکن میں نے جان بوجھ کر اپنے انداز کے مطابق ایک طویل راستہ اپنایا تھا جو زیادہ تاریک اور سنسان تھا۔ گو کہ مجھے کسی کا خوف نہیں تھا پھر بھی میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ خواہ مخواہ کوئی آدمی میرا پیچھا کرنے کی کوشش کرے اور وہ غریب بھی مفت میں مارا جائے۔ میری نظروں کے سامنے اس وقت بھی وہی دل خوش کن منظر گھوم رہا تھا جب بھائی صاحب اندھے ہو کر زمین پر تڑپ رہے تھے اور انہوں نے پولیس والوں کو میری گرفتاری کا حکم صادر فرمایا تھا۔ ان کی کربناک چیخوں کی آواز اب بھی میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔

جب میں اپنی دھن میں مست ہوٹل کی طرف جا رہا تھا' میرا جی پاربتی سے ملنے کو چاہ رہا تھا جو مسرت مجھے اس وقت ملی تھی' وہ سب اسی

کی کرپا تھی۔ طاقت بڑی چیز ہے۔اس کا نشہ ہی کچھ اور ہوتا ہے اس میں جو لذت ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں۔ میرے سامنے اب دنیا ہیچ تھی۔ میرا دل کارناموں پر کارنامے انجام دینے کے لیے مضطرب تھا۔ میری داستان کا یہ نقطہ عروج تھا۔ میں نے اپنے بڑے بھائی سے انتقام لے لیا تھا۔ میں مستقبل میں اپنی خوب صورت زندگی کے متعلق

سوچ رہا تھا کہ اچانک اس سنسان اور اندھیرے راستے میں ایک واقعہ پیش آیا جو مجھے یوں یاد رہا کہ اس کی نوعیت عجیب تھی۔ پہلی بار میں نے کسی دوسرے کے معاملے میں ٹانگ اڑائی تھی۔ میرا خیال ہے کہ میں اسے قارئین کو بھی سنا دوں۔ یوں تو اس کے بعد عجیب و غریب کارناموں کا ایک طویل سلسلہ ہے مگر انہیں نہیں لکھوں گا بلکہ یہ تحریر اپنی سرگزشت تک محدود رکھنے کی کوشش کروں گا۔ ہاں تو میں

ہوٹل کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک مخالف سمت سے کوئی نمودار ہو کر اتنی زور سے مجھ سے ٹکرایا کہ میں نے اگر فوری طور پر خود کو سنبھال نہ لیا ہوتا تو یقیناً گر پڑا ہوتا۔ ٹکر اس قدر زوردار اور اچانک تھی کہ میرا اچھا خاصا موڈ خراب ہو گیا۔ قریب تھا کہ میں گھوم کر غصے سے ٹکرانے والے پر وار کر بیٹھتا کہ ایک گھبرائی ہوئی نسوانی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''معاف کرنا بھائی۔''

''تم کون ہو۔'' میں نے سنبھل کر اس عورت کو دیکھا جو سرتاپا ایک سفید چادر اپنے جسم کے گرد لپٹے منہ دوسری طرف کئے کھڑی تھی۔ میں اس کی آواز سن کر ہی سمجھ گیا تھا کہ اس پر ضرور کوئی افتاد پڑی ہے۔ اس کی پھولی پھولی سانسوں نے میرے اندازے کی تصدیق بھی کر دی تھی۔ اندھیرے کی وجہ سے میں اس کی شکل نہیں دیکھ سکا تھا۔

عورت مجھے جواب دینے کی بجائے آگے بڑھی تو میں نے لپک کر اس کا راستہ روک لیا اور نرمی سے بولا۔

''بہن، جب تو نے مجھے بھائی کہا ہے تو پھر مجھے اپنا دکھ بتانے سے کیوں گھبراتی ہے شاید میں تیری کوئی مدد کر سکوں۔''

''خدا کے لیے مجھے جانے دو۔ اگر وہ پیچھا کرتا ہوا یہاں آ گیا تو مجھے جان سے مار ڈالے گا۔'' عورت نے خوف زدہ آواز میں کہا پھر پلٹ کر پیچھے کی طرف دیکھنے لگی۔

''کیا وہ تیرا کوئی دشمن ہے جو تجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔'' میں نے بدستور نرم آواز میں سوال کیا۔

''دشمن۔۔'' عورت نے درد بھرے لہجے میں کہا پھر توقف سے بولی ''اگر وہ دشمن ہی ہوتا تو مجھے ملال نہ ہوتا۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ وہ میرا شوہر ہو کر بھی میری جان کا لاگو ہو گیا ہے۔''

''بات کیا ہے' مجھے سچ سچ بتا۔ شاید میں تیری کوئی مدد کر سکوں۔ کیا تیرے شوہر کو تجھ پر شک ہو گیا ہے۔''

''ہاں۔'' عورت نے ایک بار پھر پلٹ کر پیچھے کی سمت دیکھتے ہوئے کہا'' اسے شبہ ہے کہ میں بدکار ہوں۔ بھائی میں اپنے خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ آج تک میں نے کبھی اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور مرد کو ایک نظر بھی نہیں دیکھا۔''

''پھر۔۔۔ شبے کی کیا وجہ ہے۔'' میں نے قدرے سنجیدگی سے پوچھا۔

''مجھے مت روکو بھائی' وہ مجھے کمرے میں نہ پا کر ضرور میرا پیچھا کرے گا۔''

''بہن تو نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔'' میں نے اسے مزید تشفی دیتے ہوئے کہا'' مجھے اپنی پوری کتھا سنا دے۔ میں وچن دیتا ہوں کہ تیری مدد ضرور کروں گا۔''

''کیا تم ہندو ہو۔'' عورت نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا تو مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا۔ میں نے دو چار لفظ چونکہ ہندی کے بول دیے تھے اس لیے وہ مجھے ہندو سمجھ بیٹھی تھی۔

''گھبراؤ مت' میں یونہی روانی میں وچن اور کتھا کے لفظ بول گیا تھا۔ ہاں تو تم نے بتایا نہیں کہ تمہارے شوہر کو تمہارے اوپر بدکردار ہونے کا شک کیسے ہوا تھا۔''

''اس نے اپنے بھائی کے کہنے پر مجھے گناہ گار تصور کرلیا ہے۔'' عورت نے آہستگی سے کہا'' دراصل وہ بے حد بے غیرت اور بدکردار واقع ہوا ہے۔

اس نے اپنی بھابی پر بری نظر ڈالی۔ وہ مجھے گناہ گار کرنا چاہتا تھا۔ میرے انکار پر وہ مجھ سے بدلہ لینے پر آمادہ ہوگیا اور نہ جانے اپنے بھائی سے کیا کیا الٹی سیدھی لگادی یا جادو کردیا کہ وہ میرا دشمن ہوگیا۔

گزشتہ ایک ہفتے سے وہ مجھے کمرے میں بند کئے ہوئے مجھ پر ظلم توڑ رہا تھا۔ اس نے مجھے لاٹھیوں سے مارا ہے اور بھوکا پیاسا رکھا۔ آج اتفاق سے مجھے موقع مل گیا اور میں وہاں سے بھاگ نکلی۔''

''اب کہاں جانے کا ارادہ ہے۔''

''سوچتی ہوں، رسوائی کی اس زندگی سے نجات حاصل کرلوں یا پھر گلبرگ میں اپنی بیوہ اور معذور ماں کے پاس چلی جاؤں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا بھائی، میں کیا کروں۔''

''تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے میرے ساتھ اپنے شوہر کے گھر واپس چلو۔''

''نہیں۔۔وہ مجھے جان سے مار ڈالے گا۔'' عورت نے ملتجی آواز میں جواب دیا۔

''میرے ہوتے ہوئے تمہیں نہیں ڈرنا چاہیے۔ میں تم سے وعدہ کرتا

ہوں کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

پہلے تو وہ عورت کسی طور گھر جانے پر آمادہ نہ ہوئی اور بار بار یہی کہتی رہی کہ شوہر اسے زندہ نہ چھوڑے گا لیکن جب میں نے اسے ہر طرح سے یقین دلایا کہ میری موجودگی میں اس کا شوہر یا دیو اس کا بال بھی بیکا نہ کر سکیں گے اور یہ کہ میں حالات پر قابو پا لوں گا اور وہ طوعاً و کرہاً میرے ساتھ واپس جانے پر آمادہ ہو گئی۔

عورت کا گھر دو فرلانگ دور تھا۔ راستے میں وہ مجھے اپنے اور اپنے شوہر کے ظلم کے بارے میں بہت ساری باتیں بتاتی رہی۔ شاید اس لیے کہ اسے میری باتوں پر مکمل اعتماد ہو گیا تھا یا پھر یہ ممکن تھا کہ وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے مجھے ہمدرد جان کر سب کچھ کہے جا رہی تھی لیکن میں اپنی سوچوں میں گم تھا جہاں تک اس عورت کی ذات کا تعلق تھا۔ میں نے اس سے پہلے کبھی اس کی آواز سنی تھی مگر اتنا

مجھے یقین تھا کہ وہ انتہائی شریف اور اعلیٰ کردار کی مالک ہے۔ گھر سے وہ محض اس لیے فرار ہوئی تھی کہ اپنی زندگی کو داؤ پر لگا کر شوہر اور اس کے بھائی کے درمیان کوئی خطرناک صورت نہ پیدا ہونے دے۔

بہر میں طے کر چکا تھا کہ اس بے کس اور مجبور عورت کی مدد ضرور کروں گا۔

جس وقت وہ مجھے اپنے ساتھ لیے اپنے مکان پر پہنچی تو اندر سے زور زور سے باتیں کرنے کی آواز آ رہی تھی۔ کوئی مرد بڑے غصے کی حالت میں عورت کو گالیاں بک رہا تھا۔ دوسرا اس کے اشتعال کو اور ہوا دے رہا تھا۔

میں سمجھ گیا کی عورت کا شوہر اپنے کمینہ خصلت بھائی سے مخاطب ہے اشارے سے میں نے عورت کو باہر رکنے کو کہا پھر بے دھڑک مکان کے اندر داخل ہو گیا۔ جس کمرے میں وہ دونوں موجود تھے اس کے

دروازے پر پہنچ کر میں خاموشی سے رک گیا اور ان کی گفتگو سننے لگا۔

''لیکن وہ اس وقت گئی کہاں ہوگی۔'' ایک شخص نے جس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا' تلملاتے ہوئے کہا۔ یہ غالباً اسی عورت کا شوہر تھا جو راستے میں مجھ سے اتفاقاً ٹکرا گئی تھی۔

''میں نے تو آپ سے پہلے کہا تھا بھائی صاحب اس کے لچھن اچھے نہیں ہیں۔'' دوسرا بولا ''ماں کے گھر بھلا کیا منہ لے کر جائے گی اور چلی بھی گئی تو وہ بڑھیا کھلائے پلائے گی کہاں سے۔''

''تم نے اگر مجھے تفصیل سے بتایا ہوتو میں اسے زندہ دفن کر دیتا۔'' شوہر نے کف افسوس ملتے ہوئے غصیلی آواز میں کہا ''لوگوں کو حالات کا علم ہوگا تو وہ کیا سوچیں گے۔''

''اگر آپ کہیں تو میں جا کر اس کے گھر والوں سے پتا کروں۔ ہوسکتا ہے وہ وہیں چلی گئی ہو۔''

''اس وقت تمہارا وہاں جانا ٹھیک نہیں۔ صبح دیکھا جائے گا۔ عورت کا شوہر جو درمیانے طبقے کا ایک فرد نظر آتا تھا جھلا کر بولا پھر وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ اچانک اس کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ میں نے اس کی غصیلی آنکھوں میں خون ابلتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ وہ مجھے کن نظروں سے جانچنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اس کے تیور ہر لحظہ خراب ہوتے جا رہے تھے۔ اس کی دیکھا دیکھی اس کے بھائی نے بھی مجھے گھورنا شروع کر دیا لیکن میں بدستور لاپروائی سے کھڑا ان کے چہروں کے بدلتے ہوئے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

''کون ہو تم اور تمہیں میرے مکان میں بلا اجازت داخل ہونے کی ہمت کیسے ہوئی۔'' عورت کے شوہر نے مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے سخت لہجے میں مخاطب کیا۔

''میرا نام کرشن کمار ہے۔ آج ہی اجودھیا سے یاترا کر کے واپس پلٹا

ہوں ٗادھر سے گزر رہا تھا کہ تم لوگوں کی آوازیں سنیں اور اندر چلا آیا۔ ''میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''تو تم ہندو ہو۔ '' دوسرے نے نفرت سے کہا۔

''دھرم کو بیچ میں مت لاؤ مترو (دوستو) پیر اور پنڈت پجاری دھرم کی جھوٹی سچی باتوں سے بہت بلند ہوتے ہیں۔ ''

میں نے اس بار قدرے سنجیدگی سے کہا۔

''میں جانتا ہوں کہ تم لوگ سادھوں اور پجاریوں کا روپ دھار کر چوری چکاری کے مقصد سے گھروں میں گھس آتے ہو اس لیے اگر جان کی سلامتی چاہتے ہو تو سیدھی طرح اپنا راستہ ناپو ورنہ جوتے مار کر نکالے جاؤ گے۔ ''

''پجاریوں سے تمہارا برتاؤ ٹھیک نہیں ہے۔ ''میں نے سخت لہجے میں کہا ''مہان دیوی اور دیوتاؤں نے میری آنکھوں کو ایسی شکتی دان کر

دی ہے کہ میں من کا بھید بھی جان سکتا ہوں۔ کیا تم اس سے اپنی دھرم پتنی کی باتیں نہیں کر رہے تھے۔''

''پجاری۔'' دوسرے بھائی کا قہقہہ ابل پڑا'' دیوتاؤں نے تجھے شکتی دان کر دی ہے۔'' وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا'' میں کہتا ہوں ہمارے درمیان نہ پڑ۔ جا اپنا راستہ سنبھال۔ اگر مجھے طیش آ گیا تو سارا پجاری پن اور دان کی ہوئی شکتی نکال دوں گا۔'' وہ مجھ پر برس پڑا۔

''تو چپ رہ پاپی' زبان کو لگام دے۔ یہ سب تیرے ہی کارن ہے۔ تو نے اپنے بھائی کی استری پر جو جھوٹے الزام لگائے ہیں' میں اس کی اصلیت کو جان چکا ہوں۔ کیا یہ جھوٹ ہے کہ تو نے اس دیوی کے شریر کو اپنی گندی خواہشات کا نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ پرنتو جب اس نے انکار کیا تو تو نے اس سے بدلہ لینے کے کارن اس پر بہتان لگائے اور اپنے مورکھ بھائی کے کان بھر دیے۔''

میرے لہجے کی سختی اور کھری کھری باتوں نے ایک پل کے لیے اسے گڑبڑادیا۔ عورت کا شوہر میری زبان سے یہ کچھ سن کر سکتے میں آ گیا ایک نظر اس نے اپنے بھائی پر ڈالی پھر مجھ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''تمہارے پاس ان باتوں کا کیا ثبوت ہے؟''

''تم ثبوت چاہتے ہو۔'' میں نے عورت کے شوہر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا'' میں تمہیں تمہاری استری کے نردوس ہونے کا ثبوت دے سکتا ہوں پرنتو تم کو بھی ایک وچن مجھے دینا ہوگا۔

''کیا۔''

''جو بھی پاپی ثابت ہوا اسے جوتے مار کر گھر سے نکال دو گے اور پھر کبھی اس کی ناپاک صورت نہیں دیکھو گے۔''

''مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے۔''

میں ان دونوں کو گھورتا ہوا آیا اور عورت کا ہاتھ تھام کر اسے اندر لے گیا

شوہر کی نظر اپنی بیوی پر پڑی تو وہ غصے سے اپنے ہونٹ کاٹنے لگا۔ اس کا بھائی بدستور مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ شاید اسے یقین نہیں تھا کہ میں عورت کی بے گناہی کا ثبوت دے سکوں گا۔

عورت بے چاری سہمی ہوئی سر جھکائے چپ چاپ کھڑی تھی۔ میری طرف چونکہ اس نے پشت کر رکھی تھی اس لیے میں بھی اس کی شکل نہ دیکھ سکا لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ چھوٹا بھائی کمینہ ہونے کے علاوہ اور بھی کچھ ہے۔ جب میں عورت کی صفائی کے لیے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ مجھے محسوس ہوا کہ میری زبان لڑکھڑا رہی ہے۔ میں نے حیرت سے چھوٹے بھائی کی طرف دیکھا۔ وہ طنزیہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں خوف ناک ہوگئی تھیں۔ ایک لمحے میں، میں سمجھ گیا کہ اسے بھی دو چار ہاتھ آتے ہیں اور میرا واسطہ ایک غیر معمولی شخص سے پڑا ہے۔ اب ساری بات میری سمجھ میں آگئی تھی۔ اس نے اپنے

کسی عمل یا منتر سے میری زبان کو قابو کر لیا تھا۔ میں نے بھی اسے گھور کر دیکھا۔ دوسرے لمحے میری زبان ٹھیک ہوگئی۔ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور اس کی خونی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

''دیوی۔'' میں نے عورت کو مخاطب کرتے ہوئے نرمی سے کہا'' جو کچھ تجھ پر گزری ہے' وہ صاف کہہ دے۔'' عورت میری بات سن کر ہچکچائی تو اس کے شوہر نے کڑک کر کہا۔

''میں جانتا ہوں کہ تو اسے کیا سکھا پڑھا کر لایا ہے اور تیرا اس کا کیا رشتہ ہے۔ اگر یہ بے گناہ تھی تو اسے گھر سے بھاگنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟''

اس تہمت پر مجھے جوش آ گیا۔ اب معاملہ میری برداشت سے باہر ہو چکا تھا۔ پہلے تو میں نے یہی سوچا کہ ایک ہی اشارے سے اس شخص کو جلا کر بھسم کر ڈالوں لیکن عورت کا خیال آیا تو خون کے گھونٹ پی کر

چپ ہو گیا اور تب ہی میں نے دوسرے مرد کو گھور کر دیکھا اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''میں پاربتی دیوی کے شبھ نام پر تجھے حکم دیتا ہوں کہ اپنی گندی زبان کھول اور خود اپنے من کو سچ اگلنے پر مجبور کر دے۔''

''مم۔۔میں نے۔۔کچھ نہیں کیا۔'' اس سے شاید میری طاقت کا اندازہ لگا لیا تھا۔

''مورکھ۔۔یاد رکھ کہ اگر تو نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو دیوی کی شکتی تجھے معاف نہ کرے گی۔ یہ جو تو دو چار منتر جانتا ہے اس کا تماشا ابھی دیکھ لے گا۔

اس بار اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اسے مستقل گھورے جا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ دیکھیں پاربتی دیوی کی مہان شکتی کیا کرتی ہے کہ یکلخت عورت کے دیور کی زبان چل پڑی۔ اس نے وہ تمام باتیں

ٹیپ ریکارڈ کی طرح بیان کر دیں جو عورت نے مجھے راستے میں بتائی تھیں۔ اس نے یہ بھی تسلیم کر لیا کہ وہ اپنی بھابی کے ساتھ نا جائز تعلقات استوار کرنے کا خواہش مند تھا لیکن جب اس نے انکار کیا تو وہ کمینگی پر اتر آیا اور چرب زبانی سے کام لے کر بھائی کے دل میں بیوی کی طرف سے شکوک پیدا کر دیے۔ اس نے یہ بھی اقرار کر لیا کہ اس نے ایک عامل سے دو چار عمل سیکھ کر اپنے بھائی کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا لیکن بھابی کی پارسائی کے سبب اس پر یہ حربہ کارگر نہ ہو سکا اس نے کہا کہ شروع ہی سے اس کی نیت بھابی کے معاملے میں خراب تھی۔

عورت کا شوہر گنگ کھڑا اپنے بھائی کے چہرے کو تکتا رہا۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا پھر جیسے ہی بیان ختم ہوا بھائی طیش میں آ کر جھپٹا اور چھوٹے بھائی کو مارنے پیٹنے لگا۔ ایک بار تو

اس نے چھوٹے بھائی کو زمین پر گرا دیا اور خود اس کی چھاتی پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اس کا گلا گھوٹنے لگا۔ قریب تھا کہ وہ اسے جان سے مار ڈالتا لیکن میں نے آگے بڑھ کر اسے علیحدہ کر دیا اور بولا۔

''تم نے مجھے وچن دیا تھا کہ اسے گھر سے نکال دو گے اور پھر کبھی اس کی صورت نہیں دیکھو گے۔''

''میں اسے جان سے مار ڈالوں گا۔ یہ اسی قابل ہے۔'' وہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی ناکام کوشش کرتا ہوا بولا'' اس کمینے نے میری بیوی پر جو بے بنیاد الزام تراشے ہیں اس کی سزا یہی ہے کہ میں اس ذلیل کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر دوں۔''

''اگر مجھے تمہاری استری کا خیال نہ ہوتا تو میں بڑی خوشی سے اس بات کی اجازت دے دیتا پر نتو اب یہ مناسب نہیں ہے۔ اگر تم نے اپنے بھائی کو مار ڈالا تو خود بھی نہ بچ سکو گے اور یہ بے چاری دربدر کی

خاک چھانتی پھرے گی۔"

میری بات اس کی سمجھ میں آ گئی چنانچہ اس نے اپنے بھائی کو حقارت بھری نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"جا، دفع ہو جا یہاں سے اور پھر کبھی اپنی ذلیل صورت نہ دکھانا ورنہ زندہ دفن کر ڈالوں گا۔"

چھوٹا بھائی جو اپنی۔۔۔ قلعی کھل جانے سے بے حد گھبرا گیا تھا اس موقع کو غنیمت جان کر برق رفتاری سے بھاگ گیا۔ اس کے جانے کے بعد عورت کا شوہر میرے قریب آیا اور بڑی لجاحت سے بولا

"مہاراج، میں تمہارا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا۔ اگر تم نہ آتے تو میں اپنے غصے اور اندھے پن میں نہ جانے کیا کر چکا ہوتا۔ یقیناً کسی غیبی طاقت نے تمہیں اس کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔"

"تم قسمت کے دھنی ہو مہاشے جو تم کو ایسی نیک استری ملی ہے۔ اگر

تم سارا جیون اس دیوی کے چرنوں کی پوجا کرتے رہو تو بھی اس کی بلندی کو نہ چھو سکو گے۔"

"مہاراج' میں کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔"

"سنو مہاشے۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا "اگر تم میرے احسان مند ہی ہو تو مجھے وچن دو کہ پھر کبھی تم اپنی دیوی سمان پتنی کو برا نہ سمجھو گے اور ہمیشہ اس کی پوجا کرو گے۔ یاد رکھو اسے میں نے بہن کہا ہے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں مہاراج۔" شوہر نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

مجھے اس کے لہجے سے صداقت کی بو آ رہی تھی۔ عورت جسے میں نے بہن کہا تھا ابھی تک اپنا منہ دوسری طرف کئے خاموش کھڑی تھی۔ نہ جانے میرے دل میں کون سا چھپا ہوا جذبہ جاگا کہ میں نے بڑی عقیدت سے آگے بڑھ کر شفقت بھرے انداز میں اس کے سر پر ہاتھ

پھیرا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ اس کا شوہر جو میرا بے دام غلام بن چکا تھا' میرے پیچھے باہر تک آیا۔ وہ چاہتا تھا کہ میں کچھ دیر اور وہاں رکوں لیکن میں اسے تسلی دیتا ہوا اپنے ہوٹل کی طرف چل دیا۔

جس وقت میں ہوٹل پہنچا اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ میرا خیال تھا کہ ممکن ہے اب تک کسی نے بھائی صاحب کی کوٹھی پر پیش آنے والے واقعات کی مخبری پولیس کو کر دی ہو اور پولیس کا دستہ مجھے گرفتار کرنے کے لیے وہاں موجود ہو لیکن میرے خدشات غلط ثابت ہوئے۔ ویسے بھی میں طے کر چکا تھا کہ اگر پولیس والوں نے مجھے ایس پی ماتھر کے سلسلے میں پریشان کرنے کی موشش کی تو میں ان کو ایسی سخت سزا دوں گا کہ پھر پولیس کا کوئی کارندہ کبھی کسی پجاری کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی ہمت نہ کر سکے گا۔

میں نے اپنے کمرے میں جا کر کپڑے تبدیل کئے اور کمال عقیدت

سے اپنے سوٹ کیس سے پاربتی کی مورتی نکال کر ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے خاموش کھڑا ہو گیا۔ پاربتی کی مورتی مجھے مسکراتی ہوئی محسوس ہوئی۔ مجھے اس کے حسین جمال کی وہ نوازش یاد آ گئی جو حیدر آباد آنے سے قبل اس نے مجھ پر کی تھی۔ اف! وہ لذت' وہ جمال دلفروز۔ اس موقع پر مجھے یاد آیا۔ آج میں نے رنگ ونشاط کی ایک محفل میں حسین وجمیل دوشیزاؤں کو دیکھا تھا۔ اس وقت پاربتی مجھے بے حد یاد آ گئی۔ میں نے مسکراتی ہوئی مورتی کو جی بھر کر دیکھا اور بے اختیار ہو کر اسے چوم لیا۔ میں نے بڑا بلب گل کر دیا اور رات کا چھوٹا بلب جلا دیا۔ میں اپنے بستر پر لیٹا ہوتھا' ابھی غنودگی طاری نہیں ہوئی تھی کہ صندلی خوشبو کا ایک دل نواز جھونکا میری قوت شامہ سے ٹکرایا۔ وہی معطر جھونکا' وہی ماحول' میں سمجھ گیا پاربتی دیوی مجھے درشن دینے یہاں آئی ہوئی ہے اور اس وقت میرے کمرے میں موجود ہے۔ میں

خوشی سے سرشار ہو گیا اور خوبیدہ لہجے میں مہان دیوی کو مخاطب کر کے بولا۔

''دیوی' تیرا یہ سیوک تیری کرپا کا شکر گزار ہے۔''

''میں جانتا ہوں دیوی تو میری رہبری کے لیے آئی ہے۔ میں جانتا ہوں۔'' میں نے جھومتے ہوئے کہا۔

پھر میری آنکھوں نے دیکھا کہ پاربتی دیوی سرخ رنگ کی ساڑی میں ملبوس سورج مکھی کے خوب صورت پھول کی طرح میرے سامنے کھڑی مسکرا رہی ہے۔ اس کا رنگ روپ آج مجھے پہلے کے مقابلے میں زیادہ حسین نظر آ رہا تھا۔ چند لمحے تک میں اس کے سراپا کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھتا رہا پھر میں نے آگے بڑھ کر مہان دیوی کے چرن چھو لیے۔

''اٹھو کرشن کمار' میں تمہاری بھگتی سے بہت خوش ہوں۔ تمہیں میری

دان کی ہوئی شکتی سے غلط کام نہیں لینے چاہئیں۔''

''دیوی۔'' میں جلدی سے اٹھتے ہوئے بولا '' کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے۔''

''کرشن کمار یہ شکتی ہر کسی کو پراپت نہیں ہوتی۔ یہ اچھا نہیں ہے کہ تم دنیا والوں کے سامنے اس طرح کھل کر آؤ۔'' پاربتی نے مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے نرم اور شفیق لہجے میں کہا '' اس طرح تم دھرتی پر بسنے والوں کے لیے تماشا بن گے۔''

''دیوی اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے تو اس کے لیے مجھے شما کر دے۔ پرنتو میں نے جان کر کوئی ایسی حرکت نہیں کی جو تجھے بری لگے میں نے یہ سب تیری آگیا سے کیا ہے۔''

''بھائی سے انتقام لینے کے بعد تمہیں زہر بائی اور ماتھر سے ٹکرانے کی ضرورت نہیں تھی۔''

''وہ دونوں پاپی تھے۔''میں جلدی سے بولا۔

''پاپ اور پاپن کے چکر میں مت پڑو کرشن کمار۔ یہ فیصلہ تمہارے کرنے کا نہیں۔ یہ باتیں بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔''پاربتی نے مسکرا کر جواب دیا''پھر ایک ادا سے چلتی ہوئی مسہری پر جا بیٹھی۔ میں بدستور اس کے حسن کی رنگینیوں میں محو تھا۔''

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح پاربتی دیوی سے شما چاہوں کہ میں نے محسوس کیا وہ مجھے مسکرا کر دیکھ رہی ہے۔ میں کھینچا ہوا اس کے قریب چلا گیا اور سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ پاربتی نے میرا ہاتھ تھام لیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں ہواؤں میں تحلیل ہو گیا ہوں۔''

وہ مجھے شریں لہجے میں بتا رہی تھی کہ وہ ان گنت صفات کی مظہر ہے۔ جہاں غیظ و غضب کی مظہر ہے'وہاں اسے محبت اور رحم بھی پسند ہے۔

''اسی کارن میں نے اس عورت کو تمہارے پاس بھیجا تھا کہ تم اس کے

جیون میں رس گھول سکو۔ میں یہ بھی دیکھنا چاہتی تھی کہ تمہارے اندر شکتی پراپت ہونے کے بعد کتنی دیا باقی رہ گئی ہے مجھے خوشی ہے کہ تم نے دیالو ہونے کا ثبوت دیا۔ اگر تم اس کی مدد نہ کرتے تو اس کا وشٹ دیو ردو چار منتروں سے اس کے پریوار کو نار بنا دیتا۔''

''دیوی۔''میں نے عقیدت سے کہا''میں تجھے وچن دیتا ہوں کہ تیری مرضی اور آگیا کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا۔''

''میں جانتی ہوں کرشن کمار۔''پاربتی دیوی نے کہا۔

پاربتی دیوی کا قرب مجھے حاصل تھا۔ وہ اس وقت میرے بہت ہی قریب تھی۔ میں خوش قسمتی پر ناز کر رہا تھا کہ اتنی جلدی دوبارہ پاربتی کے درشن کر لیے۔ اصل میں آج میں نے اسے یاد بھی بہت کیا تھا۔ مجھے اعتراف ہے کہ اس سمے دیوی کی عظمت وقوت کا کچھ ایسا سکہ میرے ذہن پر بیٹھا تھا کہ مجھے اپنا ماضی یاد نہیں رہا تھا۔ میں کھلے دل

اور صاف دل سے اسے چاہتا تھا اور ہر طرح سے میری کوشش تھی کہ میں اسے خوش کر سکوں۔

پاربتی نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگی ''کرشن کمار' آج اپنے بڑے بھائی کے ہاں تم بہک گئے تھے۔ تم نے اپنے ہردے (دل) میں زہرہ کو پانے کی اچھا کی تھی۔ مجھے خوشی ہے کہ پھر تم نے جلدی اس کے خیال کو جی سے نکال دیا۔

اب میں چاہتی ہوں کہ تمہیں کچھ دن کے لیے اپنے ساتھ اپنے پوتر استھان پر لے چلوں جہاں تم سکھ اور چین سے رہ سکو۔

''دیوی' یہ میری خوش قسمتی ہوگی کہ میں تیرے چرنوں میں رہوں۔ پرنتو کیا میں کچھ روز اپنی مرضی سے یہاں نہیں رہ سکتا۔'' میں نے دبی زبان سے کہا'' میں دیکھنا چاہتا تھا کہ پولیس ماتھر اور زہرہ بائی کے سلسلے میں کیا کرتی ہے۔''

''کرشن کمار۔'' پاربتی نے اس قدر سنجیدگی سی کہا کہ میں لرز اٹھا ''تم پجاریوں' رشیوں اور منیوں میں ابھی سب سے پیچھے ہو۔ میں تم پر مہربان ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم پجاریوں سے آگے نکل گئے ہو۔ جنہوں نے اپنا جیون تپسیا میں گزار دیا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تم اتنے بڑے شکتی یاردک (طاقت والے) پجاریوں کی شکتی سے آگے بڑھ گئے ہو۔ ابھی بلوانوں کی سی شکتی حاصل کرنے کے لیے تمہیں بہت سارے جاپ کرنے ہوں گے۔ تپسیا سے منش منش نہیں رہتا منشوں سے بڑا ہو جاتا ہے۔ کڑی تپسیا کر کے منش کو یہ سارا جیون سمجھ آتا ہے۔ تم نے تو ابھی ایک ہی جاپ کیا ہے۔''

''دیوی' تو مجھے راہ بتا میں کچھ کرنے کو تیار ہوں۔'' پاربتی نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا اسے سن کر میرے ذہن میں موہن لال کا نام ابھر آیا تھا۔ موہن لال جس نے افضل بیگ کی حیثیت سے مجھے بے انتہا اذیتیں

پہنچائی تھیں۔ مجھے بھوکا پیاسا رکھا تھا۔ بھائی صاحب سے انتقام لینے کے بعد اچانک میرے ذہن میں موہن لال کا خیال آیا۔ موہن لال جس سے میں شدید نفرت کرتا تھا اور جسے زیر کرنے کے لیے میں نے یہ روپ دھارا تھا۔

میں ابھی موہن لال کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ پاربتی نے میرا ہاتھ تھام کر آہستہ سے دباتے ہوئے بڑی مدھر آواز میں مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''دھرج رکھو کرشن کمار۔''

''دیوی' تیرا یہ سیوک تجھ سے جھوٹ نہیں بولے گا۔'' میں نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا میں سمجھ گیا کہ پاربتی نے میرے دل کی بات پڑھ لی ہے۔ ''سونا گھاٹ کے پجاری نے مجھے جو تکلیفیں پہنچائی ہیں' وہ ابھی میں بھولا نہیں ہوں۔ میری سب سے بڑی خواہش ہے کہ اب میں موہن لال سے بھی اپنا بدلہ لوں۔''

پاربتی نے میری بات کا فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے خوب صورت چہرے پر ابھرنے والے تاثرات اس بات کی غمازی کرر ہے تھے کہ وہ کسی اہم گتھی کو سلجھا رہی ہے۔ کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھی نہ جانے کیا سوچتی رہی پھر اس نے نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا اور بولی۔

''کرشن کمار، یہ بات اچھی طرح یاد رکھو کہ ابھی تم نے ایسی شکتی نہیں حاصل کی جو موہن لال سے ٹکراؤ کی صورت میں تمہاری سہائتا کر سکے۔''

''پھر تو ہی بتا دیوی کہ مجھے کیا کرنا ہوگا۔'' میں نے تیزی سے پوچھا

''کیا تجھے نہیں معلوم کہ موہن لال نے تیری دان کی ہوئی شکتی کا نا جائز فائدہ اٹھایا ہے۔''

''میری اچھا ہے کرشن کمار کہ تم اپنے من سے موہن لال کا دھیان نکال دو۔''

''دیوی! اگر یہ تیرا حکم ہے تو میں مجبور ہوں پرنتو میری سب سے بڑی اچھا یہی ہے کہ میں موہن لال کو نیچا دکھا سکوں۔''

''مجھے معلوم ہے کرشن کمار کہ تمہارے من میں کیا ہے۔'' پاربتی بڑی سنجیدگی سے بولی ''پرنتو میں اپنے ایک مہان بھگت اور سیوک سے ہاتھ دھونا نہیں چاہتی۔ موہن لال بھگتوں میں سب سے مہان اور سیوکوں میں سب سے اتم ہے۔''

''تیری بڑی کرپا ہوگی دیوی۔'' میں نے اس کے نرم و نازک ہاتھ کو دباتے ہوئے کہا۔

''کرشن کمار! اگر تم موہن لال کو نیچا دکھانا چاہتے ہو تو اس کے لیے تمہیں شیو جی مہاراج کے لیے ایک سو اکیس روز تک جاپ کرنا ہوگا اس کے بغیر تم سونا گھاٹ کے پجاری سے ٹکر نہیں لے سکتے۔'' دیوی اب مجھ پر مہربان نظر آ رہی تھی۔

''میں شیو جی مہاراج کے لیے بھی جاپ کرنے کو تیار ہوں۔'' میں خوش ہو کر بولا۔

پاربتی نے مجھے خوش دیکھا تو اس کے خوبصورت ہونٹوں پر بھی بڑی معنی خیز مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے ٹھیک طور پر یاد نہیں صرف اتنا ضرور یاد پڑتا ہے کہ پاربتی نے کوئی جاپ پڑھ کر روشنی کی طرف پھونکا جس کے بعد کمرے میں گھپ اندھیرا اچھل گیا۔ تاریکی میں میں نے محسوس کیا تھا جیسے ہوا کا ایک لطیف اور معطر جھونکا میرے وجود پر چھاتا جا رہا ہے۔ میرا ذہن آہستہ آہستہ بوجھل ہوتا جا رہا تھا پھر مجھ میں سوچنے سمجھنے کی قوت ختم ہوتی چلی اور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔

صبح ہوئی تو معلوم ہوا پولیس نے مجھے گرفتار کرنے کے لیے ہوٹل کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۴)

پاربتی دیوی کے قرب میں گزری ہوئی رات کا خمار ابھی تک میرے ذہن میں طاری تھا۔ عیش ونشاط کا دھندلا دھندلا عکس میرے تصورات کے پردوں پر قرمزی رنگ بکھیر رہا تھا۔ میرے اوپر ہلکی ہلکی غنودگی طاری تھی۔ جیسے میں اب بھی خوابوں کی وادی میں محوخرام ہوں لیکن دروازے پر ہونے والی پرشور دستک نے میرے حسین خواب کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا تھا۔ میں نے جھلا کر آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ کمرے میں سورج کی روشنی داخل ہو چکی تھی۔ خلافِ معمول میں آج دیر سے جاگا تھا۔ جس کی وجہ یقیناً یہی تھی کہ ایک تو میں رات گئے بھائی صاحب کی حویلی سے واپس لوٹا تھا اور پھر پاربتی دیوی کی قربت نے مجھ پر ایسا نشہ سا طاری کر دیا تھا جس کا خمار اس وقت بھی مجھے محسوس ہو رہا تھا۔

''دروازہ کھولو۔'' باہر سے کسی کی کرخت آواز ابھری تو میری پیشانی پر

بل آ گئے۔ مجھے اس وقت یہ آواز بہت بری لگی۔ پاربتی دیوی کے حسین قرب طلسماتی فضا میں یہ مداخلت نا قابلِ برداشت تھی۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ نامعقول شخص کو کیا سزا دوں کہ باہر سے دوبارہ گرج دار آواز ابھری۔

''دروازہ کھولو نہیں تو ہم اسے توڑ دیں گے۔''

میرا چہرا غصے سے سرخ ہو گیا تیزی سے میں مسہری سے نیچے اترا اور دروازے کے قریب آ کر طیش میں کہا۔

''کیا بات ہے؟''

''دروازہ کھولو۔'' باہر سے کرخت لہجے میں جواب ملا۔ پولیس پورے ہوٹل کا محاصرہ کر چکی ہے اس لیے تمہارے پاس فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

''پولیس کا نام سن کر میرے اوپر جلالی کیفیت طاری ہو گئی۔ ایک لمحے

تک میں نے خاموش رہ کر حالات کے بارے میں سوچا پھر بڑے اطمینان سے ہاتھ بڑا کر دروازے کی چٹخنی گرادی اور تیزی سے ایک سمت ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے ایک پولیس انسپکٹر اپنے دو ماتحتوں اور آٹھ دس سپاہیوں کے ساتھ کمرے میں گھس آیا۔ تینوں افسروں کے ہاتھوں میں ریوالور موجود تھے۔ سپاہی بھی اسلحے سے لیس تھے۔ ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ مجھے زندہ در گور کر دینے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ غصے کے باوجود مجھے یہ دیکھ کر ہنسی آ گئی کہ مجھ ایک آدمی کو گرفتار کرنے کے لیے پولیس کی پوری ٹولی اسلحے سے لیس موجود ہے۔

انسپکٹر اور اس کے دونوں ماتحت ریوالور تانے مجھے کھا جانے والی قہر آلود نظروں سے گھور رہے تھے لیکن میں لا پروائی سے ان کے بگڑے ہوئے تیوروں کو دیکھ رہا تھا۔ پاربتی دیوی نے مجھے یہ شکتی دان کی تھی'

مجھے اس پر صرف گھمنڈ ہی نہیں بلکہ پورا وشواس تھا۔ میں اگر چاہتا تو ایک اشارے سے پولیس کی ٹولی کو جلا کر بھسم کر سکتا تھا لیکن فوری طور پر میں نے اس ارادے کو ترک کر دیا۔ مجھے اس بات کا دھیان بھی تھا کہ مہان دیوی نے رات ہی مجھے جارحانہ اقدام کے مظاہروں سے منع کیا تھا۔ پھر بھی میں اس بات کا فیصلہ کر چکا تھا کہ اگر پولیس والوں نے زیادہ اچھل کود مچائی تو میں انہیں اس کا ضرور مزا چکھاؤں گا۔

''تمہارا نام مرزا افضل بیگ ہے؟'' پولیس انسپکٹر نے۔۔۔۔ غراتے ہوئے مجھ سے سوال کیا۔

''ہاں، کسی زمانے میں میرا نام مرزا افضل بیگ ہی تھا۔ پرنتو اب میرا شبھ نام کرشن کمار ہے۔'' میں نے کسی خوف کے بغیر جواب دیا۔

''گزشتہ رات تم جاگیردار صاحب کی حویلی پر موجود تھے کیوں؟''

''اواش موجود تھا۔'' میں بولا ''میرے ایک متر (دوست) نے بتایا تھا

کہ وہاں کنیاؤں کا ناچ گانا ہوتا ہے۔''

''ہوں تم وہاں ناچ گانا دیکھنے گئے تھے۔'' انسپکٹر نے غصے سے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اس کے دوسرے تمام ماتحت اپنی رائفلیں اور ریوالور میرے اوپر تانے کھڑے چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔

''کیوں کیا کنیاؤں کا ناچ گانا سننا پاپ ہے۔''

''پاپ کے بچے۔'' انسپکٹر گرج کر بولا ''اگر تم وہاں صرف کنیاؤں کا رقص دیکھنے گئے تھے تو جاگیردار صاحب پر قاتلانہ حملہ اور ایس پی ماتھر کو قتل کیوں کیا تھا۔''

''بھگوان کی مرضی میں منش ذات کو بھلا کیا ادھیکار ہے۔'' میں نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

''بکواس بند کرو۔'' انسپکٹر غصے سے لال پیلا ہو کر بولا پھر اس نے دوسرے افسر کو مخاطب کر کے کہا ''ہتھکڑی پہنا دو اس حرام زادے

کو۔"

حرام زادے کا لفظ سن کر میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ غیظ و غضب کے عالم میں، میں اس افسر کو گھورنے لگا جو ہتھکڑی لیے میری سمت بڑھ رہا تھا۔ قریب آ کر اس نے مجھے ہتھکڑی پہنا دی۔ جس کا دوسرا حصہ اس نے خود اپنے ہاتھ میں پہن رکھا تھا جب تک وہ اپنے کام میں مصروف رہا، میں چپ چاپ کھڑا پیچ و تاب کھاتا رہا اور اس مورکھ کو گھورتا رہا پھر جب اس نے جھٹکا دے کر مجھے اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کی تو میں نے پولیس انسپکٹر کو مخاطب کر کے بڑے سرد لہجے میں کہا۔

"دیکھو مہاشے۔ اگر تمہیں اپنا جیون پیارا ہے تو اپنے اس رنگروٹ سے کہو کہ ہتھکڑی کھول دے ورنہ میں تمہیں ایسا کشٹ دوں گا کہ تم سارا جیون بیاکل رہو گے۔"

''اوہ۔'' انسپکٹر مسکرا دیا اور بڑے طنز بھرے لہجے میں بولا'' گویا اب تم پولیس پر بھی اپنی مکاری کا رعب ڈالنے کی کوشش کر رہے ہو۔''

''مورکھ۔'' میں نے بھی پلٹ کر غصے سے کہا'' کیا تو بھی ماتھر کی طرح دیکھنا چاہتا ہے کہ میں کس قدر مہان شکتی کا مالک ہوں۔''

''مہاتما جی' تمہاری یہ عیاری پولیس پر نہیں چل سکے گی۔ اس لیے بہتری اسی میں ہے کہ شرافت سے ہمارے ساتھ چپ چاپ چلے چلو۔ دوسری صورت میں ہم تمہاری ایسی درگت بنائیں گے کہ تمہاری صورت بھی نہ پہچانی جائے گی۔ ماتھر صاحب کا قتل کوئی معمولی بات نہیں ہے۔''

''میں پھر کہتا ہوں کہ مورکھ اپنی ضد سے باز آ جا نہیں تو پچھتائے گا۔'' میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔''

''زبان بند رکھو ورنہ مارے جوتوں سے کھوپڑی پلپلی کر دوں گا۔''

انسپکٹر نے سخت لہجے میں کہا پھر اپنے آدمیوں کو اشارہ کر کے بولا ”لے چلو اس حرام زادے کو۔ اگر یہ اچھل کود دکھائے تو مار مار کر ادھ موا کر دو۔“

حالانکہ پاربتی دیوی نے مجھے اپنی شکتی کا سر عام استعمال کرنے کو منع کیا تھا لیکن اس وقت میرا ذہن بھٹی کی مانند تپ رہا تھا۔ جس افسر نے مجھے ہتھکڑی پہنائی تھی جب اس نے مجھے گھسیٹنے کی کوشش کی تو یکلخت میں آپے سے باہر ہو گیا۔ بھلا یہ کیوں کر ممکن تھا میں اس بے عزتی کو برداشت کر لیتا۔ چنانچہ میں نے پاربتی کا شبھ نام لے کر ایک منتر جاپ کر کے پہلے اپنے اوپر پھونکا پھر زور لگا کر ہتھکڑی کو توڑنے کی کوشش کی۔ ایک ہاتھ کا ہتھکڑی میں کسمسانا تھا کہ لوہے کا ٹھوس قفل پلک جھپکتے ہی گر کر ٹوٹ گیا۔ میں چونکہ اپنے اوپر منتر جاپ کر کے دم کر چکا تھا اس لیے میں تو محفوظ رہا لیکن افسر کی حالت قابل دید تھی۔

وہ پریشان نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر ایک طمانچہ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ اس اچانک حملے کی تاب نہ لا سکا اور دور جا گرا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے اسے سخت چھڑی سے مارا ہو۔ وہ اپنے چہرے کو بار بار سہلا رہا تھا اور کریناک آواز میں چیخ رہا تھا۔

ایک لمحے کے لیے تو کمرے میں سکتہ سا چھا گیا۔ پولیس والے اور انسپکٹر سب ہی انگشت بدنداں رہ گئے جو کچھ ہوا تھا' وہ ان کے لیے غالباً ناقابلِ یقین تھا لیکن چیختے پیٹتے ہوئے افسر کی قابلِ رحم حالت دیکھ کر انسپکٹر کو دوبارہ جلال آ گیا۔

اس نے تلملا کر ریوالور کا رخ میری طرف کیا اور پھر چار گولیاں داغ دیں جس کا میرے اوپر کوئی اثر نہ ہوا اس لیے میں نے اس کا تدارک پہلے ہی کر لیا تھا۔

اس کا ہر وار بیکار گیا۔ نشانہ ہر بار خطا ہو جاتا تھا۔

﴿آگے جاری ہے﴾